حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

ملفوظات حکیم الامت　　　　جلد نمبر ۱۲

مقالات حکمت

و

مجادلات معدلۃ

حکیم الامت مُجدّد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

کے

علمی، تحقیقی، اصلاحی ملفوظات کا نادر مجموعہ

جلد اول

عنوانات

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

باہتمام ———— محمد اسحٰق عفی عنہ
مطبع ———— شرحبیل پریس ملتان
ناشر ———— ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ بیرن بوہڑ گیٹ ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرن بوہڑ گیٹ ملتان ○ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
کشمیر بکڈپو فیصل آباد ○ دار الاشاعت اردو بازار کراچی
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی ○ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات	
	مقالات حکمت متعلقہ دعوات عبدیت (حصہ اول)	

مجادلات معدلت متعلقہ دعوات عبدیت (حصہ اول)

مقالات حکمت (متعلقہ حصہ دوم)

مجادلات معدلت (متعلقہ حصہ دوم)

تمہید مقالات حکمت (حصہ سوم)

مجادلات معدلت (حصہ سوم)

○ مقالات حکمت ○

متعلقہ دعوات عبدیت (حصہ اول)

(۱) شیخ کے پاس ہدیہ لے جانا ضروری نہیں :

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ جو التزام کرتے ہیں کہ جب شیخ کے پاس جائیں کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کریں' اس میں دو خرابیاں ہیں۔ ایک کا تو نقصان طالب کو پہنچتا ہے۔ مثلاً یہ کہ اتفاق سے کچھ ہدیہ موجود نہیں اور شیخ سے ملنے کو جی چاہا تو رہ گئے' نہ ملے۔ دوسری خرابی شیخ کے حق میں یہ متصور ہو سکتی ہے کہ جب ان پر نظر پڑی' جی میں خیال آیا کہ کچھ ملے گا۔ اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد ہوا کہ بعض لوگ جو مصافحہ کرتے ہوئے روپیہ ہاتھ میں دے دیتے ہیں' یہ پسندیدہ نہیں۔ کیونکہ مصافحہ سنت ہے اور اس سنت اور عبادت کا اجتماع اور تلوث ایسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں جو صورت میں دنیا ہو۔

(۲) اپنے پیر سے مرید ہونے کی ترغیب دینا مناسب نہیں :

ارشاد ہوا کہ مرید کو یہ نہ چاہئے کہ اپنے شیخ سے لوگوں کو مرید ہونے کی ترغیب دے۔ اس سے عوام کو شیخ کے حق میں بدگمانی پیدا ہو جائے گی۔ وہ یہ سمجھیں گے کہ اس نے اپنے چیلے چھوڑ رکھے ہیں کہ لوگوں کو گھیر گھار کر لائیں۔ اور اولیاء اللہ سے بدگمانی سخت ہلاکت کا موجب ہے۔ البتہ شیخ کے کمالات بیان کرنے میں مضائقہ نہیں۔

(۳) عذر کی وجہ سے ہدیہ رد کیا جا سکتا ہے :

ارشاد ہوا کہ اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ بعض لوگ ایسا ہدیہ پیش کرتے ہیں کہ اس میں یا تو ان پر بار ہوتا ہے' یا خود اپنی طبیعت پر۔ اور جی چاہا کرتا ہے کہ رد کیا جائے۔ مگر ہدیہ کا رد کرنا چونکہ خلاف سنت ہے' اس لئے طبیعت میں خلجان ہوتا تھا۔ لیکن ایک حدیث میں سمجھ میں آگیا کہ رد ہدیہ کا یہ بھی عذر ہو سکتا ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو لے لیا کرو۔ علت میں اس کے ارشاد فرماتے ہیں: فانہ خفیف المحمل۔ اس سے معلوم ہوا جو چیز ثقیل المحمل ہو' یعنی اس کا بار دینے والے پر پڑے یا خود اپنی طبیعت پر' تو اس کو رد کرنا جائز ہے۔

(۴) ضیف اور ابن السبیل میں فرق ہے :

ارشاد ہوا کہ ایک ہوتا ہے ضیف' یعنی مہمان۔ جو صرف محبت کے طور پر ملاقات کے لئے آیا ہو۔ اس کا حق علیٰ سبیل التعیین خاص اس شخص پر ہے کہ جس کی ملاقات کے لئے آیا ہو۔ اور ایک ہوتا ہے مسافر۔ ابن السبیل آیا تھا کسی اور کام کو۔ کہا لاؤ ملاقات بھی کرتے چلیں۔ سو یہ ابن السبیل ہے۔ اس کا حق سب جیران پر علیٰ سبیل الکفایہ ہے۔

(۵) کسی غرض کے لئے ہدیہ دینا رشوت ہے :

ارشاد ہوا کہ بعض لوگ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور ان کا مقصود کوئی دنیوی غرض کی تحصیل ہوتی ہے۔ سو یہ ہدیہ نہیں' رشوت ہے۔ اور بعض کی غرض جواب استفتاء وغیرہ ہوتی ہے۔ سو یہ اجرت ہے۔ اور بعض کی غرض ثواب آخرت ہوتی ہے۔ یہ صدقہ اور خیرات ہے۔ ہدیہ صرف وہ ہے کہ جو بلا غرض دنیوی و اخروی صرف تطییب خاطر مسلم کے لئے محبت سے ہو۔

(۶) تنخواہ علم کا ثمن نہیں :

ارشاد ہوا کہ فقہاء نے جو اجرت تعلیم کو جائز لکھا ہے تو وہ درحقیقت ثمن علم کا نہیں۔ بلکہ اجرت ہے اس سعی و مصروفیت کی۔ اگر علم کا عوض ہوتا تو بدون حصول علم واجب الذمہ نہ ہوتا۔ حالانکہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو اجرت پر قرآن یاد کرائے اور اس کو یاد نہ ہو تو اس شخص کی سعی اور مصروفیت کا بدل اس لڑکے کے سربراہ پر علیٰ سبیل الاجرت واجب ہوگا۔ قرآن یاد ہو یا نہ ہو۔

(۷) سنت پر عمل موجب برکت ہے :

ارشاد فرمایا کہ بجائے جاذب کاغذ کے طریقہ مسنونہ یعنی استعمال تراب میں دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض دفعہ جاذب سے حروف بگڑ جاتے ہیں۔ اور مٹی ڈالنے سے سالم رہتے ہیں۔ دوسرے بموجب ارشاد نبوی ھو انجح للحاجۃ موجب برکت ہے۔ کیونکہ اس میں اظہار عبودیت وانکساری ہے۔

(۸) ذکر و شغل میں صوفیہ کی اتباع کرنی چاہئے :

ارشاد ہوا کہ جواز عدم جواز میں تقلید اپنے امام مجتہد کی واجب ہے، مگر فضائل اعمال ذکر و اشغال میں اتباع طریقہ صوفیہ کا کہ امام اس فن کے ہیں یہ مناسب ہے، جیسا رکعات تہجد کو دو دو کر کے ادا کرنا معمول صوفیہ کا ہے۔

(۹) تواضع میں حد سے زیادہ مبالغہ درست نہیں :

ارشاد ہوا کہ بعض دفعہ مبالغہ تواضع سے ایہام انکار نعمائے خداوندی کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اقرار نعمت ضروری ہے۔ اور اگر عجب کا اندیشہ ہو تو یہ خیال کرے کہ اس نعمت کا اقرار و اظہار اس حیثیت سے ہے کہ منعم کی جانب سے ہے نہ اس لحاظ سے کہ میرا کمال ہے اور یہ تفصیل اس کے حق میں متصور ہے جو

مغلوب الحال نہ ہو' ورنہ غلبہ حال میں اس کی تکلیف نہیں۔

(۱۰) عبادات میں اعتدال مطلوب ہے :

اس امت کے فیضان علمی کا ذکر تھا۔ ارشاد فرمایا کہ عمل میں بھی یہ امت امم سابقہ سے کسی طرح سے کم نہیں۔ اور یہ جو خیال ہوا کرتا ہے کہ امم سابقہ میں مجاہدہ بہت تھا۔ سو یہ مجاہدہ اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اصل مقصود اعتدال و تعدیل اعمال ہے۔ اس امت میں جو اعتدال ہے وہ امم سابقہ میں نہ تھا۔ اور عقلاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعتدال میں دوام رہتا ہے۔ اور غیر معتدل چیز دائم نہیں رہتی۔ اسی نکتے کے لحاظ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں جو تکثیر عبادات سے ممانعت آئی ہے وہ درحقیقت تقلیل عبادت سے ممانعت ہے۔ کیونکہ اگر اعتدال سے بڑھ کر عبادت کرے تو بوجہ تعب کے گھبرا کر وہ تھوڑی بہت عبادت جو دوام کے طور پر کرتا تھا چھوٹ جائے گی یا کم ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ اگر کسی کو بوجہ غلبہ حال یا کثرت مداومت خوف تقلیل نہ ہو تو اس کے حق میں جواز معلوم ہوتا ہے نہ بدعت۔ جیسے بعض کہتے ہیں۔

(۱۱) آنحضرت ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت کلی حاصل ہے :

ارشاد فرمایا کہ یہ جو بعض مصنفین آنحضرت ﷺ کی افضلیت اور انبیاء پر ثابت کرنے کے لئے یہ کوشش کرتے ہیں کہ ہر ایک فضیلت جزئی میں بھی آنحضرت ﷺ کی افضلیت ثابت کریں۔ خواہ اس کی نسبت کوئی ثبوت نصوص سے بہم پہنچ سکے یا نہ۔ خواہ اور دلائل نصوص اس اثبات مدعا کے معارض ہی کیوں نہ ہوں اور خواہ دوسرے انبیاء علیہ السلام کی تنقیص ہی ہو جائے' پر فضیلت جزئی بھی ثابت ہو جائے۔ یہ کوشش پسندیدہ نہیں' کیونکہ فضیلت کلی آنحضرت ﷺ کی ثابت ہے۔ اور کسی جزئی فضیلت کا ثبوت نہ ہونا قادح فضیلت نہیں۔ جیسا کہ کسی

صحیح البصر کی آنکھ کا کامل ہونا دلیل اس کی نہیں کہ وہ یعقوب علیہ السلام سے افضل ہو۔ چنانچہ یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے حسن ظاہری کی فضیلت خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد فاذا ھو قد اُعطی شطر الحسن سے ثابت ہے۔ اب اس میں افضلیت ثابت کرنے کی کوشش کرنا ایک معارضہ ہے خود ارشاد نبوی ﷺ سے۔ اور ایہام تنقیص ہے جمال یوسفی کا جو بے ادبی سے خالی نہیں۔ ہاں یوں کہا جائے تو سب پہلوؤں کی رعایت ہے کہ حسن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو دفعتًا ناظر کو متحیر کردے، مگر اس کے دقائق تامل کرنے سے متناہی ہوجائیں اور اس کا لقب حسن صباحت مناسب ہے۔ اور دوسری وہ قسم جو دفعتًا متحیر تو نہ کرے، مگر مصداق ہو اس شعر کا :

یزیدك وجههٗ حُسنًا : اذا ما زدته نظرا

اور اس کا لقب حسن ملاحت بہتر ہے۔ پس قسم اول میں یوسف علیہ السلام کو افضل الخلق کہا جائے اور قسم ثانی میں ہمارے حضور ﷺ کو۔ اسی طرح بعض مصنفین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان معی ربی کہنے کی مفضولیت اور آپ کے ان اللّٰہ معنا کہنے کی افضلیت ثابت کرنے کے لئے ایسے وجوہ بیان کئے جن سے موسیٰ علیہ السلام کی نظر کا حقائق سے قاصر ہونا مترشح ہوتا ہے، نعوذ باللّٰہ عنہ۔ اگر یہ مصنف ایسی مجلس میں حاضر ہوں جس میں رسول اللہ ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام تشریف رکھتے ہوں تو کیا اس شخص کی یہ جرات ہوگی کہ اس مضمون کو ان کے سامنے بیان کرسکے۔ ہرگز نہیں۔ علاوہ اس کے کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف مزاج ہو۔ خود آنحضرت ﷺ کے بھی خلاف ہو۔ حقیقت اس امر کی یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت پر اور وارد تھا اور اس مقام کا بھی مقتضاء تھا اور یہ سالک اور عارف کے اختیار میں نہیں۔ اگر وہ وارد جو موسیٰ علیہ السلام پر تھا ہمارے آنحضرت ﷺ پر بھی اس وقت وہ وارد ہوتا تو آنحضرت ﷺ بھی یہی ان معی ربی سیھدین

فرماتے۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام پر وہ ہوتا جو ہمارے آنحضرت پر تھا تو وہ بھی ان اللّٰہ معنا فرماتے۔ باقی ان واردوں کی تعیین اس میں بھی ظن و تخمین سے کلام مناسب نہیں۔ اس لئے کہ شیخ اکبرؒ کا ارشاد ہے کہ چونکہ ہم نبی نہیں۔ اس لئے انبیاء کے مذاق کا ادراک ہم نہیں کرسکتے۔ پس جیسا کہ "ولی را ولی می شناسد" مسلم ہے' اسی طرح "نبی را نبی می شناسد" واجب التسلیم ہے۔

(۱۲) حبس دم کاہلی کا علاج ہے :

ارشاد فرمایا کہ ایک دوست نے لکھا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ مگر کاہلی کے مارے اٹھا نہیں جاتا۔ اور دوسرا امر یہ کہ ذکر و وظیفہ سب کچھ کرتا ہوں مگر جذب پیدا نہیں ہوتا ہے۔ امر اول کے جواب میں میں نے یہ لکھ دیا کہ اس وقت حبس دم کیا کرو' کاہلی جاتی رہے گی۔ اور امر ثانی کے بارے میں یہ لکھا کہ کثرت ذکر شدت ضرب کے ساتھ مفید ہوگی۔ مگر اس کا خیال رہے کہ شدت اتنی ہو جتنا تحمل ہو سکے۔ یہ دونوں چیزیں کام کی ہیں اور مجرب ہیں۔

(۱۳) نماز میں ٹخنے برابر ہونے چاہئیں :

ارشاد فرمایا کہ نماز میں صف کے سیدھا کرنے کے واسطے ٹخنے سے ٹخنے کی محاذات کا خیال رکھنا چاہئے۔ ٹخنے کی محاذات سے خود مونڈھوں کی محاذات ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ دونوں محاذاتیں آپس میں متلازم ہیں اور حدیث الزاق کا معنی بھی محاذات ہے۔ کیونکہ دوسری حدیث میں محاذات کا حکم ہے۔ اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ یفسر بعضہ بعضا۔

(۱۴) صحابہ رضی اللہ عنہم نور ایمان میں سب سے بڑھے ہوئے تھے

ارشاد فرمایا کہ صحابہ کے کمال عقل اور نور ایمان کی بڑی کھلی ہوئی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام نے جو مساجد اپنی فتوحات کے زمانے میں مختلف مقامات پر

بنائی ہیں ان کی جہت قبلہ درست ہے۔ حالانکہ اس وقت ان کے پاس نہ قطب نما تھا نہ جغرافیہ نہ نقشہ۔ مگر بااین ہمہ کوئی بڑے سے بڑا مہندس اپنے آلات کے ذریعے سے بھی ان میں نقص نہیں نکال سکتا۔ بجزاس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے ان کو ایسا علم عطا ہوا تھا کہ بے آلات ایسا کام سرانجام دیا۔ بڑے بڑے عقلاء مہندس بعد کو پیدا ہوئے جن کا مشغلہ اور انتہائے سعی یہی رہتا تھا کہ اسلام میں نقص پیدا کریں۔ اور یہ موقع تھا کہ وہ اس پر کچھ اعتراض کرتے مگر نہ ہو سکا۔

(۱۵) الف شہر کا عدد تحدید کے لئے نہیں :

ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر خیر من الف شہر میں مراد الف کا عدد معین نہیں، بلکہ یہ مراد ہے کہ لیلۃ القدر افضل اور بہتر ہے جمیع ازمنہ سے۔ گو ان ازمنہ کی مقدار کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ یہ معنی اس لئے مراد لیا گیا ہے کہ عرب کے لوگوں میں حساب کی کمی کی وجہ سے الف سے زائد مقدار کے لئے کوئی لغت مفرد موضوع نہیں۔ پس حاصل یہ ہے کہ زائد سے زائد مدت جو تم تصور کر سکتے ہو، لیلۃ القدر اس سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ اب یہ شبہ کہ بجائے شہر کے سال کیوں نہیں فرمایا۔ اس کا جواب ہے کہ کفار عرب کے ہاں چونکہ سال نسیئی کی وجہ سے کم و بیش ہوتا رہتا تھا۔ منضبط نہ تھا اور شہر کا اہتمام اور انضباط وہ کرتے تھے، اس لئے شہر کو اختیار فرمایا۔ باقی سال کا ان کے ہاں کچھ ٹھیک نہ تھا۔ کبھی تیرہ مہینے کا بنا دیا، کبھی گیارہ کا، کبھی پورا، کبھی کسی مہینے کو سال میں آگے کر دیا، کبھی پیچھے۔ آنحضرت ﷺ کی ۹ھ میں حج نہ کرنے کی ایک وجہ علاوہ شغل ہدایت وفود کے یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اس سال گو اصلی حساب سے وہ مہینہ ذی الحجہ کا تھا۔ مگر ان کفار کے حساب سے کچھ آگے پیچھے تھا۔ لہٰذا حضور ﷺ نے بوجہ رفع تہمت اس سال حج نہیں کیا۔ شاید کفار یہ سمجھیں کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی کے خلاف غیر موسم

حج میں حج کرتے ہیں۔ اس کی ویسی ہی مثال سمجھنی چاہئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائے قریش کو باایں وجہ رہنے دیا کہ یہ لوگ یہ نہ سمجھ جائیں کہ کعبے کو گرا دیا۔

(۱۶) اصل دنیا خدا سے غفلت کا نام ہے :

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں جو دنیا پر لعنت آئی ہے۔ یعنی الدنیا ملعونةٌ۔ حالانکہ خود حدیث میں اس کی ممانعت ہے کہ مامور اور غیر مختار کو سب وشتم نہ کرو۔ چنانچہ حمی اور ریح کو برا کہنے کی ممانعت احادیث میں مصرح ہے۔ یہ بظاہر ایک قسم کا تعارض معلوم ہوتا ہے۔ تو اصل بات یہ ہے کہ دنیا نام مال ودولت زن و فرزند کا نہیں، بلکہ دنیا کسی ذی اختیار کے ایسے مذموم فعل یا بد حالت کا نام ہے جو اللہ سے اعراض کرا دے، خواہ کچھ ہو۔ بس اس شرح سے یہ شعر بھی بالکل صاف سمجھ میں آگیا :

حب دنیا از خدا غافل شدن : نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اور کبھی اسباب غفلت کو مجازاً تسمیةً للسبب باسم المسبب بھی دنیا کہہ دیتے ہیں۔ نصوص میں یہ استعمال بھی ہے۔

(۱۷) ضروری کام سے نکال کر غیر ضروری میں لگانا شیطان کا مکر ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے۔ اس میں انہوں نے ایک دوست کی نسبت لکھا ہے کہ ان کے بڑے بڑے بلند خیالات ہیں کہ تمام ہندوستان میں مدرسے کھولوں اور علماء کی اس طرح خدمت کروں اور مسلمانوں کی دنیوی ترقی کے لئے ایسے ایسے سامان کروں، مگر حالت یہ ہے کہ بالکل مفلس ہیں۔ پس ان کے خیالات کی یا اصلاح کیجئے یا یہ کہ ان کی مرادیں پوری ہوں۔ میں نے ان کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ اگر ان کے خیالات سے کسی ضروری کام میں خلل نہ پڑے تو

ازالہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس ارادے سے بھی اجر ملتا ہے' اور اگر ضروری اشغال میں ان خیالات سے خلل پڑتا ہے تو اصل اصلاح تو صحبت سے ہوتی ہے اور بدرجہ مجبوری آپ ان سے کہیں کہ وہ خود مجھ سے خط و کتابت کریں۔ بعد اس کے فرمایا کہ اگر انہوں نے خود خط لکھا تو میں ان کو یہ جواب لکھوں گا کہ اگر ضروری کام میں خلل نہ آتا ہو تو اس نیت کا اجر تو آپ کو مل رہا ہے۔ پھر ان خیالات کے ازالہ کی کیوں کی درخواست کی جائے۔ اور اگر ان خیالات سے کسی اہم کام میں حرج واقع ہوتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ جب کوئی چھوٹی حسنہ بڑی حسنہ کو روکے تو وہ حسنہ حسنہ نہیں رہتی۔ یہ ایک شیطان کا مکر ہے کہ ضروری کام سے نکال کر غیر ضروری کام میں لگاتا ہے۔ اس وقت اس کا ازالہ ضروری ہے اور ازالہ کی تدبیر یہ ہے کہ آپ یہ سوچیں کہ مجھ کو ثواب تو اس قصد سے مل ہی چکا ہے' پھر اگر سامان میں کامیاب نہ ہوا تو غم کیا۔

(۱۸) لایعنی باتوں سے بچیں :

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ طاعون وغیرہ کا مجالس میں اکثر ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ اس ذکر سے کچھ مطلب نہیں ہوتا ہے۔ نہ دعا کا نہ کسی اور تدبیر کا۔ بلکہ محض لغو اور عبث کے طور پر قصہ کہانی کرتے ہیں۔ حالانکہ عبث اور لغو کا مذموم ہونا ظاہر ہے۔ تمام نصوص اور عقلاء کے اقوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ خبریہ کہیں بذاتہا مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ مطلوب اس سے کوئی جملہ انشائیہ ہی ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ علوم جہاں خود علم ہی مقصود ہے۔ جیسے عقائد مثلاً قل ھو اللہ احد میں ھو اللہ احد جملہ خبریہ ہے۔ مگر مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ اعتقاد کرو۔ اور جن علوم سے عمل مقصود ہے وہاں تو بہت ہی ظاہر ہے۔ اب بول چال روز مرہ کی ایک مثال لیجئے۔ مثلاً تعزیت کرنے والا کہتا ہے کہ فلاں کے انتقال کا تو ہمیں بڑا رنج ہوا۔ اب یہ جملہ تو خبریہ ہے۔ مگر مطلب انشاء ہے' یعنی

تم اکیلے ہی اس مرنے والے کے غم میں مغموم نہیں ہو، ہم بھی تمہارے شریک ہیں۔ اس لئے اب تم کو چاہئے کہ غم کو کم کرو۔ کیونکہ غم میں چند شخصوں کا شریک ہونا طبعًا مخفف غم ہے۔ ایسے ہی تمام محاورات میں غور کرنے سے یہ بات بخوبی روشن ہو جائے گی کہ جملہ خبریہ کہیں اصل مقصود نہیں۔ نتیجہ آکر انشائیہ پر ٹھہرتا ہے۔ تو لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ جس خبر سے کوئی غرض اور مطلب انشائی متعلق نہ ہو اس کے ذکر سے بچے۔ کیونکہ وہ لغو ہے۔ اور مومنین کی یہ شان ہے کہ والذین هم عن اللغو معرضون۔ البتہ اگر اخبار عن الطاعون سے یہ مقصود ہو کہ تم دعا کرو، یا یہ مقصود ہو کہ تم وہاں جاؤ، او نحو ذالك من الاغراض الصحيحة تو مضائقہ نہیں۔

(۱۹) تضاعف اجر کی حد نہیں :

ارشاد فرمایا کہ بعض نے جو ارشاد خداوندی انبتت سبع سنابل فی كل سنبلة مائة حبة سے تضاعف حسنات کی تحدید سات سو تک نکالی ہے۔ سو آیت میں درحقیقت تحدید نہیں، بلکہ تکثیر ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک تمرۃ جو راہ خدا میں دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جبل احد کے برابر ہو جاتا ہے اور جبل احد کے اگر ایک تمرۃ کے برابر اجزا بنائے جائیں تو سات سو گنے کیا کروڑوں اربوں گنے تک نوبت پہنچے گی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت میں تحدید مراد نہیں۔ بلکہ تکثیر اجر الٰی مایحصٰی مقصود ہے۔ محاورات میں ایسے اطلاقات ہوتے ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات بول چال میں عدد مخصوص بولا جاتا ہے اور مراد عدد معین نہیں ہوتا۔ بلکہ تکثیر مراد ہوتی ہے۔ جیسا ہمارے محاورے میں بھی بولا جاتا ہے کہ بیسیوں دفعہ یہ کام کیا، پچاس دفعہ کھایا، باوجودیکہ عدد معین بولا گیا ہے، لیکن مراد صرف کثرت ہے نہ عدد مخصوص۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی سبع، سبعین وغیرہ اکثر بول کر مراد کثرت لی جاتی ہے۔ پس

بعض ظاہر بین کو تاہ نظر جو شبہ کیا کرتے ہیں کہ احادیث و روایات میں بعض نعمائے جنت اور عذاب دوزخ کے بیان میں ستر ستر کی تحدید کیوں ہے۔ اس کا جواب ہو گیا کہ بدلالت محاورۂ عرب تحدید مراد نہیں' بلکہ تکثیر مراد ہے۔ اور ہر زبان کے محاورات اور خواص جدا ہوتے ہیں۔

(۲۰) جن کے رتبے ہیں سوا' انہیں سوا مشکل ہے :

ارشاد فرمایا کہ جیسے تجلی رحمت ہے۔ ایسے ہی استتار بھی رحمت ہے۔ اہل حال و اصحاب تجلی بعض دفعہ اگر امور مباحہ سے بھی فائدہ اٹھائیں تو ان سے مواخذہ کیا جاتا ہے اور **تنبیہ** ہوتی ہے۔ ایک عارف ولی کا ذکر ہے کہ انہوں نے ایک روز روٹی کا جلا ہوا اوپر کا چھلکا کھاتے کھاتے توڑ کر الگ رکھ دیا۔ اسی پر ان کو بذریعہ الہام تنبیہ ہوئی کہ کیوں جی اس چھلکے کے واسطے ہمارے آسمانوں نے چکر کھائے اور زمین نے اپنے قویٰ خرچ کیے۔ پھر پس پسا کر پک پکا کر آپ کے سامنے یہ چھلکا آیا اور آپ نے اس کو فضول سمجھ کر الگ پھینک دیا۔ کیا یہ سارا انتظام بیکار تھا۔ اس وقت اس عارف نے جلا ہوا چھلکا کھا لیا۔ اب جلا ہوا چھلکا نہ کھانا مباح تھا' مگر اس عارف کو **تنبیہ** کی گئی بوجہ خصوصیت کے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین۔

ایسا ہی ایک مجذوب صاحب حال کا قول ہے کہ ہم لوگوں کو حال پر گرفت ہوتی ہے۔ تم کو قال پر۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بعض اصحاب صفہ کے قصے کی یہی توجیہ کی ہے۔ یعنی ایک صاحب کے حق میں جو آنحضرت فرماتے ہیں جن کے پاس بعد انتقال کے ایک دینار اور ایک کے پاس دو دینار نکلے تھے۔ کہ یہ اس کے لئے جہنم کا ایک داغ ہے یا دو داغ ہیں۔ مطلب یہ کہ اصحاب صفہ کا حال و وضع اس پر دال تھا کہ ان کے پاس روپیہ جمع نہیں۔ سو اس صحابی نے خلاف حال کے جو جمع کیا تو اس پر تعذیب ہوئی۔

(۲۱) شیخ پر اعتقاد و اعتماد ضروری ہیں :

ارشاد فرمایا کہ طالب کے واسطے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ دو تو بیعت سے پہلے اور دو بیعت کے بعد ہمیشہ تک۔ پہلی دو چیزیں اعتقاد و اعتماد۔ اگر شیخ پر اعتقاد نہ ہو گا تو فائدہ نہیں ہو گا۔ اعتقاد یہ ہونا چاہئے کہ اس کی تعلیم و تربیت میرے لئے سب سے انفع ہے۔ یہی معنی ہیں شیخ کو اوروں سے کامل سمجھنے کے۔ دوسرے اعتماد ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر اعتماد نہ ہو گا اس کی تعلیم و مشورے میں خلجان رہے گا۔ اب دوسری دو جن کی ضرورت بعد بیعت کے ہے' اطلاع اور اتباع ہے۔ کیونکہ بدون اطلاع کے شیخ طالب کے لئے کوئی تجویز یا ترمیم کیسے کرے گا۔ اس لئے کہ ہر شیخ کو صاحب کشف ہونا اور صاحب کشف کے لئے ہر وقت کشف ہونا ضروری نہیں کہ بغیر اطلاع کے اس کو خبر ہو جایا کرے۔ پھر اطلاع کے بعد اتباع ہے جو کہ شیخ نے بتلایا۔ بس اس سے کمی بیشی نہ کرے' اور اپنی رائے سے کچھ نہ کرے۔ اور اگر امر شیخ کے اتباع میں دشواری یا مشقت یا ضرر دیکھے تو اس کی بھی شیخ کو اطلاع کرے۔ شیخ کوئی مناسب تجویز کر دے گا۔

(۲۲) متبع سنت ہی آل نبی ﷺ ہے :

ارشاد فرمایا کہ ارشاد من سلك طريقي فهو الى میں میرے نزدیک من ایسا عام نہیں کہ غیر ذریت کو بھی شامل ہو اور یہ معنی قرار دیا جائے کہ جو بھی میرے طریق پر چلے وہ میری آل ہے' خواہ وہ ذریت اور عترت میں کا ہو یا نہ ہو۔ بلکہ من کی تعمیم خاص ذریت اور عترت ہی میں قرار دے کر یہ معنی لیا جائے گا' کہ میری اولاد میں جو شخص میرے طریق پر چلے گا وہ میری اولاد ہے۔ اور اگر میرے طریق پر نہ ہو گا تو گویا میری اولاد ہی نہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح۔

(۲۳) عرفی معافی کا اعتبار نہیں :

سراجی کے سبق میں تخارج و تصالح کے مقام پر ارشاد فرمایا کہ اہل فرائض کا چونکہ یہی وظیفہ تھا کہ تقسیم ترکے کے متعلق جو سہام و طریقہ حساب وغیرہ کا ہو وہ بیان کریں۔ اس لئے انہوں نے تخارج اور تصالح کے متعلق جو شرائط جواز تھے ان کو ذکر نہیں کیا ہے۔ اور صرف تخارج کا طریق ہی بتلا دیا۔ شرائط سے تعرض اس واسطے نہیں کیا کہ اس کا حکم کتب فقہ کے باب الصلح سے متعلق ہے۔ سو جو تصالح کا طریقہ ہندوستان میں بعض جگہ ہے کہ بہن وغیرہ جس کو حصہ شرعی ملتا ہے زبان سے معاف کردیتی ہے۔ سو زبان سے کہہ دینے سے شرعاً معاف نہیں ہوتا۔ کیونکہ ابراء اعیان میں نہیں ہوتا۔ بلکہ ہبہ کی ضرورت ہے اور بلکہ وہ بدستور اپنے حق کی مالک رہتی ہے۔ اگر کسی وقت بہن کی اولاد اپنے ماموں پر دعویٰ کرے تو وہ شرعاً اپنی ماں کا حصہ لے سکتی ہے۔ ہبہ کے شرائط اس میں موجود نہیں۔ چنانچہ وہ ہنوز مشاع ہے اور اگر بشرائطہا ہبہ بھی کردیا جائے۔ مگر یہ یقینی ہے کہ یہ دینا اوپر کے دل سے بوجہ رواج و خوف ملامت کے ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے: الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفسہ۔ البتہ اگر بہنیں جائیداد اپنے پاس چندے رکھ کر اور اس کا لطف انتفاع دیکھ کر پھر کچھ مدت کے بعد اپنی خوشی سے بھائی کو دے دیں تو یہ دینا البتہ دینا ہے۔

(۲۴) خوشی بطور شکر نعمت ہو تو محمود ہے :

ایک مولوی صاحب نے استفسار کیا کہ بعض دفعہ غسیل یا جدید کپڑا پہننے سے خوشی معلوم ہوتی ہے۔ سو یہ عجب تو نہیں۔ فرمایا خوشی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک فرح بطر جس کی نسبت ارشاد ہے: لا تفرح' اور ایک فرح شکر جس کی نسبت ارشاد ہے قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا۔ سو اگر یہ خوشی

بطور اظہار و شکر نعمت کے ہے تو محمود ہے۔

(۲۵) ایصال ثواب پر اجرت لینا جائز نہیں :

ارشاد فرمایا کہ ایک تو ختم ہے ایصال ثواب کے لئے' مثلاً قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب کسی میت کو پہنچائیں۔ سو اس پر تو اجرت لینا جائز نہیں۔ کیونکہ یہاں مقصود ثواب ہے ورنہ پہنچے گا کیا۔ تو یہ دینی کام ہوا۔ اور اجرت لینے سے ثواب نہیں ملتا۔ اور جب ثواب نہ ملا تو ایصال ثواب کیسے متحقق ہوگا۔ اور ایک ختم ہے قضائے حاجت' حصول شفاء وغیرہ کے لئے۔ سو اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ کیونکہ یہاں ثواب مقصود نہیں۔ کیونکہ دنیوی غرض سے پڑھا ہے۔ سو یہ رقیہ کے حکم میں ہے۔ اور اس پر اجرت کا جواز حدیث میں ہے۔ ایک صحابی نے فاتحہ پڑھ کر رقیہ کیا اور اس کی اجرت بھی لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز فرمایا۔ بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا: اضربوا لی بسھم۔

(۲۶) سورۂ واقعہ کا پڑھنا فراخی رزق کا سبب ہے :

ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہاں عمل حزب البحر کا معمول تھا۔ حالانکہ حضرت عملیات وغیرہ سے بہت مجتنب تھے۔ اس کی وجہ خود فرماتے تھے کہ اس عمل میں فراخی رزق اور دفع شر اعداء کی خاصیت ہے اور یہی دو چیزیں تنگی رزق اور غلبہ اعداء قلب کو مشوش کرکے دل کو توجہ الی اللہ سے باز رکھتی ہیں۔ سو اس نیت سے اس کا عمل دین سے ہے اور اسی طرح سورۂ واقعہ کا پڑھنا جو حدیث میں فراخی رزق کے لئے آیا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۲۷) وعظ کہنے پر اجرت لینا جائز نہیں :

فرمایا کہ بعض متاخرین نے جو وعظ کی اجرت کو جائز لکھا ہے اور تعلیم پر اس

کو قیاس کیا ہے تو اس سے ہر وعظ مراد نہیں۔ بلکہ وہی وعظ ہے جو مشابہ تعلیم کے ہو۔ یعنی جس کا پابند اور تنخواہ دار ہو۔ جیسے معلم پابند اور تنخواہ دار ہوتا ہے۔ تو اس کا مصداق انجمنوں کے تنخواہ داروں کا وعظ ہو سکتا ہے۔ نہ کہ متفرق طور پر جو وعظ ہوتے ہیں کہ ایسا وعظ مشابہ اس کے ہے کہ کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور وہ اس پر اجرت مانگنے لگے جو یقیناً جائز نہیں۔ اور راز اس میں دو ہیں۔ ایک تو یہ ایسے وعظ میں مثل تعلیم کے تاویل حبس کی ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسے تعلیم کتابی میں کسی مفسدے کا احتمال نہیں' کیونکہ معلم اپنی طرف سے کتاب میں کچھ گھٹا بڑھا نہیں سکتا۔ ایسا ہی اس وعظ میں بھی یہ احتمال نہیں ہوتا' کیونکہ جس کام کی تنخواہ پاتا ہے وہ ہر حال میں ملے گی۔ بخلاف اس کے کہ متفرق وعظ پر نذرانہ لیا کرے کہ وہ توقع اجرت کی وجہ سے سامعین کی رعایت کرکے اظہار حق نہ کرے گا۔ اور چونکہ اکثر واعظین اس مفسدے میں مبتلا ہیں' اس لئے بقاعدہ وللا کثر حکم الکل۔ کسی کو اجرت کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں اگر معطی کوئی اور ہو اور سامعین اور لوگ ہوں' جیسے انجمنوں کے واعظ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲۸) توسل کی حقیقت اللہ کی محبوب چیز سے تعلق ہے :

توسل کے معنی میں ارشاد فرمایا کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ایک محبوب چیز سے اپنا تعلق ظاہر اور عرض کرنا' جیسا کہ حدیث شریف میں توسل بالاعمال کے متعلق ان تینوں شخصوں کا قصہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے خالص عمل کے ذریعے سے توسل کیا تھا۔ اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا تھا۔ اس کے معنی یہ تھے کہ اے اللہ! یہ اعمال آپ کے نزدیک محبوب ہیں اور ہم کو ان سے تعلق صدور ہے' اس لئے رحم فرما۔ ایسا ہی بزرگان دین کے ذریعے سے دعا میں توسل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اے اللہ! یہ تیرے محبوب بندے ہیں اور ان سے ہم کو محبت و عقیدت کا تعلق ہے جو تجھے پسند ہے اور تو اس پر رحمت کرتا ہے' اس

لئے ہم عرض کرتے ہیں کہ ہم پر رحم فرمایئے۔

(۲۹) تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا جائز ہے :

ارشاد فرمایا کہ تعلیق تمایم و تعویذ۔ قائم مقام قراءت کے ہے۔ یعنی جو لوگ نہ پڑھ سکیں، مثلاً نابالغ تو ان کے گلے میں لکھ کر تعویذ ڈال دیا جائے اور بڑے جو پڑھ سکتے ہیں ان کو قراءت ہی کرنا اصل ہے۔ دلیل اس کی حدیث عبداللہ بن عمرو ابن العاص کی ہے، جس میں اعوذ بکلمات التامات کا بڑوں کو یاد کرا دینا اور بچوں کے گلے میں لکھ کر لٹکانا آیا ہے۔

(۳۰) صدقہ میں کسی جانور کو ذبح کرنا ضروری نہیں :

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ بیمار کی طرف جو بکری وغیرہ ذبح کرتے ہیں، یہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس میں محض صدقہ مقصود نہیں ہوتا، بلکہ خود ذبح کو شفا میں اس خیال پر موثر سمجھا جاتا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہو جائے گا۔ اور یہ شرع میں بجز عقیقہ کے کہیں معہود نہیں۔ اور اگر عقیقہ پر قیاس کرنے لگیں تو اس پر اس کا قیاس ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ عقیقہ تو خود خلاف قیاس مشروع ہے۔ دوسری چیز کا قیاس اس پر صحیح نہیں جیسا اصول میں مذکور ہے۔

(۳۱) بعض دقیق مسائل کو علمائے ربانیین ہی سمجھتے ہیں :

ارشاد فرمایا کہ بعض رسوم اس قدر قلوب میں جاگزیں ہو جاتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء اور صلحاء بھی باوجود کثرت تقویٰ اور طہارت ان رسوم سے آگاہ نہیں ہوتے۔ اور ان میں تساہل برتتے ہیں۔ اور یہ تساہل ان کو بوجہ حسن ظن کے پیش آتا ہے۔ اور وہ عام لوگوں کے اغراض و عقائد پر مطلع نہیں ہوتے اور ان رسوم کے مفاسد متعدیہ کی طرف جو مآل کار ظاہر ہوتے ہیں، بوجہ دقیق ہونے کے ان کی نظریں نہیں پہنچتیں۔ ان مفاسد کا معلوم کرنا ایسے ہی شخص کا خاص حصہ ہے جس

کو اللہ تعالٰی نے ان کے قلع قمع کے واسطے پیدا کیا ہو۔ چنانچہ حکایت ہے کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ اپنے چچا جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث کے گھر تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا کہ عورتوں نے بی بی کی صحنک کی ہے۔ مولانا شہید نے اس کو منع فرمایا۔ اس پر ان کے چچا شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے فرمایا کہ اسماعیل یہ تو ایصال ثواب ہے' تو اس میں کیا ہرج ہے۔ مولانا شہید نے جواب دیا کہ یہ بھی تو اسی حجر میں داخل ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے: وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم۔ چنانچہ اس میں بھی یہ شرطیں لگائی جاتی ہیں کہ عورتیں کھائیں' مرد نہ کھائیں۔ اور وہ بھی سوہاگنیں کھائیں۔ ایسی ہی کفار کی اس رسم کی شروط تھیں۔ شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ واقعی اب تک یہ بات ہماری سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی اور حقیقت یہی ہے جو تم کہتے ہو۔ ایسا ہی حضرت سید احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کا قصہ مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ ہوا ہے' اور وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت سید صاحب مفتی صاحب کے گھر تشریف لائے۔ گھر کے اندر سے ایک لڑکا ماما کی گود میں باہر لایا گیا۔ جس کے ہاتھوں میں چاندی یا سونے کے کڑے تھے۔ اور وہ لڑکا مفتی صاحب کے خاندان کا تھا۔ حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ تو حرام ہے۔ مفتی صاحب نے ماما سے فرمایا کہ والدہ سے کہہ دینا کہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حرام ہیں۔ تھوڑی دیر میں پھر ماما آئی اور مفتی صاحب سے کہا کہ آپ کو والدہ بلاتی ہیں۔ فرمایا کہ چلو آتے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر میں تقاضا ہوا اور یہی جواب ملا۔ کئی بار کے بعد سید صاحب نے فرمایا کہ والدہ بلاتی ہیں۔ ہو آیئے۔ کچھ ضرورت ہوگی۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت کچھ بھی ضرورت نہیں۔ ایک فضول واہیات کام کے واسطے بلاتی ہیں۔ سید صاحب نے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ شادی ہے اور چاول کوٹنے کے لئے موسل میں ڈورا

بندھواتی ہیں۔ سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ تو شرک ہے۔ اس پر مفتی صاحب نے ماما سے فرمایا کہ والدہ سے کہہ دو کہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ یہ شرک ہے۔ یہ باتیں جس مجلس میں ہو رہی تھیں اس میں ایک شخص نے مفتی صاحب سے دلیری سے یہ کہا کہ کیوں حضرت سب باتیں سید صاحب ہی فرماتے ہیں۔ آپ بھی کچھ فرماتے ہیں۔ آپ نے کس واسطے پڑھا تھا۔ گویا آپ کچھ جانتے ہی نہیں۔ اس پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ بھائی سچ یہ ہے کہ ہماری مثال اس صندوق کی سی ہے جو جواہرات سے پر ہو۔ مگر وہ صندوق ان جواہرات کی قدر و قیمت کو نہیں پہچانتا۔ بلکہ جوہری پرکھ کر ہر ایک کی قیمت بتلاتا ہے۔ اسی طرح ہم نے سب کچھ پڑھا مگر جو سید صاحب نے سمجھا وہ ہم نے نہ سمجھا۔ تو سید صاحب جوہری ہیں اور ہم صندوق ہیں۔

ایسا ہی ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بہت بڑے عالم پیر بھائی نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ذکر کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایک چلہ کروں اور اس میں ترک حیوانات بھی کروں۔ اس پر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب توبہ کیجئے' یہ تو بدعت ہے۔ کیونکہ ترک حیوانات کو قرب الٰہی میں دخل نہیں مولانا چونک اٹھے اور فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ حضرت حاجی صاحب کی شان علم کے متعلق اس ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب سے اپنی یہ حالت بیان کی کہ میرا جی مرنے کو چاہتا ہے اور یہ تقاضا اس قدر شدت سے ہے کہ اگر چندے یہ حالت رہی تو عجب نہیں کہ خودکشی کرلوں اور چونکہ یہ تمنائے موت ہے اور تمنائے موت خلاف مشروع ہے اور خلاف مشروع حالت مذموم ہے تو میری یہ حالت مذموم ہے۔ اس پر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کو مقام ولایت نصیب ہوا۔ مبارک

ہو۔ قال اللّٰہ تعالٰی ان زعمتم انکم اولیاء للّٰہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین۔ اور فرمایا کہ تمنائے موت مذموم ہے کہ مصیبت اور بیماری وغیرہ سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے اور اگر اللہ تعالٰی کی محبت اور شوق میں ہو تو مذموم نہیں۔ من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہٗ۔

(۳۲) دنیوی وجاہت سے سب کو حصہ ملتا ہے :

ارشاد فرمایا کہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی بنی اسرائیل کو فرماتے ہیں کہ وجعل فیکم انبیاء۔ اور اس کے آگے فرماتے ہیں وجعلکم ملوکا یعنی ملوک تو سب کو فرمایا۔ اور انبیاء میں فیکم فرمایا کہ انبیاء بعض ہیں۔ اس میں نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت تو بعض افراد کے ساتھ خاص ہوتی ہے مگر سلطنت جس قوم کی ہوتی ہے اس کا ہر فرد عرفاً صاحب سلطنت سمجھا جاتا ہے۔

(۳۳) ہر چیز اپنی ایک حد تک محمود ہے :

ایک وعظ میں ان خاص لوگوں کے لئے فرمایا جو کہ خالص توبہ کر کے ذکر و شغل میں مشغول ہوں کہ بار بار گناہ کا یاد کرنا ان لوگوں کی حالت کے مناسب نہیں۔ کیونکہ توبہ تو ہو چکی ہے جس کی قبول کی امید غالب ہے۔ اب پھر بار بار کے گناہ کے یاد کرنے سے ذکر میں ایک قسم کا حجاب حائل ہو جاتا ہے اور ذکر میں نشاط نہیں رہتا۔ ہر چند کہ گناہ کا یاد کرنا فی نفسہ امر محمود ہے۔ مگر اس کی بھی ایک حد ہے۔ حد سے آگے کیسا ہی امر محمود ہو محمود نہیں رہتا۔ دیکھئے طبیب اگر کسی بیمار کے نسخے میں چھ ماشے سناء لکھے اور وہ مریض یہ خیال کرکے کہ یہ چیز مفید ہے جب طبیب نے لکھی ہے تو جتنی بڑھائی جائے گی فائدہ ہو گا۔ تولہ بھر یا اس سے زیادہ ڈال لے تو ظاہر بات

ہے کہ سناء فائدے کی چیز تھی اور طبیب نے مفید سمجھ کر لکھی تھی۔ مگر خاص ہی مقدار تک مفید ہے اور اس سے زائد مریض کے لئے سخت مضر ہوگی۔ یہی حال اعمال باطنی کا ہے۔ نصوص میں تدبر کرنے سے اس کا پتہ لگتا ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا بھی ارشاد ہے کہ قبول توبہ کی علامت گناہ کا بھول جانا ہے۔ یعنی اس کا خیال پر غالب نہ رہنا۔ مگر بعد توبہ ہو۔ اور اگر قبل ہے تو وہ غفلت ہے۔ اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ جن دوستوں میں کبھی مخالفت رہ چکی ہو' اگر دوستی میں اس کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ایک دوسرے کے دل پر میل آجاتا ہے اور عورتوں میں یہ عادت زیادہ ہے کہ اتفاق و محبت کی حالت میں دشمنی کے زمانہ کے تذکروں کو لے بیٹھتی ہیں۔ جس سے محبت مکدر ہو جاتی ہے اور وہ نصوص جن میں غور و فکر کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہے یہ ہیں: لیغفر لك اللّٰہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ اس میں ایک تو یہ بحث ہے کہ ذنب کا اطلاق کیا گیا صاحب نبوت کے حق میں جو کہ معصوم ہے۔ یہ بحث جداگانہ ہے' اس کو مسئلہ مذکورہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں پر مقصود اس کے ذکر سے یہ ہے کہ پہلے گناہوں کی معافی تو سمجھ میں آسکتی ہے' لیکن پچھلے گناہوں کی معافی جو ابھی تک ہوئے ہی نہیں' کیا معنی۔ تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ خوف و خشیت کا غلبہ تھا' اگر آپ کو آئندہ گناہوں کی معافی دے کر تسلی نہ دی جاتی تو اندیشہ تھا کہ غلبہ خوف سے اسی فکر میں آپ پریشان رہتے۔ کہ کہیں آئندہ کوئی امر خلاف مرضی نہ ہو جائے۔ اس لئے آپ کو آئندہ کے لئے بھی مطمئن کر دیا گیا۔
دوسری آیت اس کی موید یہ ہے کہ حق جل و علیٰ سلیمان علیہ السلام کو فرماتے ہیں کہ ھٰذا عطاءنا فامنن او امسك بغیر حساب۔ اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ بغیر حساب کو عطاءنا کے متعلق کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ عطا بے حساب ہے' یعنی کثرت سے ہے۔ اور دوسرا احتمال اور وہ بہت موجہ معلوم ہوتا ہے

یہ ہے کہ بغیر حساب کو فامنن اور امسک دونوں کے متعلق کیا جائے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ آپ پر دینے اور روک رکھنے میں کوئی حساب اور مواخذہ نہیں۔ چونکہ سلیمان علیہ السلام پر غلبہ خوف کے ہر اعطاء و امساک میں یہ خیال رہتا کہ شاید یہ اعطاء یا امساک بر محل ہوا ہے یا نہیں۔ کہیں دینے میں اسراف یا امساک میں بخل نہ ہو گیا ہو اور یہ خلجان مانع حضور خاص تھا۔ تو اس لئے سلیمان علیہ السلام کو مطمئن کر دیا کہ اعطاء و امساک میں مطلقاً آپ سے کچھ مواخذہ نہیں کیا جائے گا۔ آپ اس کی فکر نہ کریں اور اصل کام میں لگے رہیں۔ مگر ایسے ارشادات اہل خوف کے لئے ہیں، کیونکہ ان سے خلاف امر اور عصیان کا صدور ہی مستبعد ہے۔ اب اس سے زیادہ خوف ان کے حق میں مضر ہے۔ اس لئے ان کو اطمینان دلایا جاتا ہے۔

"لا تخافوا خواہست نزد خائفان"

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے استغفار میں و ما انت اعلم بہ منی یا استغفرك مما تعلم ولا اعلم۔ مطلب یہ کہ جو گناہ مجھ کو معلوم ہیں ان سے بھی معافی چاہتا ہوں اور جو معلوم نہیں اور آپ ان کو جانتے ہیں ان سے بھی۔ تو معلوم ہوا کہ توبہ کے وقت تمام گناہوں کا استحضار ضروری نہیں کہ خواہ نخواہ کرید کرید کر تلاش کیا جائے کہ یہ خود ایک مشغلہ مانع حضور ہے۔ بس یہ کافی ہے کہ سب گناہوں سے اجمالاً مغفرت مانگ لے اور توبہ کر کے اپنے کام میں لگے۔ دوسری جگہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں دعا میں کہ ومن خشیتك ما تحول بیننا وبین معاصیك۔ یعنی اے اللہ! اس قدر خشیت چاہتا ہوں کہ مجھ میں اور تیری نافرمانی میں آڑ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ خشیت مقصودہ کی بھی ایک حد ہے۔ اس سے زیادہ یا تو مضر بدن ہے کہ آدمی مرجائے یا مضر روح ہے کہ مایوس ہو جائے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے شوق کی بھی ایک حد بیان فرمائی ہے۔

اسئلك شوقا الی لقائك فی غیر ضراء مضرة ولا فتنة مضلة۔ چونکہ شوق اور عشق کا غلبہ کبھی ہلاکت اور مضرت کی نوبت پہنچاتا ہے۔ جس سے اعمال میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اور اصل مقصود اور ذریعہ قرب اعمال اور امتثال اوامر ہی ہے اور کبھی غلبہ شوق میں ادب کی حد سے گزر جاتا ہے۔ اور سخنان بے ادب جیسے اکثر عشاق غلبہ حالت میں کہتے ہیں کہنے لگتا ہے اور یہ بے ادبی موجب ضرر دین ہے۔ گو غلبہ کی حالت میں عفو ہو مگر کمال نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ جامع ہیں ادب و اطاعت و محبت کے۔ اس لئے دعاء میں فرماتے ہیں کہ اسئلك شوقا الی لقائك فی غیر ضراء مضرة۔ اس سے تو ضرر اول کی نفی ہو گئی جو سبب انقطاع اعمال ہو جائے اور اس کے بعد فرمایا: ولا فتنة مضلة۔ اس سے ضرر ثانی کی نفی ہو گئی جو بے ادبی کی طرف منقضی ہو جائے۔ ان سب آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر چیز محمود اپنی خاص حد تک ہے۔ حد سے بڑھ جائے تو محمود نہیں رہتی۔ بس شیخ اکبر کی تحقیق کا ماخذ درحقیقت غور اور تعمق سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث ہی ہے 'البتہ سخن شناسی اور فہم صحیح کی ضرورت ہے۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست　　سخن شناس نہ ای دلبرا' خطا اینجاست

وکم من عائب قولاً صحیحا　　وافتہ من الطبع السقیم

(۳۴) تنقیح کے بعد جواب دینا چاہئے :

ایک شخص کا خط آیا کہ ایک واعظ صاحب فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت ایک دفعہ تو واجب ہے اور دوسری دفعہ منع ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ آیا یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ اگر ٹھیک ہے تو خیر ہے۔ اور اگر ٹھیک نہیں تو اس قسم کا اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اسی قسم کے ایک دو مسئلے پہلے بھی آ چکے ہیں۔ ایک شخص نے لکھا تھا کہ ایک واعظ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ جو عشاء کی سنت پڑھے وہ کافر ہے۔

ایک ایسا ہی مضمون شہادت کربلا کے متعلق تھا۔ اس قسم کے مسائل میں جو غلط فہمی سے سائل کچھ کا کچھ سمجھ کر پوچھتا ہے اور اس بناء پر جواب حاصل کر کے بانی فساد بنتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ میرا معمول جواب میں یہ ہے کہ لکھ دیتا ہوں کہ انہوں نے کچھ اور فرمایا ہو گا۔ عالم آدمی کبھی اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔ آپ نے غلطی سے کچھ اور خیال کر لیا ہے اور اگر واقعی یہی بات ہے تو خود ان کے ہاتھ سے لکھوا کر بھیجئے۔ فرمایا کہ پھر کوئی کچھ نہیں لکھتا۔ یہ طرز رفع فتنہ و انسداد فساد کے لئے بہت مستحسن ہے۔

(۳۵) اصل رونا دل کا ہے :

ایک دفعہ کسی شخص نے یہ لکھا کہ میں حج سے پہلے روتا تھا۔ اب رونا نہیں آتا۔ اس لئے یہ غم رہتا ہے کہ حالت کہیں پہلے سے خراب نہ ہو گئی ہو۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ جواب لکھا کہ ایک رونا ہے آنکھ کا۔ سو وہ اختیار میں نہیں اور غیر اختیاری کا نہ ہونا موجب تردد نہیں۔ اور ایک رونا ہے دل کا۔ سو وہ آپ کو حاصل ہے۔ چنانچہ مغموم رہنا اس کی علامت ہے۔ پس کوئی فکر کی بات نہیں۔

(۳۶) تکثیر نوافل کی بجائے معاصی سے رکنا اہم ہے :

ارشاد فرمایا کہ تکثیر اعمال و اشغال و نوافل تو نفس پر آسان ہے' کیونکہ یہ وجودی شے ہے۔ دوسرے بھی اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس لئے اس میں نفس کو حظ بھی ہوتا ہے اور اس میں عجب یا ریاء یا طلب جاہ کا موقع بھی مل سکتا ہے۔ اور جو اعمال عدمی ہیں جیسے معاصی سے رک جانا' مثلاً کوئی شخص غیبت نہیں کرتا۔ یہ نفس پر بہت گراں ہیں۔ کیونکہ اس میں ایک تو حظ نہیں۔ دوسرے ریاء یا طلب جاہ محتمل نہیں۔ کیونکہ یہ محل مشاہدے کا نہیں۔ اور کوئی اس کی طرف التفات بھی نہیں کرتا۔ اس لئے نفس کو موقع ریاء یا طلب جاہ کا نہیں ملتا۔ حالانکہ احادیث

میں اس کا اہتمام زیادہ آیا ہے اور اس کو ورع کہتے ہیں۔

(۳۷) ایصال ثواب میں عین شی نہیں پہنچتی :

ارشاد فرمایا کہ بعض جہلاء کے برتاؤ سے یہ شبہ پڑتا ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایصال ثواب میں جو چیز دی جاتی ہے وہی پہنچتی ہے۔ چنانچہ بچے کے ثواب پہنچانے میں دودھ۔ اور شہدائے کربلا کے ثواب بخشنے میں شربت علیٰ ہذا۔ سو کلام مجید میں اس کا رد صریح موجود ہے۔ لن ینال اللّٰہ لحومہا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔

(۳۸) اعمال پر دوام سے حب خداوندی حاصل ہو جاتی ہے :

ارشاد فرمایا کہ پیلی بھیت میں ایک بزرگ تھے۔ میں نے ان سے ایک دفعہ عرض کیا کہ کوئی بات بتلائیے جس سے خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑو۔ میں نے ان کے ارشاد کے موافق اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔ فرمایا کیوں کچھ گرمی پیدا ہوئی۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمانے لگے بس اسی طرح رگڑتے رگڑتے محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳۹) حسن کلام حسن ظن کی فرع ہے :

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا۔ لوگ جنازے کے لئے جا رہے تھے کہ ہوا زور سے چلنے لگی اور مٹی اڑنے لگی۔ ایک شاعر صاحب ظریف بھی ساتھ تھے۔ ان کو اس موقع پر مادۂ تاریخ انتقال یہ سوجھا کہ "مٹی خراب"۔ ایک صاحب دل بھی اس مجمع میں تھے۔ فرمانے لگے کہ میاں مسلمان کے لئے ایسی بات کیوں کہتے ہو۔ یوں کہو کہ مات بخیر۔ عجب کمال کیا کہ اس میں تمام وہی حروف ہیں جو پہلے مادے میں تھے۔ صرف ترتیب بدلنے سے کیا سے کیا ہو گیا۔

(۴۰) اشراف نفس کا خیال اشراف نہیں :

ایک دفعہ ایک بڑے محقق عالم عارف نے یہ شبہ پیش کیا کہ بعض اوقات بعض مخلصین کو جو کہ اکثر ہدیہ دیتے رہتے ہیں دیکھ کر خیال ہو جاتا ہے کہ شاید ہدیہ دیں۔ اس کے بعد وہ دیتے بھی ہیں تو اس کے قبول کرنے میں یہ خلجان ہوتا ہے کہ وہ خیال اشراف نفس تھا۔ اور اشراف نفس کی حالت میں ہدیہ کا قبول کرنا خلاف سنت ہے۔ اس لئے قبول کرنے میں تامل ہوا کرتا ہے۔ اس شبہ کے جواب میں فرمایا کہ حدیث میں یہ اشراف مراد نہیں بلکہ وہ اشراف ہے کہ اگر وہ شخص ہدیہ نہ دے تو دل میں ملال پیدا ہو' اور اگر وہ شخص نہ دے اور کوئی ملال نہ پیدا ہو یہ مضر نہیں۔ تو ان بزرگ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور موافقت کی۔

(۴۱) استقامت کرامت سے افضل ہے :

ایک شخص نے آکر درخواست بیعت کی۔ دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ اس نے بیان کیا کہ میں ایک بارات میں آیا تھا' وہاں سے بہ ارادۂ بیعت یہاں آیا ہوں۔ فرمایا کہ یہ کام ایسا نہیں کہ دوسرے کام کے ساتھ ہو۔ یہ تو دلیل بے رغبتی کی ہے۔ اس لئے اب میں بیعت نہ کروں گا۔ خاص کر اسی لئے مکان سے آنا چاہئے۔ اس وقت گفتگو ہو گی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت جنیدؒ کی خدمت میں بارادۂ بیعت حاضر ہوا اور دس برس ان کی خدمت میں رہا۔ بعد دس برس کے عرض کیا کہ یا حضرت! میں تو آپ کو بزرگ سن کر حاضر ہوا تھا۔ مگر میں نے یہاں کوئی بات بزرگی کی نہیں دیکھی۔ فرمایا کہ وہ بزرگی کی کیا بات ہے۔ اس نے عرض کیا کہ کشف و کرامت۔ فرمایا کہ اس دس برس کی مدت میں تو نے کوئی خلاف شریعت و خلاف سنت مجھ سے ہوتے دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ خلاف شریعت تو کوئی بات نہیں دیکھی۔ فرمایا کیا یہ تھوڑی کرامت ہے کہ دس برس میں کوئی بات

خلاف شرع نہ ہو۔

(۴۲) مالیخولیا میں بھی کشف ہوتا ہے :

ارشاد فرمایا ایک صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں۔ خود بھی عالم ہیں اور ان کے والد بھی عالم ہیں۔ ان کو صورتیں نظر آتی تھیں اور آوازیں معلوم ہوتی تھیں۔ بعض اچھی باتیں بھی معلوم ہوتی تھیں اور بعضے تلبیسات بھی ہوتے تھے۔ کبھی یہ آواز آتی تھی کہ تم غوث ہو' قطب ہو۔ میں سمجھ گیا کہ ان کے دماغ میں یبوست ہے۔ علاج کیا۔ سب باتیں جاتی رہیں۔ آجکل لوگ ان باتوں کو بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کتب طبیہ شرح اسباب وغیرہ میں لکھا ہے کہ مالیخولیا میں بھی کشف ہوتا ہے۔

(۴۳) مرید طالب صادق ہو :

ارشاد فرمایا کہ جب تک اس قدر اشتیاق غالب نہ ہو جیسے پیاسے کو پانی کا اشتیاق ہوتا ہے' اس وقت تک مرید نہ ہونا چاہئے۔

(۴۴) ولی رانبی می شناسد :

کچھ تفاوت مذاق اولیاء اللہ کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ یہ تفاوت تو خود انبیاء علیہم السلام میں ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہے قولا لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے واغلظ علیھم۔ پھر فرمایا کہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام میں تفصیلاً و تعییناً فرق نکال کر ایک کو دوسرے پر تفضیل دیتے ہیں' یہ مجھ کو ناپسند ہے۔ اس لئے کہ ان کے مذاق اور حالات کا پورا ادراک ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبرؒ کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مذاق کو اولیاء بھی ادراک نہیں کر سکتے۔ انبیاء کے مذاق کو انبیاء ہی جان سکتے ہیں۔ جس طرح اولیاء کی حالت عوام نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ قول مشہور ہے کہ ولی را ولی می شناسد۔ پھر

فرمایا کہ ایک صاحب کا قول ہے کہ ولی کو ولی بھی نہیں پہچان سکتا۔ بلکہ ولی را نبی می شناسد و نبی را خدا می شناسد۔ اور تطبیق ان دونوں قولوں میں یہ ہے کہ پہلا قول تو ان حالات کے متعلق ہے جو متحد ہوں۔ اور دوسرا قول ان اذواق کے متعلق ہے جو متغائر ہوں اور کل ذوقیات کی یہی کیفیت ہے کہ بدون حصول ذوق کے میسر نہیں۔

(۴۵) مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی فراست :

فرمایا کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سفر کو تشریف لے چلے۔ اور لحاف اپنا اس طرح تہہ کیا کہ ابرا اوپر کی جانب کیا۔ ایک صاحب نے بایں خیال کہ گرد و غبار سے ابرا خراب ہو جائے گا' حسب دستور استر اوپر کردیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ابرا خراب ہو جائے گا۔ اس لئے میں نے استر اوپر کردیا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ کیا لحاف ہمارے دماغ سے اچھا ہے۔ استر پر گرد و غبار جمے گا اور سوتے وقت وہ بذریعہ سانس کے دماغ میں پہنچے گا۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ حکیم یہ لوگ ہیں۔ ورنہ بظاہر تو ایسی بات ہے جو حکم عقلی پر دلالت کرتی ہے۔

(۴۶) دعا میں ادب کا خیال رکھے :

ارشاد فرمایا کہ اس وقت تلاوت کے وقت اس آیت کے متعلق قل اللّٰھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر۔ ایک نکتہ خیال میں آیا' اس کو لکھ لیا۔ وہ یہ کہ اوپر سے اضداد کو بیان فرمایا ہے اور اس کی تعلیل میں ارشاد ہے بیدک الخیر۔ حالانکہ اوپر دونوں ضدوں کا ذکر ہے۔ خیر کا بھی شر کا بھی۔ چنانچہ تعز خیر ہے۔ اور تذل شر۔ اس کا مقتضا یہ ہے کہ بیدک الخیر والشر فرماتے۔ چنانچہ مفسرین نے والشر مقدر کہا ہے۔ مگر مقدر ماننے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ

قدرت ضدین کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔ پس یہ کہنا کہ بیدك الخیر یہ خود ہی بیدک الشر ہے۔ لیکن من جملہ آداب سوال کے یہ بھی ہے کہ صرف مطلوب کو ذکر کرتے ہیں۔ اس کی ضد کو ذکر نہیں کرتے۔ گو مسئول منہ دونوں پر قادر ہوتا ہے۔ مثلاً سائل ملازمت یہ نہیں کہتا۔ آپ کے اختیار میں ملازمت دینا بھی ہے اور موقوف کرنا بھی۔ پھر تفسیر اپنی دیکھی۔ اس میں دوسری وجہ لکھی ہے۔ وہ بھی لطیف ہے جو وہاں مذکور ہے۔

(۴۷) ہاتھ پھیلانے والا پاؤں نہیں پھیلا سکتا :

فرمایا کہ ایک عالم صاحب ظاہر شاہجہاں کے ساتھ کسی کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ کامل جس طرح پاؤں پھیلائے تھے پھیلائے رہے۔ ملا صاحب نے عرض کیا کہ اتنا بڑا سلطان حاضر خدمت ہوا اور آپ نے کچھ بھی اس کی تعظیم نہ کی۔ فرمایا میاں! جب تک ہاتھ پھیلائے تھے پیر سمیٹے رہے۔ اور جب سے ہاتھ سمیٹا پیر پھیلائے۔ ایسے ہی ایک مرتبہ ایک درویش نے اپنی گدڑی مرید کو چیلڑ یعنی جوئیں چننے کے لئے دی۔ اور خود حجرے کے اندر جاکر ذکر میں مشغول ہو گئے۔ ناگہاں اکبر بادشاہ حاضر ہوا۔ مرید نے بادشاہ کو دیکھ کر آواز دی۔ درویش نے کنڈی کھول کر پوچھا کیا ہے؟ مرید نے عرض کیا کہ حضرت بادشاہ تشریف لائے ہیں۔ فرمانے لگے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ میں تو سمجھا کہ بڑی سی چیلڑ پکڑی ہے۔ اس کے دکھلانے کے لئے پکارا ہے۔ پھر بیان کیا کہ حضرات کاملین کا ملنا مختلف طور پر ہے۔ ہمارے مرشد قبلہ حاجی صاحبؒ کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی امیر حاضر خدمت ہوتا' آپ اس کی تعظیم فرماتے' اور فرماتے تھے کہ جب امیر فقیر کے دروازے پر آیا وہ امیر کب رہا' فقیر ہو گیا۔ اور فقیر کی تعظیم میں کیا ہرج۔ چنانچہ بزرگوں کا قول ہے: نعم الامیر علیٰ باب الفقیر وبئس الفقیر علیٰ باب الامیر۔ پس یہ تعظیم اس کی امارت کی نہیں' اس کے نعم ہونے کی ہے۔

(۴۸) ہر جمائی شیطان کی طرف سے نہیں :

ایک شخص نے عرض کیا کہ نماز میں جمائی آتی ہے۔ فرمایا حدیث شریف میں التثاوب من الشیطان آیا ہے۔ لیکن اگر نماز میں ذوق شوق ہو اور اس حالت میں جمائی آئی تو شیطان کی طرف سے نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ وہ اسباب طبعیہ سے ہے اور التثاوب من الشیطان قضیہ مہملہ ہے' قوت میں جزئیہ کے ہے اور کل تثاوب من الشیطان نہیں فرمایا۔

(۴۹) جذب و محبت سرمایہ سالک ہیں :

فرمایا شیطان جو مردود ہوا وجہ یہ ہوئی کہ سالک محض تھا۔ جذب و محبت کا مادہ اس میں بالکل نہ تھا۔ اور اگر جذب ہوتا تو ایسی بے ادبی سے اعتراض نہ کرتا۔ سالک محض کی حالت خطرے سے خالی نہیں۔ لوگوں کو چاہئے کہ مادہ جذب کا بھی پیدا کریں۔ جس کا طریق کثرت ذکر و صحبت اہل محبت ہے۔

(۵۰) اسوہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے :

فرمایا بزرگوں سے بعضے امور منقول ہیں۔ اس میں مصلحتیں ہیں۔ یا کچھ دواعی خاص ہیں۔ مگر آجکل درویشوں نے ایسا غلو کر لیا ہے کہ حدود شرعیہ سے متجاوز ہو گئے ہیں۔ اور شرع شریف کا مطلقاً لحاظ نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بیکار مبعوث ہوئے تھے؟ یاد رکھو بغیر شریعت ہرگز نجات نہیں ہے۔ آج کل کے قلندر لوگ جو داڑھی منڈاتے ہیں' اس کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ہمارے خاندان کے شیخ نے ایسا کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بات یہ ہوئی تھی کہ کوئی شیخ لڑکپن سے ریاضت و مشاہدے میں مشغول تھے۔ بعض ریاضات سے بعضے مواد کو ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ بال جھڑ جاتے ہیں یا جمتے نہیں۔ ان شیخ کے بال نہ جمے تھے۔ اب غیر اختیاری ہیئت میں اتباع شیخ کرنے لگے۔ حالانکہ شیخ کا قصدی فعل نہ تھا۔

(۵۱) کشف و کرامت کا طالب نہ ہونا چاہئے :

فرمایا خوارق یعنی کشف و کرامت کوئی کمال کی چیز نہیں۔ اگر اس میں کمال ہوتا تو دجال کو ایسے خوارق کیوں دیئے جاتے کہ جب چاہا پانی برسا دیا۔ شیطان انسان کے رگ و پے و خون کے اندر پھرتا رہتا ہے۔ باوجود اتنے بڑے تصرف کے پھر مردود ہی رہا۔ البتہ بزرگوں سے جو خوارق عادت صادر ہوتے ہیں حکمت اس میں ہدایت غیر مہتدی و تثبیت قلب مہتدی ہوتی ہے۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ کفار نے معجزہ طلب کیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست معجزے کی حق تعالیٰ سے کی۔ مگر وہاں سے حکم ہوا وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بھا الاولون۔ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی درخواست نامنظور ہوئی جو ظاہراً شان محبوبیت کے خلاف ہے۔ مگر چونکہ یہ کوئی بڑی چیز نہ تھی' اس لئے ایسا حکم ہوا۔ حق تعالیٰ کی درگاہ میں تو محبوب تر اور بڑا کمال عبدیت ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ جس سے معلوم ہوا کہ بندگی مقصود ہے' بلکہ بعض اولیاء کرام کرامت کے صادر ہونے سے رویا کرتے اور یہ خوف ہوتا کہ کہیں عجب پیدا نہ ہو جائے اور کچھ ابتلاء نہ ہو جائے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس جنت سے شربت آیا۔ رونے لگے۔ پوچھا گیا کہ اس نعمت سے خوش ہونا چاہئے' نہ کہ رونا۔ فرمایا کہ ڈرتا ہوں کہیں یہ استدراج غضب نہ ہو۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ معلم کے پاس دو لڑکے ہوں۔ معلم صاحب ایک کو سزا دیں' دوسرے کو چھوڑ دیں۔ یہ سوچ کر کہ کل سبق یاد نہ کرکے نہ لایا تو خوب سزا دوں گا۔ لڑکا تو خوش ہوا کہ میں بچ گیا۔ مگر نہیں معلوم معلم صاحب کے جی میں کیا ہے۔ طالب صادق کو چاہئے کہ فرمانبردار رہے۔ کشف و کرامت کا طالب نہ ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مقصود حقیقی تک پہنچے گا۔

(۵۲) شریعت پر عمل کے بغیر تقرب حاصل نہیں ہوتا :

فرمایا فی زمانا شریعت لوگوں کی نظروں میں مبتذل اور حقیر ہو رہی ہے۔ ذرہ برابر اس کی قدر نہیں کرتے۔ آج کل کے صوفیوں کی یہ حالت ہے کہ کلکتہ، عظیم آباد کی خبریں بتاتے ہیں۔ ایک نظر اٹھا کر کسی کو بیہوش کر دیا۔ رنگا ہوا کپڑا پہن لیا۔ شریعت جس کا چھوٹا سا چھوٹا قانون دستور العمل بنانے کے قابل' راستہ ایسا صاف کہ نہ کہیں عقبات ہیں نہ خطرات۔ ان مدعیوں نے اس کو بالائے طاق رکھ چھوڑا ہے۔ گویا اس سے کچھ سروکار ہی نہیں۔ ایسے لوگ خدا رسیدہ مقرب بارگاہ مانے جاتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے اپنی ڈینگ کی لیا کرتے ہیں۔ اہل شریعت کو گالیاں دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بغیر شریعت اگر تقرب حاصل کرنا چاہے تو ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ امت محمدیہ کا ادنی شخص جو ان پڑھ ہے وہ ثواب اور جزاء و عطاء میں ایک بڑے کامل عارف کے برابر ہے۔ اگرچہ فرق اس قدر ہے کہ وہ عارف ہے' یہ محض مقلد ہے۔ مگر جو عمل کے برکات ہیں وہ غیر عارف کو بھی میسر ہوں گے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ پلاؤ دو شخصوں کے سامنے موجود ہے۔ ایک شخص تو پلاؤ کے اجزاء و ماہیت سے واقف ہے' دوسرا واقف نہیں۔ مگر پلاؤ کے استعمال سے جو قوت جاننے والے کو حاصل ہے وہی اس کو بھی حاصل ہے۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا سہل الاصول طریقہ مقرر فرمایا کہ کوئی شخص اس کے برتنے سے محروم نہ رہے۔ عارف ہو یا عامی۔ آجکل کے عارف کو اگر واردات قلب پر ہونے لگے تو بس اپنے کو مقرب بارگاہ تصور کر لیا۔ حالانکہ واردات و کشف وغیرہ میں کبھی ابتلاء بھی ہوتا ہے۔ شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں: علم بلاواسطہ' اور علم بواسطہ۔ علم بلاواسطہ میں رحمت بھی ہے اور ابتلاء بھی۔ اور بواسطہ میں رحمت محض ہے۔ بواسطہ جیسے کہ بواسطہ انبیاء علیہم السلام۔ اور بلاواسطہ جس طرح کشف اور واردات۔ ارشاد فرماتے ہیں: وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ آپ

تو رحمت محض ہیں۔ آپ کے واسطے سے جو ملے گا رحمت ہی ہو گا۔ اب ابتلا کا کیا شبہ ہوا۔ نہایت بد قسمتی کی بات ہے کہ آپ کے سوا دوسرے ذرائع تقرب کے تلاش کئے جائیں۔

(۵۳) کشف حجاب نورانی ہے :

ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ ایک شخص میرے پاس آئے۔ فرمانے لگے مجھے اپنا قلب نظر آنے لگا۔ مدت کی ریاضت سے یہ حاصل ہوا ہے۔ میں نے کہا کہ سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہوا۔ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کی نظر دیوار تک پہنچتی ہے۔ دوسرے شخص کو دیوار کی پشت پر جو الماری ہے وہ نظر آنے لگی۔ یا مثلاً ڈاکٹر آلات کے ذریعے سے جگر وغیرہ دیکھ لیتا ہے۔ ایک شخص ہے کہ اپنی نظر کے زور سے لحم و شحم غشاء کو توڑ کر اندر کی چیزوں کو دیکھ لیا۔ یہ تو صاحب آلات بھی کر لیتا ہے۔ پھر کیا کمال ہوا۔ وہ صاحب اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے۔ پھر میں نے سمجھایا کہ دیکھئے چار مرتبے ہیں: مرتبہ لاہوت' مرتبہ جبروت' مرتبہ ملکوت' مرتبہ ناسوت۔

مرتبہ لاہوت و مرتبہ جبروت بھی غیر مخلوق ہے۔ غیر مخلوق صفات اجمالیہ تفصیلہ اس کا جس قدر انکشاف ہے وہ بیشک مقصود ہے۔ باقی دو مرتبے جو مخلوق ہیں وہ حجاب ہیں۔ مرتبہ ملکوتی حجاب نورانی ہے۔ اور مرتبہ ناسوتی حجاب ظلمانی۔ تو حجاب ظلمانی سے حجاب نورانی تک پہنچ گئے۔ یہ کیا کمال ہوا۔ ایک مخلوق سے گزر کر دوسری مخلوق تک پہنچے۔ اس سے بھی ترقی کر کے کہتا ہوں کہ مرتبہ ناسوتی چونکہ مبتذل و حقیر ہے' اس وجہ سے چنداں حاجب نہیں۔ برخلاف مرتبہ ملکوتی کے وہ زیادہ حاجب ہے۔

(۵۴) اصل مطلوب رضا ہے :

فرمایا سالک کو کسی چیز کی ہوس نہ چاہئے۔ کوئی ذوق شوق کا متمنی ہے۔ کوئی

رقت قلب کی خواہش کرتا ہے۔ کسی کو کشف و کرامت کی تمنا ہے۔ کوئی جنت کو مقصود سمجھ کر اس کا طالب ہے۔ حالانکہ کسی چیز کی بھی طلب و ہوس نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ عبد کے معنی ہیں مالک کے سامنے سر جھکا دینے کے اور جو حکم ہوا اس پر بسر و چشم قبول کر کے عمل کر لینے کے۔ پھر عبد ہو کر کسی چیز کی ہوس کرنا کہ مجھے یہ ملے وہ ملے۔ یہ ہوس حقیقت میں فرمائش ہے مالک پر' اور یہ کیونکر جائز ہو گا۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ حدیث شریف میں آیا ہے: اللھم انی اسئلك رضاك والجنة۔ یہاں پر جنت کا سوال کیا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس سوال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ فلاں صاحب سے کہاں ملاقات ہو گی؟ جواب ملے کہ باغ میں! اس پر وہ شخص باغ میں جانے کا آرزومند ہے' تو حقیقت میں وہ باغ مقصود بالذات نہ ہو گا۔ بلکہ مقصود وہ صاحب ہیں۔ مگر چونکہ وہ باغ میں ملیں گے' اس لئے اس کی تمنا ہوتی ہے۔ جو اس مقام پر رہتے ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں مقصود رضا ہے۔ جس کو جنت پر مقدم فرمایا ہے۔ مگر چونکہ اس کا حصول جنت میں ہو گا' لہٰذا جنت کا بھی سوال کیا گیا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ورضوان من اللہ اکبر۔ یہاں پر رضاء کو جنت سے اکبر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بڑی چیز یہی ہے۔ پھر یہ نکتہ بیان کیا کہ اس اکبر کی تحصیل کے لئے ذریعہ بھی اکبر ہونا چاہئے۔ سو فرماتے ہیں: ولذکر اللہ اکبر۔ معلوم ہوا کہ وہ ذریعہ ذکر اللہ ہے۔ تمام احکام پر عمل کرنے سے ذکر اللہ ہی مقصود ہے۔

(۵۵) دعا ہر صورت میں قبول ہوتی ہے :

فرمایا: اجابت دعا کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ بعینہ وہ شے مطلوب مل جائے۔ دوسری صورت یہ کہ کوئی بلا آنے والی ٹل جائے۔ مگر انسان کو چونکہ خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہوا۔ کون سی بلا ٹل گئی۔ ایسے وقت بہت سے اوہام اور شکوک انسان کو گھیر لیتے ہیں اور عدم قبول کا شبہ ہونے لگتا ہے۔ حالانکہ وعدہ ہے

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ حدیث شریف میں آیا ہے دعا مانگتے وقت اجابت کا یقین رکھو۔ جب شک اور شبہ کی ممانعت ہے تو پھر دعا مقبول کیونکر نہ ہوگی۔ البتہ صورت اجابت بعض اوقات یہ ہوتی ہے کہ بلا سے محفوظ ہوگیا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ شے مطلوب ذخیرہ رکھ دی جاتی ہے۔ مثلاً کوئی لڑکا نادان اشرفی روپیہ مانگے۔ تو بعض اوقات اس کے نام سے کسی تجارت کی کوٹھی میں جمع کردیتے ہیں۔ اور بوجہ نادانی خود اس کو نہیں دیتے۔ کہ جب ہوشیار ہوگا لے کر حسب مصلحت خرچ کرلے گا۔ اب لے کر بجز اس کے کہ خراب کرے اور کیا کرے گا۔ حق تعالیٰ بھی اپنے بندے کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ کہ اس مسئول سے اچھی نعمت آخرت میں ذخیرہ فرمادیتے ہیں۔

(۵۶) نبی صاحب ولایت بھی ہوتا ہے صاحب نبوت بھی :

فرمایا دو قول مشہور ہیں۔ بعض نے کہا ہے: الولایۃ افضل من النبوۃ' اور بعض نے کہا ہے: النبوۃ افضل من الولایۃ۔ پس اس امر میں اختلاف ہے کہ کون افضل ہے۔ بعض نے مرتبہ ولایت کو ترجیح دی' کیونکہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق۔ اور توجہ الی الحق ظاہر ہے کہ توجہ الی الخلق سے افضل ہے۔ مگر اس سے افضل ہونا ولی کا نبی سے لازم نہیں آتا۔ کیونکہ نبی صاحب ولایت بھی تو ہیں۔ تو اس کی ولایت کے اس کی نبوت سے افضل ہونے میں کوئی بعد نہیں۔ اور بعض نے مرتبہ نبوت کو افضل قرار دیا ہے۔ لیکن فیصلہ یہ ہے کہ نبوت باعتبار اپنے معنی مطابقی کے ولایت سے افضل ہے۔ کیونکہ مرتبہ نبوت صرف توجہ الی الخلق نہیں۔ بلکہ توجہ الی الحق اور توجہ الی الخلق دونوں کا نام ہے۔ کیونکہ نبی عین توجہ الی الخلق کے وقت متوجہ الی الحق بھی ہے۔ بلکہ اس کی توجہ الی الخلق بوجہ امر من اللہ ہونے کے عین توجہ الی الحق ہے۔ اور باعتبار معنی تضمنی یعنی صرف توجہ الی الخلق کے وہ ولایت سے افضل نہیں ہے۔ پس

جس نے ولایت کو افضل کہا حقیقت میں معنی نبوت میں اس نے اپنی اصلاح خاص مقرر کرلی۔

(۵۷) اولیاء اللہ کو مختار سمجھنا شرک ہے :

فرمایا شرک جس کی نسبت وعید ہے ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرك به' اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو مستحق عبادت سمجھنا۔ اور عبادت کہتے ہیں کسی کے سامنے نہایت تضرع و تذلل سے پیش آنے کو۔ چونکہ حق تعالیٰ قادر مطلق و خالق رازق ہیں' ان کو غیرت آتی ہے کہ سوا ان کے کسی دوسرے کے سامنے غائت تضرع و تذلل سے پیش آئے۔ مثلاً دو شخص ہوں۔ ایک ان میں بڑے مرتبے کا ہے اور اس بڑے مرتبے والے نے کسی سائل کو کچھ دیا اور سائل بجائے اپنے معطی کے دوسرے کی ایسی ہی تعریف و توصیف کرنے لگے جو اس کے لئے چاہئے تھی' تو طبعی بات ہے کہ معطی کس قدر غضبناک ہوگا۔ اسی طرح حق تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے۔ جو لوگ مزارات پر اولیاء اللہ سے سوال کرتے ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ آیا محض وسیلہ سمجھ کر سوال کرتے ہیں' یا کوئی امر اس سے زائد ہے۔ سو مشرکین عرب بھی بتوں کی عبادت وسیلہ قرب الٰہی سمجھ کر کرتے ہیں۔ چنانچہ مذکور ہے: مانعبدھم الا لیقربونا الی اللّٰہ زلفٰی نہ خدا سمجھ کر۔ مگر پھر بھی وہ مشرک قرار دیئے گئے۔ سو سمجھنے کی بات یہ ہے کہ وسیلے میں بھی دو صورتیں ہیں۔ مثال سے فرق معلوم ہوگا۔ مثلاً ایک کلکٹر ہے۔ اس کے پاس ایک منشی نہایت زیرک عاقل ہے۔ کلکٹر نے اپنا سارا کاروبار حساب و کتاب اس منشی کے سپرد کردیا ہے اور اس کے ذمہ چھوڑ دیا ہے۔ اور ایک دوسرا کلکٹر ہے' اس کے پاس بھی منشی ہے۔ مگر کلکٹر زبردست عادل ہے۔ اپنا کاروبار خود دیکھتا رہتا ہے۔ منشی کے ذمہ نہیں چھوڑا۔ اب اگر کوئی شخص اس منشی زیرک کے پاس جو پہلے

کلکٹر کے پاس ہے' جس کے سپرد سب کام ہے کوئی درخواست پیش کرے تو کیا سمجھ کر پیش کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ منشی کو کاروبار میں دخیل سمجھ کر پیش کرے گا۔ اور اسی واسطے اس کی خوشامد کرے گا کہ یہ خود سب کام کرتے ہیں گے۔ کیونکہ ان کے کل کام سپرد ہیں۔ کلکٹر تو فارغ بیٹھا ہے۔ گو ضابطے سے دستخط وہی کرے گا۔ مگر اس منشی کے خلاف کبھی دستخط نہ کرے گا۔ اور اگر دوسرے کلکٹر کے منشی کے یہاں عرضی دی جائے گی تو محض اس خیال سے کہ کلکٹر زبردست ہے۔ رعب والا ہے' اس کے سامنے کون جا سکتا ہے۔ اس منشی کے ذریعہ سے درخواست کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس منشی کو تقرب حاصل ہے۔ یہ وہاں پر پیش کردے گا۔ کیونکہ کل کام خود کلکٹر دیکھتا ہے۔ اب دیکھئے ان دونوں صورتوں میں کس قدر فرق ہے۔ عوام اہل مزار سے اکثر پہلی صورت کا سا برتاؤ کرتے ہیں۔ ان کے افعال اعمال سے یہ ظاہر ہے۔ پھر شرک نہیں تو کیا ہے؟ برخلاف محض وسیلہ سمجھنے کے۔ پس شرع شریف میں عبادت غیراللہ جہاں صادق آئے گا گو بہ نیت توسل ہی کیوں ہی' وہ شرک ہو گا۔ غرض توسل جائز مگر تعبد التوسل شرک۔

(۵۸) شیطانی مکائد بہت باریک ہوتے ہیں :

فرمایا شیطان ایسا شریر ہے کہ بعض اعمال کو اچھے پیرایہ میں دکھلا کر اس کام میں مشغول کردیتا ہے کہ ظاہر میں نہایت خوب معلوم ہوتا ہے' مگر اس میں کچھ ابتلاء ہوتا ہے اور پھر شیطان کی طرف سے اس میں اثر ہیجان کا ہوتا ہے' جس سے اس کی پسندیدگی و مقبولیت کا شبہ مولد ہو جاتا ہے۔ مثلاً سماع ہے کہ اس میں بعض کو رقت طاری ہوتی ہے اور وجد ہوتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طلب حق میں سرگرداں ہے اور یہ شخص بھی سمجھتا ہے کہ محبت حق میں مستغرق ہوں' مگر ہر حالت من جانب اللہ نہیں ہوتی۔ بے علم انسان کے قلب میں یہ بات پیدا ہو جاتی

ہے کہ خدا کی یہ صورت ہے' یہ شکل' یہ ہیئت' ایسا جمیل ہے اور اسی کو خدا تصور کرتا ہے۔ بعض چندے اس پر عقیدہ کرلیتا ہے۔ جب عقیدہ ہوگیا تو جب سماع میں محبوب کے اوصاف پڑھے گئے تو اس صورت معتقدہ کو پیش نظر کرکے اس کی طلب میں بے قراری پیدا ہوئی' وجد ہوا' رقت طاری ہوئی اور جو کچھ ہوا غلط عقیدے سے ہوا اور شیطان کے دھوکے سے ہوا۔ شیطان کبھی ایسا کرتا ہے کہ ایک آسمان سامنے لا کھڑا کردیتا ہے' جس میں فرشتے نظر آتے معلوم ہوتے ہیں۔ جو نادان ہیں اس کو واقعی تصور کرلیتے ہیں۔ مگر عارفین فی الفور سمجھ جاتے ہیں کہ وہ نہ آسمان ہے نہ فرشتے' محض خیالات یا جنود ابلیس ہیں۔ ایسے وقت میں بغیر شیخ کامل کام نہیں چلتا۔ آدمی نہایت دھوکہ میں پڑجاتا ہے۔

(۵۹) اسلام کے ہر حکم میں حکمت ہے :

فرمایا ٹھیکہ دینا ہمارے فقہاء علیہم الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تین برس سے زائد جائز نہیں۔ کیا حکمت ہے۔ سبحان اللہ! ایسا انتظام فرمایا کہ پھر کبھی کوئی قابض نہ ہوجائے۔

(۶۰) حاجی صاحبؒ کا سماع نعتیہ اشعار کا سننا تھا؟

فرمایا ہمارے مرشد قبلہ حاجی صاحب جب تھانہ بھون میں قیام پذیر تھے تو کبھی کبھی اشعار نعتیہ سنتے بلا آلات۔ ایک شخص پختہ عمر کے صالح تھے۔ ان کو کبھی بلالیا کرتے تھے' وہ یہ پڑھا کرتے تھے :

مرحبا سید مکی مدنی العربی : دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اکثر ہمارے حضرت مرشد اور ذاکرین اپنے اپنے حجروں میں سب لوگ بیٹھ جاتے اور اندر ہی اندر کیفیت ہوتی اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ حالت تھی سماع سننے کی۔ فی زماننا کس قدر غلو ہے۔

(۶۱) مجذوب معذور ہے :

فرمایا محبت میں کبھی شورش ہوتی ہے اور کبھی انس۔ اس کے الوان مختلف ہیں۔ جب انس حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتا ہے تو انبساط بڑھ جاتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور شطحیانہ کلام سرزد ہونے لگتے ہیں۔

(۶۲) کشف غیر اختیاری ہے :

خادم کی اس عرض پر کہ لطائف مشکل سے کھلتے ہوں گے' فرمایا کہ نہیں۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں: ایک تو جاری ہونا اور یہ تصور اور حبس دم سے جلد ہو جاتا ہے۔ دوسرے انوار کا نظر آنا اور یہ کشف ہے اور کشف اختیاری نہیں۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ شیخ کامل کی توجہ سے تو ضرور کھل جاتا ہو گا۔ فرمایا ہاں صاحب تصرف ایسا کر سکتا ہے۔ مگر اس کو بقاء نہیں ہے۔

(۶۳) قلب کا ذکر اللہ کی یاد ہے :

فرمایا کہ صرف لطائف میں حرکت پیدا ہونے سے قلب ذاکر نہیں ہوتا' بلکہ یادداشت ہونی چاہئے۔

(۶۴) شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت بنانے پر قادر نہیں :

فرمایا: حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شخص خواب میں دیکھے خواہ کسی صورت میں دیکھے وہ صورت حلیہ شریف کے موافق ہو یا نہ ہو' محققین اہل باطن کے نزدیک بیشک آپ کو دیکھا اشکال اور صورت میں فرق ہونا رائی کی قلب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر اور شکل میں دیکھا تو یہ زنگ قلب کی وجہ سے ہے۔ تصفیہ کی حاجت اور ضرورت ہے۔ علیٰ ہذالقیاس بعض کا ارشاد ہے کہ اپنے شیخ کامل کو اگر دیکھے اس کا بھی یہی حال ہے۔ شیطان اس کی صورت میں بھی متمثل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

اولیاء اللہ نائب ہیں رسول اللہ ﷺ کے اور یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ گو متمثل نہیں ہو سکتا مگر کہہ سکتا ہے کہ میں فلاں ہوں۔ پھر باقی رہا یہ کہ جی میں کیونکر معلوم ہوا۔ تو بات ہے کہ مومن کا قلب قبول نہ کرے گا اگر شیطان ہو گا۔ اور عدم تمثل کی وجہ بعض نے یہ لکھی ہے کہ حضور پر نور ﷺ مظہر ہیں اسم ہادی کے اور شیطان مظہر ہے اسم مضل کا۔ پس بوجہ اس تقابل اور تضاد کے شیطان متمثل نہیں ہو سکتا۔

(۶۵) صحابی ہونے کے لئے عہد نبوت کا ہونا بھی ضروری ہے :

فرمایا کہ خواب یا بیداری میں کشف کی وجہ سے جو رویت آنحضرت ﷺ کی ہوتی ہے اس سے آدمی صحابی نہیں ہوتا۔ اس فضیلت میں عہد نبوت کو بھی دخل ہے۔

(۶۶) نسبت مالک حقیقی سے تعلق خاص کا نام ہے :

فرمایا: نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ مالک کے ساتھ ایک خاص لو لگ جائے اور یہ بات سینہ بہ سینہ آ رہی ہے۔ بغیر صحبت کامل میسر نہیں ہوتی' اور جو چیز سینہ بہ سینہ مشہور ہے کہ اہل اللہ کے پاس ہے وہ یہی ہے۔

(۶۷) مکمل گوشہ نشینی اختیار کرنا مناسب نہیں :

فرمایا: کہ آدمی کو بالکل گوشہ نشین ہونا ٹھیک نہیں۔ ہر کام کو اپنے اوقات مقررہ پر کرے۔ دنیا کا کام اپنے وقت میں' درود و وظائف اپنے وقت میں' حتیٰ کہ گاہ گاہ لطیف اور مختصر مزاح بھی اپنے اور دوسرے مسلمان کی تفریح اور تطییب قلب کے لئے اپنے موقع میں کر لینا مفید ہے۔ اس طرح پر سب کام چلتا رہے گا' ورنہ بالکل گوشہ نشین ہونے سے بعض اوقات طبیعت میں شوق اور امنگ کا مادہ ضعیف ہو جاتا ہے اور بدون اس کے کام چلنا دشوار ہے۔

بہشتی دروازہ میں داخل ہونے کا مطلب اولیاء اللہ کی راہ پر چلنا ہے

فرمایا بعض مقام پر بہشتی دروازہ ہے۔ میں نے اپنے استاذ علیہ الرحمہ سے دریافت کیا تھا تو فرمایا تھا کہ شاید کسی شیخ نے اپنی جماعت کے لئے بہشتی ہونے کی دعا کی اور اس وقت ان کو الہام ہوا ہو گا کہ اگر اس وقت اس راستہ سے نکل جائے تو بہشتی ہے۔ انہوں نے ظاہر کیا ہو گا' لوگوں نے حکم مستمر قرار دیا۔ واللہ اعلم اور اس وعدۂ بشارت میں اس دروازہ کو کوئی دخل نہ تھا' بلکہ ایک صورت تھی تعیین مصداق و محل اس بشارت کی۔

(۶۹) حال اور مقام میں فرق ہے :

فرمایا بعد تکمیل کسی کو مقام رجاء مل جاتا ہے۔ کسی کو خوف' کسی کو اور کچھ اور قلب میں نسبت کا رسوخ ہوجاتا ہے۔ یہ مقامات ہیں اور احوال دوران تکمیل میں پیش آتے ہیں۔ کوئی حال ایسا ہوتا ہے کہ اس سے بعض کا انتقال ہو گیا۔ امام غزالیؒ کو بھی دس برس تک قبض رہا' اس کے بعد بے شمار علوم کا فیضان ہوا۔

(۷۰) طاعت کی دعا قبول نہ ہونے میں بھی حکمت ہے :

فرمایا بعض اوقات انسان بعض غیر واجب طاعت کی دعا کرتا ہے اور قبول نہیں ہوتی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے حق میں وہ عجب و ریا کا ذریعہ بننے والی ہو گی۔ ان امور کو بجز حق سبحانہ وتعالیٰ کے اور کون معلوم کر سکتا ہے۔ بعض اوقات انسان سے گناہ ہو جاتا ہے اور وہ اس کے لئے کسی حکمت کا سبب ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ گاہے بعد صدور معصیت کے حزن و ندم پیدا ہوتا ہے جس سے صفائے باطن میسر ہوتا ہے۔ ان حکم پر کون مطلع ہو سکتا ہے بجز حق تعالیٰ جل جلالہ کے' لیکن یہ خاص حکمت دائمی نہیں۔ پس اس کے بھروسہ اگر کوئی اطاعت میں کبھی معصیت پر جرات کرے گا وہ زندیق ہو گا۔

(۷۱) غلام کو رضاو تسلیم اختیار کرنی چاہئے :

فرمایا انسان کو چاہئے کہ اپنے کو مستقل نہ سمجھے' بلکہ یہ خیال کرے کہ میں غیر کے ملک میں ہوں اور یہ کبھی نہ خیال جمائے کہ فلاں حالت پر ہوتا تو بہتر تھا۔ بلکہ رضاء و تسلیم اختیار کرنا چاہئے۔ ورنہ پریشانی بڑھتی ہے۔ جیسے بیل بندھا ہوا ہو' وہ اپنے آپ کو جس قدر کھینچے گا اور گلا پھنسے گا اور جس قدر کھونٹا سے جس میں بندھا ہوا ہے قریب ہوگا راحت پاوے گا۔ انسان کو بھی یہی خیال کرنا چاہئے۔

(۷۲) اہل تعلق کو مذموم نہ سمجھے :

فرمایا کہ انسان کو بالکل اہل تجرد ہونا اور اہل تعلق کو مذموم سمجھنا نہ چاہئے۔ جو لوگ بے تعلقی اختیار کئے ہوتے ہیں ان کی یہ بے تعلقی اہل تعلق ہی کی بدولت قائم ہے۔ ورنہ تمام حوائج بند ہو جاویں۔

(۷۳) تمام کمالات عطائے حق ہیں :

فرمایا اہل باطن کا عجیب حال ہوتا ہے۔ ایک بزرگ نے اپنا بایاں پیر مسجد کے اندر سہواً رکھ دیا۔ گھبرا گئے۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضرت اس قدر پریشان کیوں ہوئے؟ فرمایا مجھے خوف ہوا ایسا نہ ہو کہ ترک اتباع سنت سے نور باطن جو کچھ عنایت ہوا سلب ہو جاوے۔ فی زماننا اباحت کا ایسا دروازہ کشادہ ہو رہا ہے کہ ان امور کا تو کیا فرائض و محرمات تک کا بھی کچھ خیال نہیں ہے۔

(۷۴) اختلاف تعبیر کا منشاء :

فرمایا میری رائے ناقص میں اتحاد و تغائر نفس و روح و قلب و عقل میں اختلاف نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ امور متغائرہ میں کوئی نہ کوئی مابہ الاشتراک ضرور ہوتا ہے۔ جس نے مابہ الاشتراک پر نظر کی سب کو حقیقت واحدہ کہہ دیا' جس نے

مابہ الامتیاز پر نظر کی سب کو متغائر کہہ دیا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۷۵) ایمان تصدیق اختیاری کا نام ہے :

فرمایا آیت سورۂ یونس سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے تکلم بکلمۃ الایمان کیا۔ وجود تصدیق پر کوئی کلمہ دال نہیں۔ سو اس سے عنداللہ اس ایمان کا مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر مان لیا جاوے کہ تصدیق بھی تھی تو یہ تصدیق اضطراری تھی جو کہ اکثر کفار کو حاصل ہے۔ کما قال اللّٰہ تعالٰی یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ اور خود فرعون کو بھی قبل سے تھی۔ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما و علوا۔ مگر فرق اتنا تھا کہ اس سے پہلے تکلم نہیں کیا تھا' اس وقت تکلم کیا۔ سو یہ تکلم ممکن ہے کہ عذاب غرق سے بچنے کے لئے ہو نہ انقیاد و تسلیم کے طور پر۔ جس طرح اس کی نظیر پہلے بھی ہوئی تھی۔ قالوا یا موسی ادع لنا ربك بما عهد عندك۔ لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لك ولنرسلن معك بني اسرائیل۔ الی آخرہ۔ اور ایمان مامور بہ اور مقبول وہ ہے جس میں تصدیق اختیاری ہو اور تکلم انقیادی ہو۔ اس لئے اس آیت سے اس کا مومن مقبول الایمان ہونا ثابت نہیں ہوتا' اور جو قول حضرت شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کی طرف منسوب ہے حسب تحقیق شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ جیسا کہ الیواقیت والجواہر میں ہے وہ شیخ اکبر کے کلام میں مدسوس ہے۔ دوسرے نصوص سے اس کا ناری ہونا صاف ثابت ہوتا ہے' جس میں تاویلات کی گنجائش نہیں ہے اور خود شیخ کی آخری تصنیفات میں فرعون کا ناری ابدی ہونا درج ہے' جیسا کہ الیواقیت میں ہے۔ اور ایسے احتمالات و تاویلات سے تو کوئی کلام خالی نہیں۔

(۷۶) ایمان اور اطمینان الگ الگ چیزیں ہیں :

فرمایا اطمینان اور چیز ہے اور ایمان اور چیز۔ اس میں فرق قرآن مجید سے سمجھنا چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: رب ارنی کیف تحی الموتی۔ ارشاد ہوا: اولم تومن۔ عرض کیا: بلی ولکن لیطمئن قلبی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تو تھا' یعنی تصدیق مگر اطمینان کی طلب تھی اور وہ فرق یہ ہے کہ ایمان تو فقط تصدیق سے ہے۔ اور اطمینان وہ کیفیت خاص ہے جو بعد مشاہدہ ہوتی ہے۔

(۷۷) بندہ کی مشیت اور اللہ کی مشیت میں فرق ہے :

فرمایا مشیت دو ہیں: مشیت عباد' مشیت رب۔ بندہ کے افعال بمشیت بندہ ہیں۔ مگر وہ مشیت معلول ہے بمشیت رب قال اللہ تعالیٰ: وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔ اور بندوں کے افعال بمشیت بندہ کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشیت اول افعال کی علت قریب ہے۔ اور مشیت رب علت بعیدہ اور نسبت علت قریبہ کی طرف کیا کرتے ہیں۔ قدریہ اور جبریہ ایک مشیت پر نظر کر کے راہ حق سے بھٹک گئے۔ اہل سنت و جماعت کی نظر دونوں مشیتوں پر ہے۔ صراط مستقیم پر قائم رہے۔

(۷۸) مولود شریف میں مفاسد نہ ہوں تو بھی مقتدا کے لئے شرکت درست نہیں :

فرمایا مولانا فتح محمد صاحبؒ بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب عمت فیوضہم مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور مولود شریف کے جلسے میں ہمارے حضرت حاجی صاحب قبلہ بلائے گئے۔ حضرت مرشد قبلہ نے جناب

مولانا رشید احمد صاحب سے خطاب کرکے فرمایا کہ آپ بھی چلتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ چلتا تو ضرور' کیونکہ اس مولود شریف میں مفاسد نہیں۔ نہایت احتیاط کے ساتھ ہے۔ مگر میں ہندوستان میں وہاں کے مفاسد کی وجہ سے منع کرتا ہوں۔ اب میرا جانا سند ہوگا۔ جس پر حضرت مرشد قبلہ حاجی صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جس قدر نہ جانے سے خوش ہوا۔

(۷۹) نماز میں خیالات کا لانا منع ہے :

فرمایا خیالات اگر عبادت کے اندر آویں' کچھ پرواہ نہ کرنا چاہئے اور ان کی رفع میں زیادہ کاوش نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ اور زیادہ آویں گے۔ البتہ خیالات کا خود لانا برا ہے۔ اور آنا کچھ بھی برا نہیں۔ قلب مثل ایک دریا کے ہے کہ بے شمار موجیں اس میں اٹھتی ہیں۔ اس لئے اگر خیالات آویں آنے دو' بلکہ بعض اوقات اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر وہ نہ آویں تو شیطان کو موقع ملتا ہے کہ قلب میں زیادہ بے ہودہ برے خیالات پیدا کرتا ہے۔ ع "ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ۔"

(۸۰) ہمارے لئے اسباب کا ترک جائز نہیں :

فرمایا فی زماننا ضعفاء زیادہ ہیں۔ اس لئے اسباب کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے شیطان کو موقع ملتا ہے پریشان کرنے کا۔ اور احیانا اس میں کچھ غلطی ہوجاوے تو اپنے کو خاطی سمجھ کر توبہ کرتا رہے' اسباب کو ترک نہ کرے۔ کیونکہ ترک اسباب سے بعض اوقات جو مفاسد پیدا ہوجاتے ہیں وہ اس غلطی سے اقبح ہوتے ہیں۔ البتہ اگر شیخ کامل تجویز فرماوے تو اور بات ہے۔

(۸۱) دوام عمل نافع ہے :

فرمایا کسی کام کو سہل سمجھ کر ترک نہ کرے' بلکہ ہمیشہ کرتا رہے۔ اس کا نفع

(۸۲) اللہ تعالیٰ کے لئے جمع کا صیغہ شان عظمت کا بیان ہے :

فرمایا کلام اللہ میں کہیں صیغہ واحد متکلم کا ہے، کہیں جمع کا مثلاً الیوم اکملت لکم دینکم میں واحد متکلم ہے۔ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک، میں جمع متکلم ہے۔ غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس مقام پر رحمت اور شفقت کا مضمون ہے وہاں واحد متکلم کے ساتھ ارشاد فرماتے ہیں۔ چنانچہ آیت مذکورہ میں تکمیل دین کا ذکر تھا، جو سراسر نعمت ہے۔ اس لئے اکملت لکم فرمایا۔ اور جہاں شان جلال و استغناء اور عظمت کا بیان ہے وہاں جمع کا صیغہ آیا ہے کہ تم نے ایسا کیا ہم ایسا کریں گے۔ یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔

(۸۳) نماز میں الفاظ کو توجہ سے پڑھنا دافع خیالات ہے :

فرمایا نماز میں جی لگنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے پڑھتا ہے اس میں ہر ہر لفظ پر مستقل ارادہ کرکے پڑھے۔ صرف یاد سے پڑھتا نہ چلا جاوے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جمیع خیالات رفع ہو جاویں گے اور جی لگنے لگے گا۔

(۸۴) پہلے ذکر لسانی، پھر قلبی، پھر مراقبہ ہے :

فرمایا خلاصہ دستور العمل کا یہ ہے کہ اول اسم ذات کا ذکر لسانی کرے، پھر قلبی یعنی شغل، پھر مراقبہ۔ اور یہ سب اس کثرت سے کرے کہ حال ہو جاوے اور ہمارے حضرت مرشد حاجی صاحب قبلہ کے یہاں تمام لطائف میں سے قلب پر زیادہ توجہ مقصود ہے۔

(۸۵) اہل سنت والجماعت کو عقائد کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا

چند سائلین نے دریافت کیا کہ ۷۲ فرقہ جن کی نسبت ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے: کلھم فی النار الا امۃ واحدۃ۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ وجہ اشکال کی یہ

تھی کہ اگر فی النار کا یہ مطلب ہے کہ ابد کے لئے جاویں تو کفار میں اور ان میں کیا فرق ہوا۔ حالانکہ یہ سب فرقے اہل اسلام ہی کے ہیں، پھر اہل سنت کے استثناء کے کیا معنی؟ جواب دیا کہ یہ لوگ ابد کے لئے نہ جاویں گے بلکہ بعد سزا سب کی نجات ہوگی۔ یعنی جن کو ایمان و تصدیق قلبی حاصل ہے ان کو نجات ہوگی گو ۷۲ فرقہ میں سے ہو اور تخصیص ان بہتر (۷۲) کی اس اعتبار سے ہے کہ ان کو عقائد فاسدہ پر بھی عذاب ہوگا، جس میں اہل سنت شریک نہیں اور اعمال پر سزا ہونے میں سب شریک ہیں اور تصدیق کی قید اس لئے لگائی کہ اگر کسی مبتدع کو ایسا غلو ہو جاوے کہ وہ حد ایمان ہی سے خارج ہو جاوے تو وہ اسلام ہی سے خارج ہے۔ اس کی ابدیت ناریت میں کوئی اشکال نہیں۔ بعض نے دریافت کیا کہ کیا رنڈیوں کو بھی نجات ہے۔ فرمایا ہاں نجات ہے، کیونکہ ایمان و تصدیق قلبی تو ہے گو معصیت میں مبتلا ہیں۔

(۸۶) تاویل کرنے والا کافر نہیں ہوتا :

فرمایا کہ مبتدعین کافر نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث میں تاویل کرتے ہیں تکذیب نہیں کرتے۔ تکذیب سے کفر لازم آتا ہے، تاویل سے نہیں لازم آتا۔ مگر اس میں اتنی اور شرط ہے کہ وہ تاویل ضروریات دین میں نہ ہو۔

(۸۷) غنا کے لئے حزب البحر اور یا مغنی کا ورد مجرب ہے :

فرمایا حزب البحر اطمینان رزق اور مقہوری اعدا کے لئے مجرب ہے اور یا مغنی کا ورد گیارہ سو مرتبہ بعد نماز عشاء اول آخر درود شریف گیارہ بار وسعت رزق کے لئے بہت مفید ہے۔

(۸۸) کیفیت استغراقیہ کمال نہیں :

فرمایا کیفیت استغراقیہ جو حضرات صوفیہ سے متوسطین کو حاصل ہوتی ہے کوئی بڑا کمال نہیں ہے۔ جیسا کہ عام لوگ سمجھ رہے ہیں۔ اگر استغراق بڑا مرتبہ

ہوتا تو آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد صادر نہ ہوتا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ نماز کو طول دوں، مگر نماز میں کسی بچہ کی آواز سن کر تخفیف کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں پریشان نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت آپ کو استغراق نہ ہوتا تھا' البتہ محمود ضرور ہے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم اور خلیفہ خاص نے جو کہ ماشاء اللہ صاحب کشف بھی ہیں' یہ خیال کر کے کامل صلوۃ دو رکعت تو پڑھ لیں۔ تمام شرائط و آداب کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر شوق ہوا اس کی حقیقت دریافت کرنے کا۔ پس اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ منکشف ہو جاوے تو کیا دیکھا ایک حسین عورت زیور سے آراستہ سامنے آئی۔ مگر اندھی ہے۔ ان صاحب کو تعجب ہوا کہ شرائط و آداب میں تو کوئی کمی نہیں ہوئی۔ پھر آنکھیں کور کیوں دیکھیں۔ ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کیا فوراً حضرت صاحب نے اپنے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا کہ غالباً تم نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہو گی۔ سو چونکہ ہمارے حضور پر نور ﷺ آنکھیں بند کر کے نماز نہ پڑھتے تھے' بلکہ آنکھیں کشادہ ہوتیں۔ یہ خلاف سنت ہوا۔ اس وجہ سے یہ نقصان نظر آیا۔

(۸۹) فناء نفس کے بعد مجازی حسن میں رغبت نہیں ہوتی :

فرمایا شعراء کی اصطلاح میں شاہد معشوق کو کہتے ہیں۔ اصل میں یہ اصطلاح صوفیہ کی ہے۔ یہ لفظ عربی ہے۔ اس کے معنی گواہ کے ہیں۔ بعد مجاہدات کے فناء نفس کا امتحان اس طرح تجویز کیا گیا ہے کہ اگر سامنے کوئی حسین معشوق آجاوے اور اس کی وجہ سے حالت میں تغیر پیدا نہ ہو تو وہ معشوق گویا گواہ اور شاہد ہو گا فناء نفس کا۔ اس لئے شاہد کہتے ہیں۔

(۹۰) کاملین شریعت و طریقت کے جامع ہوتے ہیں :

فرمایا کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ عالم کو کہ آپ کا نام مبارک ایک ترازو پر لکھا ہوا ہے اور وہ ترازو آسمان سے اتری ہے۔ میں نے یہ تعبیر دی کہ ترازو کے دو پلے ہوتے ہیں۔ تو یہاں ایک سے مراد شریعت ہے اور دوسری سے طریقت۔ پس ہمارے مرشد دونوں کے برابر حقوق ادا کر رہے ہیں۔ نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔ ایک کے غلبہ سے دوسرے کا حق ضائع نہیں فرماتے۔ کسی نے خوب کہا ہے : ؎

برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے ندا ند جام و سندان باختن

(۹۱) حضرت حاجی صاحبؒ کثرت عبادت میں ممتاز تھے :

فرمایا ہمارے مرشد حاجی صاحب قبلہ کی یہ حالت تھی کہ بسا اوقات تمام شب گزر جاتی اور سوتے نہ تھے، ذکراللہ میں مشغول ہوتے۔ بعد نماز عشاء خادم سے دریافت فرماتے کہ لوگ مسجد سے چلے گئے۔ خادم جواب دیتا جی ہاں۔ آپ بستر سے اٹھتے اور ذکراللہ میں مشغول رہتے۔ اور یہ حالت گریہ و زاری کی ہوتی تھی کہ سننے والوں کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا، اور آپ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے : ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن : گر بدم من سر من پیدا مکن

میں نے حضرت مرشد سے سنا ہے، فرماتے تھے کہ میں ایک سانس میں ڈیڑھ سو ضربیں لگا لیتا تھا۔

(۹۲) حضرت حاجی صاحبؒ کا انداز تربیت انتہائی مشفقانہ تھا

فرمایا ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب نہایت رحیم کریم اور حکیم و محقق تھے۔ ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ شرط لگائی کہ میں غیر مقلد ہی

رہوں گا۔ آپ نے غایت رحمت سے قبول فرمایا اور اس کو بیعت سے مشرف کیا اور یہ فرمایا کہ تم اپنے ہی طریقہ پر رہو، مگر آئندہ مسئلہ غیر مقلد سے مت پوچھنا۔ اس کی یہ حالت ہوئی کہ خود بخود عشاء تک رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ سب ترک کردیا۔ حضرت صاحب کو خبر ہوئی۔ فرمایا بھائی میری وجہ سے سنت پر عمل کرنا ترک مت کرو۔ میں فعل رسول اللہ ﷺ سے عمل کرنے کو منع نہیں کرتا۔ جبکہ محبت کے باعث تم کرتے ہو۔ البتہ اگر تمہاری تحقیق بدل جائے وہ اور بات ہے۔ سبحان اللہ! کیا تعلیم و تحقیق کی شان تھی کہ مشائخ میں اس کی نظیر نہیں۔

(۹۳) سالکان طریق میں باہم محبت و الفت ہونی چاہئے :

فرمایا ایک بزرگ خاندان نقشبندیہ کے تھانہ بھون تشریف لاکر ہمارے حضرت مرشد حاجی صاحب قبلہ سے ملے۔ چونکہ اس خاندان کے لوگ ذکر خفی کیا کرتے ہیں، جب تہجد کے لئے اٹھتے تو ہمارے حضرت کے منتسبین ذکر جہر کرتے اور وہ ان کو ہنسا کرتے۔ مگر وہ حضرت بوجہ ذکر خفی اکثر مراقبہ میں سو جاتے اور یہ حضرات اپنے ذکر کو پورا کر لیتے اور صبح کو یہ ان پر ہنسا کرتے کہ کیوں جہر کا فائدہ دیکھا کہ ہم نے اپنا کام کرلیا اور آپ سوتے رہے۔ یہ سب مزاحًا فرمایا کرتے۔

(۹۴) کشف وغیرہ حجابات ہیں :

فرمایا میں نے ضیاء القلوب اپنے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ سے پڑھی ہے۔ اس میں کشف قبور اور کشف واقعات آئندہ و کشف خواطر کے طرق بھی موجود ہیں جس کو آجکل کے لوگ کمال درویشی سمجھتے ہیں۔ جب اس مقام پر پہنچا تو حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ بزرگوں سے جو پہنچا اس کو میں نے ضیاء القلوب میں لکھ دیا ہے۔ مگر یہ کمال کی چیز نہیں ہیں۔ یعنی طرق کشف وغیرہ۔ بلکہ مضر ہیں۔ ان سب کو ترک کردینا چاہئے۔ مقصود ذکر اللہ ہے۔ ان اعمال سے کچھ فائدہ نہیں۔

بلکہ یہ سب حجابات ہیں' سب کی نفی کرنا چاہئے۔

(۹۵) چاروں سلسلوں کا مقصود نسبت مع اللہ کا حصول ہے :

فرمایا ذاکر دائم مقصود ہے' جس کو جو کچھ ملا ذکراللہ و اتباع سنت سے ملا' طرق ذکر کی تحقیقات و تقییدات ضروری نہیں۔ رائے شیخ سے اس میں تبدل ہو سکتا ہے۔ نسبت مع اللہ ذکراللہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہی مقصود ہے۔ یہ طرق و مجاہدات خاصہ معالجات نفس کے درجے میں ہیں۔ پس چاروں خاندانوں کا حاصل ایک ہی ہوا اور ہمارے مرشد حضرت جی صاحب قبلہ چاروں خاندانوں میں اس وجہ سے بیعت فرما لیتے تھے کہ پھر کسی خاندان پر اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ جیسا کہ استخوان فروشوں نے طریقہ اختیار کیا ہے اور حضرت میں ایک جامعیت کی شان تھی۔

(۹۶) حضرت جی صاحبؒ میں حسن ظن اور کرم کا غلبہ تھا :

فرمایا بہت سے اعمال مشائخ کرام فی نفسہ ناجائز نہیں ہیں۔ مگر چونکہ عوام میں غلو ہو گیا ہے اس وجہ سے ان سے منع کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ میں جو بعض امور میں اختلاف ظاہری معلوم ہوتا ہے وہ اختلاف مشورہ کا ہے۔ اصل مسائل میں اختلاف نہیں ہے۔ حضرت مولانا کی تحقیق تھی کہ عوام میں فساد عقیدہ و غلو زیادہ ہے۔ اس لئے منع کرنا چاہئے اور ہمارے حضرت مرشد صاحبؒ قبلہ میں نرمی اور حسن ظن اور کرم اس قدر غالب تھا کہ تاویل فرما دیتے تھے اور عوام کی مفسدہ کی پوری اطلاع نہ تھی۔ باقی جس کو حضرت مولانا منع فرماتے تھے حضرت حاجی صاحبؒ اس کی اجازت نہ دیتے تھے۔

(۹۷) نسبت حضوری کا حصول غنیمت ہے :

فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے لکھا کہ مجھے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بول و براز میں بھی کہیں یہ خیال بوجہ خلاف ادب ہونے کے میری خرابی کا سبب یا میری خرابی سے مسبب نہ ہو۔ دعا کیجئے کہ ایسے موقع پر یہ زائل ہو جایا کرے۔ میں نے جواب میں لکھا کہ یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ غنیمت سمجھو۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کو ہر وقت یاد فرماتے تھے: یذکر اللہ فی کل احیانہ الفاظ آئے ہیں۔

(۹۸) مسائل مختلف فیہا میں حق ہونے کا احتمال دونوں طرف ہوتا ہے

فرمایا مسائل مختلف فیہا میں ایک جانب کو یقینی حق سمجھنا اور دوسری جانب کو یقیناً باطل سمجھنا نہ چاہئے۔ کیونکہ بعض اوقات موت کے وقت حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت فرض کیجئے جس کو باطل سمجھتا تھا وہ اگر صحیح ظاہر ہوا تو ایسے وقت میں شیطان کو موقع بہکانے کا ملتا ہے کہ شاید تمہارے تمام یقینات کا یہی حال ہو۔ حتیٰ کہ توحید و رسالت میں بھی شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں اندیشہ ایمان برباد ہونے کا ہو جاتا ہے۔

(۹۹) صحابیؓ کو برا کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں :

فرمایا حضرت معاویہؓ کو برا نہ کہنا چاہئے۔ فقہاء نے جو ان کی نسبت جور کا لفظ لکھا ہے تو یہ لفظ بمقابلہ عدل کے ہے۔ جس طرح عدل کے مراتب ہیں، جور کے بھی ہیں۔ صغیرہ سے کبیرہ تک سب اس میں داخل ہیں۔ پس اس سے استدلال کبیرہ پر کیونکر کر سکتے ہیں۔ اور اگر بالفرض ارتکاب کبیرہ کا بھی کوئی ثابت کردے تب بھی برا کہنا نہ چاہئے۔ خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صحابی سے ارتکاب کبیرہ کا ہو جاوے تو اس کو برا کہنا جائز نہیں۔ وہ حدیث یہ ہے : بعض صحابہ کا گزر

ایک مردہ جانور پر ہوا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس مردہ کو کھاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ تو مردہ ہے۔ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے جو ماعزؓ کو کہ ان سے معصیت زنا کی سرزد ہو گئی تھی برا کہا۔ اس مردہ کا کھانا اس سے زیادہ برا نہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ صحابی کو برا کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ علاوہ اس کے اگر دو بھائی یا باپ بیٹے میں نزاع واقع ہو تو دوسروں کی کیا مجال کہ زبان ہلاوے۔ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ کا مقدمہ پیش ہوا حق تعالیٰ کے سامنے۔ جب فیصلہ ہوا تو آپ باہر تشریف لائے۔ پوچھا گیا کہ کیا معاملہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: قضی لی ورب الکعبۃ۔ یعنی میرے موافق فیصلہ ہوا۔ پھر حضرت معاویہ باہر آئے۔ ان سے پوچھا گیا، فرمایا: غفر لی ورب الکعبۃ۔ یعنی حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ لوگوں نے لا تسبوا الاموات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ کس قدر خرابی کی بات ہے۔

(۱۰۰) ذکر سے مقصود صرف رضائے حق ہے :

فرمایا تجلی ذاتی منتہائے احوال میں سے ہے۔ مقاصد و مقامات میں سے نہیں ہے۔ مقصود رضاء حق ہے۔ ذکر رضا کے لئے ہونا چاہئے اور زیادہ کیفیات کے درپے نہ ہونا چاہئے۔ فاذکرونی اذکرکم۔ ارشاد ہے۔ پس ذکر حق پر ثمرہ مقصود یہی ہے کہ وہ ہمارا ذکر کریں رحمت و رضا سے۔ حالات کے درپے ہونا خلاف شان طلب ہے۔ کیونکہ حالات کا طالب خدا کا طالب کہاں ہیں۔ پس ذکر دائم یعنی یادداشت ہونا چاہئے۔

(۱۰۱) شکل بدل لینا کوئی کمال نہیں :

فرمایا چند شکلوں میں متشکل ہونا کوئی کمال کی بات نہیں ہے۔ بعض بزرگوں کو جو اہل تصرف ہوتے ہیں عناصر پر قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے چند

اجساد کو ترتیب دے کر چونکہ روح میں انبساط ہے' اس لئے ایک روح کو ان چند اجساد کے ساتھ متفق کرکے چند شکلوں میں متشکل ہوسکتے ہیں۔

(۱۰۲) اولیاء اللہ کو دور سے پکارنا جائز نہیں :

دور سے پکارنا اولیاء اللہ کو جائز نہیں۔ البتہ صاحب کشف ارواح کو اگر کسی ولی کی روح کا قرب مکشوف ہوجاوے اور اس حالت میں وہ اس سے استمداد چاہے اور حق تعالیٰ اس روح کو خبر کردیں تو ممکن ہے' مگر یہ امر دائمی نہیں۔ کبھی کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے اب لوگ دائمی سمجھیں گے۔ یہ غلط ہے۔ بعض تو شیخ کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔ مسجدوں میں بیٹھ کر کس قدر غلو ہو رہا ہے' خدا کی پناہ!

(۱۰۳) حضرت میاں جیؒ صاحب کی دعا سے بینائی درست ہوگئی

فرمایا ایک کرامت حضرت شیخ الشیوخ قطب العالم میاں جی نور محمد قدس اللہ سرہ کی مشہور ہے کہ آپ کے یہاں کوئی تقریب تھی۔ حضرت پیرانی صاحبہ آنکھوں سے بالکل معذور تھیں۔ عورتوں کا ہجوم ہوا' ان کی مدارت میں مشغول ہوئیں۔ مگر بینائی نہ ہونے سے سخت پریشان تھیں۔ حضرت صاحبؒ سے بطور ناز کہنے لگیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ولی ہیں کیا جانیں ہماری آنکھیں جب درست ہوجاویں تب ہم جانیں حضرت صاحب قدس اللہ سرہ باہر چلے گئے۔ دعا فرمائی ہوگی اتفاقاً حضرت پیرانی صاحبہ بیت الخلاء تشریف لے گئیں۔ راستہ میں دیوار سے ٹکر لگی۔ وہاں غشی ہوگئی۔ اور گر پڑیں۔ تمام جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ آنکھوں میں سے بھی بہت پسینہ نکلا۔ ہوش آیا تو خدا کی قدرت دونوں آنکھیں کھل گئیں اور نظر آنے لگا۔ حضرت میاں جی صاحب قدس اللہ سرہ کی دعا کا یہ اثر ہوا۔ یہ کرامت تھی حضرت صاحبؒ کی۔

(۱۰۴) اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کی کوئی حد نہیں :

فرمایا انسان پر شب و روز کے اوقات میں حق تعالیٰ کی جانب سے طرح طرح کے انعامات و احسانات ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً کھانا' پینا' سونا' طرح طرح کے عیش و آرام ان انعامات کو جو پیش آتا جائے سوچا کرے کہ یہ انعام ہوا' یہ انعام ملا۔ اس سوچنے سے عرفان حق میں ترقی ہوتی ہے۔ اور جتنی نعمتیں روزانہ ملتی رہتی ہیں سب منجانب اللہ ہیں۔ فکر اور تدبیر سے غافل نہ رہے۔ پھر دیکھئے کس قدر معرفت حاصل ہوتی ہے۔

(۱۰۵) اپنے وقت کو ضروری امور میں صرف کریں :

فرمایا حقائق اشیاء بعد موت خود منکشف ہوجاویں گے۔ حتیٰ کہ کفار کو بھی ...... چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون۔ تو جو چیز از خود منکشف ہونے والی ہے اس کی تحقیق و انکشاف کی فکر میں پڑنا کس قدر غلطی ہے۔ اب تو وہ کام کرنا چاہئے جو بعد موت نہ ہوسکے۔ وہ عمل اور تصدیق اختیاری و ایمان بالغیب ہے۔ لوگ ضروری امر کو چھوڑ کر غیر ضروری کو اختیار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ رحم فرماویں۔

(۱۰۶) ایک سالک کے لئے مکمل دستور العمل :

فرمایا دوازدہ تسبیح پر جب ایک چلہ گزر جائے اس وقت سلطان الاذکار شروع کرنا چاہئے۔ ثمرات کے اعتبار سے یہ ام الاشغال ہے۔ اس میں غایت استقلال چاہئے۔ اس کی ثمرات میں توقف ہو' تنگ نہ ہو۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ سو برس کے بعد کھلے گا تب بھی منظور ہے اور نہ کھلے تب بھی راضی ہوں۔ اور کشف کا قصد نہ کرے۔ ورنہ بعض محققین کا قول ہے کہ اس قصد سے اور بھی نہیں کھلتا۔ اگر کبھی ذکر سے گرمی معلوم ہو تو یہ تصور کرلے کہ عرش سے باریک باریک پھوار پانی

کی قلب پر پڑ رہی ہیں۔ اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو قلب پر لفظ اللہ چاندی کے پانی سے لکھا ہوا تصور کرے اور کلام اللہ شریف روزانہ بلا ناغہ دیکھ کر تدبر کے ساتھ پڑھتا رہے۔ خواہ کم ہی ہو اور بعد ہر نماز یہ مناجات پڑھ لیا کرے :

یا رب زدو کون بے نیازم گردان
وز افسر فقر سرفرازم گردان
در راہ طلب محرم رازم گردان
زان رہ کہ نسوے تست بازم گردان

بے چینی کے وقت اس کی کثرت کرے :

یا رب بتو در گر یختم بہ پذیرم
در سایۂ لطف لا یزالی گیرم
کس را گزر از جادۂ تقدیر تو نیست
تقدیر تو گردۂ بکن تدبیرم

جب بہت جی گھبرائے کہ مدت گزر گئی اور نفع نہیں ہوا تو اس وقت سنبھلنا چاہئے اور چند بار اس کو پڑھ لینا چاہئے۔ حکیم سنائی کا ارشاد ہے :

قرنہا باید کہ تایک کود کے از لطف طبع
عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تایک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل گردد دربدخشاں یا عقیق اندر یمن
ماہ ہا باید کہ تایک مشت پشم از پشت میش
صوفی را خرقہ گردد یا ممارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تایک پنبہ از آب و گل
شاہدے راحلہ گردد یا شہیدے را کفن

روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار
تاکہ درجوف صدف باران شود در عدن

جب قبض ہو، یہ پڑھے۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں :

باغبان گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

جب زیادہ جی گھبرانے لگے، یہ پڑھے :

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چون بدام افتد تحمل بایدش

جب ممکنات کی طرف التفات ہونے لگے، اس کے قطع کرنے کے لئے یہ پڑھے :

باچنین زلف درخت بادا نظر بازی حرام
ہر کہ روئے یاسمین و جور سنبل بایدش

جب ملامت خلق کا خوف ہو تو یہ پڑھے :

رند عالم سوزرا با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

جب عمل و مجاہدہ پر نظر ہونے لگے، یہ پڑھے :

تکیہ بر تقویٰ و دانش در طریقت کافریست
راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

اگر کبھی مصیبت آفاقی میں مبتلا ہو تو یہ پڑھنا چاہئے :

ناز ہا زیں نرگس مستانہ اے باید کشید
ایں دل شوریدہ گر آں زلف و کاکل بایدش

اگر ذوق میں کمی ہونے لگے تو یہ بطور مناجات پڑھنا چاہئے :

ساقیا در گردش ساغر تعلل تابہ چند
دور چوں ما عاشقان افتد تسلسل بایدش

اگر نفس کسی شغل وغیرہ کو ٹالنے لگے تو یہ پڑھنا چاہئے :

کیست حافظ تانہ نوشد بادہ بے آواز چنگ
عاشق مسکین چرا چندیں تحمل بایدش

دن کو پوری غذا کھائے اور رات کو ربع معدہ چھوڑ کر اور گاہ گاہ روزہ رکھ لے۔ پھر لذت ذکر دیکھے۔ بعد عشاء کے پانی نہ پیئے' یا کم پیئے۔ ذاکر شاغل کے لئے روغن زیادہ کھانا چاہئے۔ جب کوئی معاملہ پیش آوے وہ سب حالت اپنے مرشد سے کہے اور اس مناجات کو اثناء ذکر میں ایک ایک دو دو شعر کر کے پڑھنا موجب ترقی لذت ہے۔ یہ مناجات حکیم سنائی علیہ الرحمہ کی ہے :

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نہ روم بجز آن رہ کہ تو آن رہ نمائی
ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درگاہ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوند یمینی تو خداوند یساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی
احدا بے زن و جفتی ملکا کام روائی
نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را غیب تودانی

همه را رزق رسانی که تو باجود و عطائی
نبودی خلق تو بودی نبود خلق تو باشی
نه توخیزی نه نشینی نه توکاهی نه فزائی
نه سپهری نه کواکب نه بروجی نه دقائق
نه مقامی نه منازل نه نشینی نه بپائی
بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی
بری از خوردن و خفتن بری از تهمت مردن
بری از بیم امیدی بری از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندۂ فضلی تو سزاوار خدائی
نتوان وصف تو گفتن که تو در وصف نه گنجی
نتوان شرح تو گفتن که تو در شرح نه پائی
احداً لیس کمثلی صمداً لیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی که سزاوار خدائی
لب و دندان سنائی همه توحید تو گوید
مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

☆ مجادلات معدلت ☆

متعلقہ دعوات عبدیت (حصہ اول)

(۱) امت اور قوم کا مصداق الگ الگ ہے :

ارشاد فرمایا کہ الہ آباد میں ایک دفعہ جانا ہوا۔ اور سید اکبر حسین صاحب جج اس زمانے میں کسی منتہی طالب علم سے عربی پڑھتے تھے۔ انہوں نے طالب علم مذکور سے سوال کیا کہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر رسول کی زبان اس کی قوم کی زبان ہوتی ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کی زبان عربی تھی۔ اس بنا پر یہ ہونا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی قوم یعنی جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے صرف اہل عرب ہوں۔ حالانکہ خود قرآن میں آپ کا رسول الی کافۃ الناس ہونا مصرح ہے اور عقیدہ بھی یہی ہے۔ اور یہ صریح تعارض ہے۔ طالب علم مذکور نے جواب دیا، مگر ان کی تشفی نہ ہوئی۔ اس طالب علم نے آ کر مجھ سے ذکر کیا۔ میں نے اس کی زبانی کہلا بھیجا کہ قرآن میں بلسان قومہ آیا ہے 'بلسان امتہ نہیں آیا ہے۔ جو یہ شبہ ہو۔ اور قوم کہتے ہیں برادری اور خاندان کو۔ پس وہ امت کا مترادف نہیں ہے۔ اور قوم رسول اللہ ﷺ کی بلاشک عرب قریش ہی تھے۔ مگر اس سے امت کا خاص عرب ہونا کیسے لازم آیا؟ پس رسالت عام ہے قوم اور غیر قوم کو۔ اس جواب کو انہوں نے بہت ہی پسند کیا۔

(۲) اردو اور عربی محاورہ میں فرق ہے :

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے درخواست کی کہ ووجدك ضالا فھدیٰ کا لفظی ترجمہ کرو۔ پھر کچھ سوال کرنا چاہتا تھا۔ وہ سمجھے تھے کہ ضال کا ترجمہ گمراہ کریں گے اور میں اعتراض کروں گا۔ میں نے ترجمہ یہ کیا کہ پایا آپ کو آپ کے رب نے ناواقف، پس واقف بنا دیا۔ اس ترجمے سے ان کے سب اعتراض باد رہوا ہو گئے۔ اور حقیقت میں لفظ ضال محاورۂ عربی میں عام ہے حجود بعد الھدایۃ اور بے خبری قبل الھدایۃ کو، اور اسی طرح لفظ گمراہ فارسی محاورے میں عام ہے۔ مگر اردو میں اکثر استعمال اس کا معنی اول میں ہے۔ اس لئے ہماری زبان کے اعتبار سے ترجمہ گمراہ منشاء اشکال ہوتا ہے۔

(۳) برا آدمی طالب حق بن کر آئے تو اس کی ہم نشینی مضر نہیں :

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ شریعت میں نیک صحبت کا امر، اور بد صحبت سے نہی آئی ہے۔ پس اگر کوئی برا آدمی نیک آدمی کے پاس بیٹھے تو یہ برا آدمی تو بیشک نیک صحبت میں ہو گا۔ اس نے تو اس امر پر عمل کیا، مگر وہ نیک اس برے آدمی کے پاس سے اگر نہیں بھاگتا تو نیک نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ مخالف ہوا صحبت بد سے نہی کا۔ اور اگر بھاگتا ہے تو وہ بد آدمی پھر نیک صحبت سے کیسے فائدہ حاصل کرے؟ حاصل یہ کہ نیک صحبت کسی طرح میسر نہیں آسکتی۔ میں نے جواب دیا کہ تجربہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ طالب ہمیشہ متاثر ہوتا ہے اور مطلوب موثر۔ یہاں پر نیک آدمی چونکہ مطلوب ہے، اس لئے وہ صحبت بد سے متاثر نہ ہو گا۔ اور برا آدمی جو طالب بن کر اس نیک آدمی کے پاس آتا ہے بوجہ طالب ہونے کے وہ متاثر ہو گا۔ بس اسی اجتماع سے وہ برا منتفع ہوا اور یہ نیک متضرر نہ ہوا اور اس نہی شرعی کا مقصود یہ ہے کہ تم بد کے طالب یعنی تابع بن کر اس کے پاس مت بیٹھو۔

فاندفع الاشکال۔

(۴) جادوگر معجزہ کے مقابلہ میں کامیاب نہیں ہوتا :

ارشاد فرمایا ولا یفلح الساحر میں شبہ ہوتا ہے کہ ساحر تو اکثر کامیاب ہوتا ہے' پھر باوجود اس کے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ولا یفلح الساحر۔ میرے نزدیک یہاں پر ایک قید محذوف ہے جو قصہ موسیٰ علیہ السلام و ساحرین سے معلوم ہوتی ہے' وہ یہ کہ ولا یفلح الساحر فی معارضۃ المعجزۃ۔

(۵) تضاعف اجر قرات حقیقیہ پر ہے :

ارشاد فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ یٰس پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ ایسے ہی بعض اور سورتوں کے پڑھنے کا ثواب مثلاً ثلث قرآن یا ربع قرآن کا آیا ہے۔ اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ایک دفعہ یٰس پڑھنے کا ثواب دس قرآن پڑھنے کا ہوا تو ان دس قرآنوں میں بھی تو یٰس ہے' تو ان میں بھی یہی حساب ہوگا' پھر ان میں بھی چونکہ یٰس ہے' اس لئے یہ سلسلہ الیٰ غیرالنہایۃ چلے گا اور یہ تسلسل محال ہو جائے گا۔ پس یہ تضاعف اجر مستلزم ہے۔ تسلسل محال کو اور مستلزم محال کو محال ہے۔ اس کا جواب مشہور یہ ہے کہ تضاعف اجر میں وہ دس قرآن مراد ہیں جن میں سورۂ یٰس نہ ہو۔ مگر میرے نزدیک یہ اس لئے بعید ہے کہ یٰس جزو قرآن ہے اور انتفائے جزو سے انتفائے کل لازم آتا ہے۔ تو جب ان میں یٰس نہ ہوئی تو وہ قرآن کیسے ہوگا۔ بلکہ اس کی قریب توجیہ یہ مناسب ہے کہ تضاعف اجر قراءت حقیقیہ پر ہے۔ پس جو یٰس پڑھی گئی ہے اس کی قراءت تو حقیقی ہے اور جن دس قرآن کا ثواب اس میں ملا ہے ان کی قراءت حکمی ہے' اور اس پر تضاعف موعود نہیں۔ پس تسلسل لازم نہیں آیا۔

(٦) مضمون حدیث کی ایک لطیف توجیہ :

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں مضمون ہے: سید اشباب اھل الجنة الحسن والحسین و سیدا کھول اھل الجنة ابوبکر و عمر۔ اس میں خدشہ ہوا کرتا ہے کہ عمر ہر دو امامین کی بھی تو کہولت کو پہنچی ہے۔ کیونکہ حضرت حسن ؓ کا انتقال قریباً پینتالیس برس کی عمر میں ہوا، اور حضرت حسین ؓ قریباً چھپن ستاون برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ پھر ان کو شباب کیسے فرمایا۔ اور اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ یہاں شباب شیخوخت کے مقابلہ میں ہے۔ چونکہ امامین کی عمر شیخوخت تک نہیں پہنچی اس لئے ان کو شاب فرمایا۔ تو اس کی توجیہ تو ہو جائے گی مگر یہ وجہ شیخین میں بھی مشترک ہے، پھر ان کو کہول کہنے کی کیا حکمت ہے۔ سو توجیہ اس کی یہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرات شیخین وفات کے وقت کہول تھے۔ ان کے مجموعہ وفاتین کے وقت یعنی جب حضرت عمر ؓ کی وفات ہوئی حضرات حسنین ؓ شاب تھے۔ پس لفظ شاب اپنے معنی پر رہے گا۔

(٧) شوال میں قضائے رمضان سے شوال کے چھ روزوں کی فضیلت حاصل نہ ہوگی :

ارشاد فرمایا کہ بعض فقہائے متاخرین نے جو شوال کے چھ روزوں کے بارے میں یہ جزئیہ لکھا ہے کہ اگر ان ایام میں قضائے رمضان یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھ لے تو اس کے ضمن میں شش عید کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی، سو یہ خلاف تحقیق ہے۔ اور اس مسئلہ کی اصل صاحب مذہب سے کہیں منقول نہیں۔ محض متاخرین نے اس کا قیاس تحیة الوضوء یا تحیة المسجد پر کیا ہے۔ یعنی اگر وضو کر کے فرض پڑھ لے یا دخول مسجد کے بعد فرض پڑھ لئے تو تحیة الوضوء اور تحیة المسجد بھی ادا ہو گیا۔ مگر یہ قیاس عند التامل الصادق ٹھیک نہیں کیونکہ تحیة الوضو

اور تحیۃ المسجد کی مشروعیۃ میں حکمت و علت یہ کہ کوئی وضو یا کوئی دخول مسجد صلوٰۃ سے خالی نہ ہو۔ سو یہ حکمت ادائے فرض سے بھی حاصل ہے بخلاف صیام ایام مذکورہ کے کیونکہ یہاں خود فضیلت ان ایام کے صوم کی الگ مقصود ہے اور فرضیت اور وجوب قضاء رمضان و نذر و کفارہ جدا مقصود ہے پس یہ قیاس مع الفارق ہے۔ چنانچہ حدیث میں جو وارد ہے کہ رمضان کے بعد ان چھ روز دن کے رکھنے سے گویا تمام سال روزے رکھے تو حدیث ہی میں اس کی وجہ بیان ہوئی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے: من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ رمضان تو برابر دس ماہ کے ہوگیا اور یہ چھ دن برابر ساٹھ دن یعنی دو ماہ کے ہو گئے سو جب چھ روزہ رمضان مثلاً قضا ہوگئے اور ان کو شوال میں ادا کیا تو رمضان کے روزے ثواب پورے ہوئے اور دس ماہ کا ثواب اب ملا تو یہی چھ روزے دو ماہ بقیہ کے قائم مقام کیسے ہو جائیں گے۔

(۸) نابالغ دوسرے کو ایصال ثواب کر سکتا ہے:

مولوی محمد صاحب متوطن بنگال نے پوچھا کہ نابالغ کچھ پڑھ کر کسی کو بخش سکتا ہے یا نہیں فرمایا کہ ہاں بخش سکتا ہے۔ اس پر انہوں نے شبہ کیا کہ نابالغ کا تبرع جائز نہیں۔ اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ حکم مخصوص مال کے ساتھ ہے خواہ مال حقیقی ہو یا مال حکمی ہو اور ثواب مال نہیں جو اس کا تصرف غیر معتبر ٹھہرایا جائے دوسرے اس سے قطع نظر تصرف تین قسم کے ہیں ایک نافع محض۔ دوسرے ضار محض۔ تیسرے من وجہ ضار من وجہ نافع۔ سو نافع محض تو بدون ولی کی اجازت کے بھی معتبر ہیں اور ضار محض ولی کی اجازت سے بھی معتبر نہیں اور جو من وجہ ضار اور من وجہ نافع ہیں وہ ولی کی اجازت سے معتبر ہو سکتے ہیں اور ایصال ثواب نافع محض ہے کیونکہ نابالغ کا اس میں ذرا بھی ضرر نہیں خود اس کو بھی ثواب ملے گا اس لئے اس کے درست ہونے میں شبہ نہیں۔

(۹) اشغال تصوف بطور علاج ہیں اور تقلید شخصی کا حکم ضرورتا ہے

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے ان کو جواب دیا جس سے بفضلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتًا ان کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی گئی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہو گیا کہ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوی کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل لاحوط کرتے تھے۔ بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوی کا ہو گیا طبیعت پر حکم میں موافقت غرض کو تلاش کرنے لگی۔ اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوی کا رہ جائے گا جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوی کا علاج ہے۔

(۱۰) علماء کسی کو کافر نہیں بناتے :

ارشاد فرمایا کہ بعض آزاد منش لوگ علماء پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ یہ لوگوں کو کافر بناتے ہیں۔ میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ بناتے نہیں بتاتے ہیں۔ کافر بنتے تو وہ خود ہیں علماء بتلا دیتے ہیں۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حاکم کا زیادہ خوف طبعی ہے :

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے شبہ لکھا تھا کہ میں حاکم مجازی کے سامنے بہت ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اتنا خوف نہیں معلوم ہوتا۔ اس سے شبہ ضعف ایمان کا ہوتا ہے۔ میں نے اس کا جواب لکھا تھا کہ یہ خوف طبعی ہے جس کا مدار مشاہدہ ہے تو حاکم مجازی کا زیادہ خوف بوجہ مشاہدے کے ہے اور اللہ تعالیٰ کا چونکہ مشاہدہ نہیں اس لئے زیادہ خوف نہیں معلوم ہوتا مگر انسان اس کا مکلف نہیں۔ وہ خوف عقلی ہے جو سب سے زیادہ خدائے تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس لئے شبہ ضعف ایمان کا نہ کرنا چاہئے۔

(۱۲) مزاروں پر پھول چڑھانا عبث ہے :

ارشاد فرمایا کہ ایک صوفی غیر متشرع الہ آباد کے میرے پاس گنگوہ میں آئے اور پھولوں کا ایک ہار مجھے دے کر کہا کہ آج ایک باغ میں سے پھول لایا تھا کچھ تو حضرت شاہ عبدالقدوس ؒ صاحب کے ہاں چڑھائے اور کچھ اس میں کا بچا ہوا تمہارے پاس لے آیا۔ میں نے ان سے ان کے مذاق کے موافق کہا کہ اگر کوئی شخص نہایت لطیف المزاج اسی روپیہ تولہ کا عطر لگاتا ہو اور آپ اس کے پاس بالکل معمولی اور خراب چار آنہ تولہ کا عطر لے جا کر اس کے کپڑوں میں لگا دیں تو کیا اس کو ناگوار نہ ہو گا۔ سو یہ حضرت اولیاء اللہ جنت کے روائح سے مشرف ہو چکے ہیں اور ان روائح اور دنیا کے پانچ پھولوں میں یہی نسبت ہے تو ان کے قبور پر ان پھولوں کا چڑھانا ان کو کیسے گوارا ہو گا۔ یہ بات ان کی سمجھ میں آ گئی اور توبہ کر لی اور کہنے لگے کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

(۱۳) بعد میں پیدا ہونا فضول ہونے کی دلیل نہیں :

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شہید سے کسی دھریہ نے کہا کہ

داڑھی ایک زائد اور فضول چیز ہے دلیل یہ ہے کہ پیدا ہونے کے وقت نہ تھی اس لئے اس کو ہرگز نہ رکھنا چاہئے اس پر مولانا نے جواب دیا تو پھر دانت بھی توڑ ڈالو۔ مولانا عبدالحئی صاحب بھی موجود تھے فرماتے ہیں کہ واہ مولانا! کیا دندان شکن جواب دیا ہے۔

(۱۴) نقشہ نعل شریف اور اسی طرح کے چمڑے کی نعل میں فرق ہے

مغرب کے فرضوں کے بعد فرمایا کہ آج مدت کے بعد ایک بہت بڑا شبہ نماز میں حل ہوا۔ شبہ یہ تھا کہ نقشہ نعل شریف جو بزرگوں نے واسطے تحصیل برکت کے لکھا ہے اور زادالسعید کے آخر میں میں نے بھی اس کو نقل کیا ہے اس نقشہ کے مطابق اگر کوئی چمڑے کا نعل بنا کر اس کا وہی ادب و معاملہ کرنے لگے جو کہ نقش سے کیا جاتا ہے تو آیا یہ معاملہ ٹھیک ہو گا یا نہیں۔ ہرچند کہ جی اس کو قبول نہیں کرتا تھا کہ چمڑے کے نمونہ نعل کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو کہ نقش کے ساتھ کیا جاتا ہے مگر وجہ فرق کی بھی دونوں کے درمیان سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ چونکہ شبہ میرے خیال میں بہت قوی تھا اس لئے میں نے کسی پر ظاہر نہ کیا کہ امید نہیں تھی کہ جواب شافی میسر ہو سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج نماز میں وہ شبہ حل ہو گیا اس کے حل ہونے سے اور بھی باتیں حل ہو گئیں۔ حل اس کا یہ ہے کہ نقش کا ادب اس وجہ سے ہے کہ وہ دال ہے اصل پر۔ سو نقش کی تو وضع ہی دلالت کے لئے ہے اور چمڑے کے نعل میں استقلال کا شبہ ہو سکتا ہے اس لئے اس کو مناسبت بھی اصل سے کم ہے اور غلو کا بھی اس میں اندیشہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ وہ معاملہ درست نہ ہو گا اس کی ایسی مثال ہے کہ مکہ مکرمہ اور بیت اللہ اور مدینہ منورہ اور روضہ اطہر کے نقشوں سے اگر کوئی معاملہ تعظیم و تکریم اور حصول برکت کا کرے تو جائز ہو گا اور اگر کوئی بیت اللہ یا روضہ اطہر کے نمونہ کے مطابق مکان بنوا لے تو اس مکان سے وہ معاملہ ناجائز ہو گا کیونکہ اس مکان میں دلالت علی الاصل بوجہ اس

کے لئے موضوع نہ ہونے کے کم ہے اور خود اس میں گونہ استقلال بھی ہے۔ تو اس میں شدہ شدہ غلو کا بھی اندیشہ زائد ہے کہ چند روز میں اس کا حج و طواف نہ ہونے لگے۔

(۱۵) تفاخر کا اندازہ قرائن سے ہوتا ہے:

بعض لوگوں کو رسوم شادی میں بنابر تفاخر صاحب تقریب کے شریک نہ ہونے پر شبہ ہو جاتا ہے کہ ریا و نمود متعلق قلب کے ہے اور قلب کا حال معلوم نہیں ہو سکتا۔ بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ ریا جس طرح اظہار سے معلوم ہو سکتی ہے اسی طرح قرائن سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام المتبارئین۔ یہ ظاہر ہے کہ فخر کرنے والے زبان سے نہیں کہتے کہ ہم فخر کے لئے کر رہے ہیں پس اگر قرائن اس میں معتبر نہ ہوتے تو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوئی صورت ہی نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ قرائن سے بھی فخر معلوم ہو سکتا ہے۔

(۱۶) مستبعد اور محال ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے:

ارشاد فرمایا کہ رام پور میں ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور اکرم ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی۔ میں نے کہا کہ جسمانی۔ کہنے لگے کہ ثبوت۔ میں نے کہا: سبحان الذی اسری بعبدہ اور ولقد رآہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتھی اور حدیثیں۔ کہنے لگے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ جسم انسانی ایسے طبقہ سے عبور کرے جہاں ہوا نہ ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں ممکن ہے۔ کہنے لگے کہ ثبوت۔ میں نے کہا کہ امکان نام ہے عدم الوجوب و عدم الامتناع کا جب وجوب و امتناع نہ ہو گا تو امکان ثابت ہو جائے گا اور چونکہ امکان اصل ہے لہٰذا جو مدعی امتناع یا وجوب ہو دلیل اس کے ذمہ ہے ہم اصل سے متمسک ہیں ہمارے ذمہ

دلیل نہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج تک کوئی اور بھی گیا ہے میں نے کہا کہ یہ نظیر کا مطالبہ ہے ثبوت کا نہیں اور نظیر کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ نہیں ہے۔ علاوہ اس کے وہ بھی ایک واقعہ ہوگا اس کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اس نظیر ثانی کے لئے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ الی غیر النہایۃ۔ تو تسلسل لازم آئے گا اور وہ محال ہے اور اگر کسی نظیر کو کہ وہ ایک واقعہ ہے بلا نظیر آپ مان لیں گے تو اسی واقعہ کو بلا نظیر کیوں نہ مان لیجئے کیونکہ ایک کے بلا نظیر ماننے میں اور ایک کے بلا نظیر نہ ماننے میں ترجیح بلا مرجح ہے انہوں نے کہا کہ صاحب یہ تو بالکل محال ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ مستبعد ہے محال نہیں اور مستبعد کا وقوع بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور استبعاد اور چیز ہے استحالہ اور چیز ہے مگر وہ کسی طرح نہ سمجھے' اپنی ہی ہانکتے رہے۔ یہ حکایت اس پر بیان کی تھی کہ آج کل اکثر لوگ جس درجہ کا سوال کرتے ہیں اس درجہ کا فہم نہیں رکھتے اس لئے جواب نہیں سمجھ سکتے اور خطا نکالتے ہیں اہل علم کی کہ جواب نہیں دے سکتے۔

(۱۷) مخدوم کو راحت پہنچانا اصل ادب ہے:

ایک مہمان نے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا کہ بروقت وصال حضور اکرم ﷺ نے دوات قلم منگوایا اور حضرت عمرؓ نے کہا کیا ضرور؟ بجواب اس کے ارشاد فرمایا یہ اعتراض صرف حضرت عمرؓ پر نہیں بلکہ اس میں تو خود حضور ﷺ پر بھی کتمان حق کا اعتراض لازم آتا ہے۔ آپ پر تبلیغ احکام فرض تھی۔ اگر کوئی حکم واجب تھا تو آپ نے کیوں نہ ظاہر فرمایا۔ اگر اس وقت دوات قلم نہیں آئی تھی تو دوسرے وقت منگا کر تحریر فرمادیتے' کیونکہ آپ کئی روز اس واقعہ کے بعد زندہ رہے ہیں۔ چنانچہ یہ واقعہ پنجشنبہ کا ہے اور وفات دوشنبہ کو ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی نیا حکم ارشاد فرمانا نہ تھا بلکہ کسی امر قدیم کی تجدید و تاکید مقصود تھی چونکہ حضرت عمرؓ سمجھ گئے اس لئے آپ نے گوارا نہ کیا کہ حضور تکلیف

فرمائیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ طبیب کسی کو زبانی نسخہ بتلا دے پھر براہ شفقت کہے قلم دوات لاؤ لکھ دوں اور مریض یہ دیکھ کر کہ اس وقت ان کو تکلیف ہو گی کہے کہ کیا حاجت ہے اس وقت تکلیف مت دو اور جواب الزامی یہ ہے کہ قصہ حدیبیہ میں حضرت علیؓ نے صلح نامہ لکھا تھا ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ کفار نے مزاحمت کی کہ ابن عبداللہ لکھو کیونکہ اسی میں تو جھگڑا ہے اگر ہم رسالت تسلیم کرلیں تو نزاع ہی کس بات کی۔ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔ انہوں نے انکار فرمایا پس ایسی مخالفت تو اس میں بھی ہوئی جس طرح حضرت عمرؓ نے مخالفت کی تھی پھر فرمایا کہ جواب الزامی مجھے پسند نہیں مگر بطور لطیفہ کے اس وقت بیان کر دیا۔

(۱۸) متوحش عنوانات اختیار کرنا خلاف حکمت ہے :

فرمایا میرے پاس ایک مولوی صاحب اور ایک عامی آئے۔ باہمی نزاع یہ تھی کہ مولوی صاحب فرماتے تھے حضرت غوث پاک قطعی جنتی نہیں اور جاہل یہ کہتا تھا کہ اگر وہ جنتی نہیں تو پھر کون ہو گا۔ جاہل سے میں نے کہا کہ ہاں بھائی وہ جنتی نہ ہوں گے تو اور کون ہو گا۔ مولوی صاحب مجھ سے لڑنے لگے کہ کیا دلیل ہے یقیناً جنتی ہونے کی میں نے کہا ذرا ٹھہرئے پھر میں نے جاہل سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یقیناً جنتی ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا بلاشک وہ جنتی ہیں میں نے کہا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے۔ پھر میں نے کہا کہ حضرت غوث پاک کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا کہنے لگا کہ اولیائے امت کی شہادت مقبولیت سے میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد میں اور اولیاء اللہ کے ارشاد میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ بہت ہے' میں نے کہا کہ اتنا ہی اثر ان دونوں ارشادوں کے اثر میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ضرور ہے میں نے کہا کہ اتنا ہی فرق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جنتی ہونے میں اور حضرت

غوث پاک کے جنتی ہونے میں ہے یا نہیں کہنے لگا کہ ہاں ہے۔ میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ حضرت جو آپ کا عقیدہ ہے وہی اس کا بھی ہے صرف فرق عنوان کا ہے یہ اس کو یقینی کہتا ہے آپ غلبہ ظن۔ باقی اصل معنون میں دونوں متفق ہیں جب حضرت ابوبکر صدیق کے جنتی ہونے کی مرتبہ یقینی سے حضرت غوث پاک کے جنتی ہونے کا مرتبہ متنزل مانتا ہے۔ اسی کا نام عدم قطعیت ہے مولوی صاحب بہت خوش ہوئے مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ بلا ضرورت عوام الناس کو متوحش بنانا اور بلا دلیل ان پر بدگمانی کرنا اچھا نہیں۔

(۱۹) مقتول فی اللہ شہداء سے بڑھ کر ہیں :

فرمایا ایک شخص نے حیات نبوی ﷺ میں مجھ سے گفتگو کی۔ میں نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہیں ان کے حق میں ارشاد ہے بل احیاء عند ربھم اور جو مقتول فی سبیل اللہ سے بڑھ مقتول فی اللہ ہیں وہ کیونکر زندہ نہ ہوں گے اور اسی نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہیں اس میں حدیث صریح موجود ہے اور یہ تائید کے درجہ میں ہے۔

(۲۰) بندے کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا :

فرمایا ارادہ بندہ کا کچھ بھی نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں عرفت ربی بفسخ العزائم یعنی میں نے اپنے رب کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹنے سے۔ بسا اوقات انسان اپنے ارادوں میں ناکامیاب رہتا ہے ہزاروں ارادے مصمم کئے مگر کچھ نہ ہوا۔ اسی واسطے ابن عطاء اسکندری ؒ فرماتے ہیں کہ اریدان لا ارید یعنی میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ ارادہ نہ کروں گا اس پر بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ یہ عدم ارادہ کا ارادہ بھی تو ارادہ ہے انہوں نے خود کیا اچھا جواب دیا ہے کہ ارادہ منفیہ تو اس لئے قابل ترک ہے کہ وہ خلاف تفویض و رضا ہے اور عدم ارادہ کا

ارادہ خود عین تفویض و موافق رضا ہے اس لئے یہ منفی و قابل ترک نہیں۔

(۲۱) انبیاء کرام جامع فضائل ہوتے ہیں :

فرمایا کہ ایک شبہ ظاہری یہ ہوتا ہے کہ ہمارے حضور پر نور ﷺ حضرت ابراہیمؑ اپنے صاحبزادے کے انتقال پر روئے اور بعض اولیاء اللہ کی حکایت ہے کہ وقت مصیبت کے انہوں نے الحمدللہ کہا اور ظاہراً الحمدللہ کہنے والے کا مرتبہ رونے والے سے زائد معلوم ہوتا ہے حالانکہ انبیاء کے مرتبے کو کوئی نہیں پا سکتا۔ جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ حق فرزند یہ ہے کہ ایسے وقت میں اس پر روئے۔ حق خالق یہ ہے کہ امر الٰہی پر صبر کرے ہمارے حضور اکرم ﷺ نے دونوں کو جمع فرمایا حق فرزند بھی حق خالق بھی۔ اور دونوں کو ادا فرمایا اور بعض اولیاء اللہ مرتبے میں کم ہیں کہ ایک حق ان سے ادا ہوا اور دوسرا ادا نہ ہوا اسی طرح حدیث میں ہے کہ قیامت میں بعض انبیاء بعض اولیاء اللہ پر رشک کریں گے ظاہراً اس پر بھی شبہ ہوتا ہے کہ افضل کو مفضول پر غبطہ کیوں ہوگا۔ بات یہ ہے کہ غبطہ کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی تو کمال کے فقدان سے۔ سو یہ تو نہ ہوگا اور کبھی بہ سبب ایک خاص قسم کی عافیت کے مثلاً کوئی بڑے عہدے پر ہوا اور ذمہ داریوں کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپیہ والے مجھ سے اچھے کہ آرام سے تو ہیں اس قدر بار حساب تو نہیں حضرات انبیاء علیہ السلام کا رشک کرنا اسی طرح ہے کیونکہ انبیاء علیہ السلام کا بڑا مرتبہ ہے امت کی فکر میں مشغول ہوں گے اور بعض اولیاء اللہ ایسی مشغولی سے آزاد ہوں گے۔ پس اس غبطہ کا یہ محل ہے۔

(۲۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی معصوم ہیں :

فرمایا کہ کسی نے دریافت کیا کہ لیغفر لك اللّٰہ ما تقدم من ذنبك سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں فرمایا معاً قلب میں جواب

میں یہ بات آئی کہ جب کوئی شخص نہایت خائف ہوتا ہے تو وہ ڈر کر کہا کرتا ہے کہ مجھ سے قصور ہو گیا ہو معاف کر دیجئے۔ حالانکہ اس سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہوتا۔ اس طرح دوسرا اس کی تسلی کے لئے کہہ دیتا ہے کہ اچھا ہم نے تمہارا قصور معاف کیا۔ اسی طرح چونکہ اس خیال سے آپ کو غم رہا کرتا تھا حق تعالیٰ نے تسلی فرما دی۔

(۲۳) عدم الفعل اور ترک الفعل میں فرق ہے :

فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ما اکل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی خوان ولا سکرجۃ ولا خبزلہ مرقق یعنی رسول اللہ ﷺ نے چوکی اور طشتری پر کھانا نہیں کھایا اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکی۔ مشہور یہ ہے کہ جس کام کو آپ نے نہ کیا وہ نہ کرنا چاہئے اور اس قاعدہ کی اس سے تائید کی کہ عیدین میں مثلاً اقامت اور اذان آپ کے وقت میں نہیں ہوئی لہٰذا جماعتاً نہ کرنا چاہئے۔ لیکن قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایک تو ہے عدم الفعل اور ایک ہے ترک الفعل ان دونوں میں اس کے اعدام کا قصد ہوتا ہے پھر یہ قصد جس مرتبہ کا ہو گا اس فعل کا ناپسندیدہ ہونا ثابت ہو گا اور اس فرق کو اہل اجتہاد خوب پہچانتے ہیں۔ پس عدم الفعل سے تو اس کا کرنا ناجائز نہیں ہوتا بشرطیکہ اور کوئی قباحت شرعی لازم نہ آئے اور ترک الفعل البتہ ناپسندیدگی ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ اس وقت ایسے تکلفات نہ تھے پس مدلول اس کا عدم الفعل ہے نہ کہ ترک الفعل۔ اب اگر کوئی طشتری میں کھائے یا چپاتی کھائے جائز ہے مگر ازارہ افتخار نہ ہو میز پر کھانے میں چونکہ افتخار و تشبہ کا قبح ہے وہ اس مستقل دلیل سے ممنوع ہو گا۔

(۲۴) اسلام میں نظام حکومت جمہوری نہیں شورائی ہے :

فرمایا بعض لوگ آیت وشاورھم فی الامر سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ سلطنت شخصی ہونا خلاف قرآن کے ہے۔ شاورھم سے کثرت رائے مفہوم ہوتی ہے جو حاصل ہے سلطنت جمہوری کا مگر اس استدلال کی غلطی خود اس آیت کے اگلے جزو سے ظاہر ہے فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو مشورہ مطلوب ہے مگر بعد مشورہ مدار محض آپ کے عزم اور ارادے پر ہے۔ اس سے تو بالعکس سلطنت کا شخصی ہونا ثابت ہوا البتہ یہ ضرور ہے کہ شخص واحد پر مشورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے لیکن مدار کثرت رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس مستشیر کو اطلاق آیت سے اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ مقابلہ جماعت کے ایک کے مشورہ کو قبول کر کے اس کے موافق عزم کرے۔

(۲۵) اسلام تلوار سے نہیں پھیلا :

فرمایا یہ اعتراض کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا محض غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ اسلام میں اول جزیہ کا حکم ہے۔ جب جزیہ قبول کر لیا اب تلوار مسلمان نہیں اٹھا سکتا اور اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو قابل غور ہے کہ اسلام نے مخالفین کے ہاتھ میں ایک بہت بڑی ڈھال دے رکھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی کلمہ پڑھے فوراً چھوڑ دو تو اس طور پر ہر کافر وقت پر مسلمان کی تلوار کو بند کر سکتا ہے مثلاً کسی کافر نے کسی مسلمان پر خوب ظلم کیا ہو ہاتھ پاؤں کاٹ دئے ہوں اس کے اہل و عیال کو قتل کر ڈالا ہو غرض ہر طرح کا ظلم کیا ہو اور باوجود اس مظالم کے پھر کون ایسا ہے کہ موقع ملے اور قدرت ہو اور بدلہ نہ لے مگر اسلام میں ایسا حکم ہے کہ اگر اس شخص کا یا اس کے کسی یار و مددگار کا اس پر قابو پڑ جائے اور وہ اس کا کام تمام کرنا چاہے اور وہ زبان سے کلمہ شریف پڑھ لے اور قرائن سے معلوم ہو کہ دل سے نہیں پڑھا پھر

بھی حکم یہ ہے کہ تلوار مت اٹھاؤ یہ کتنی بڑی ڈھال مخالف کے ہاتھ میں ہے پس جس مذہب کا یہ قانون ہو اس میں کیسے ممکن ہے کہ اس کی ترقی تلوار سے ہو سکے۔ اب فرمایئے کہ اسلام بزور شمشیر کیونکر پھیلا۔

(۲۶) ابدی جہنم بغاوت اور کمالات خداوندی کے انکار کی سزا ہے

فرمایا بظاہر اس پر کہ کفار جہنم میں ہمیشہ رہیں گے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انہوں نے اتنا بڑا گناہ کون سا کیا کہ سزائے دائمی تجویز کی گئی کیونکہ زندگی محدود و گناہ محدود پھر سزائے غیر محدود کا کیوں حکم ہوا جواب یہ ہے کہ کفر و شرک کی حقیقت ہے بغاوت۔ دنیا میں بھی قاعدہ ہے کہ سلاطین باغی کو جلا وطن عبور دریا شور وغیرہ سزا دیتے ہیں چونکہ سلاطین بجز اس کے کہ عمر بھر کے لئے دے سکیں زیادہ پر قدرت نہیں رکھتے اس وجہ سے زائد سے مجبور ہیں مگر اتنا ظاہر ہو گیا کہ بغاوت کی سزا غیر محدود ہونی چاہئے اور یہ امر مقتضائے عقل ہے چنانچہ جو سلاطین پابند ملت بھی نہیں وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں یہ جواب تو جدلی ہے اس کی حقیقت میں غور کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ مالک حقیقی ہیں اور ان کے صفات غیر متناہی ہیں اور ہر صفت کا ایک حق ہے اب جو شخص ایسے مالک جامع کمالات غیر متناہیہ کے حقوق کو ضائع کرے گا اس کی سزا بھی غیر متناہی ہونی چاہئے۔ پس یہ سزا عین موافق عقل کے ہوئی۔

○ مقالات حکمت ○

متعلقہ حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) منکرات شرعیہ پر مشتمل امر کی اجازت نہیں :

فرمایا توشہ شیخ ردولوی قدس اللہ سرہ کی اصل صرف اسی قدر ہے کہ اس قسم کے طعام کو حضرت شیخ نے پسند فرما کر فی سبیل اللہ دینے کو بتلایا تھا۔ اب لوگوں نے کس قدر غلو کر لیا ہے کہ اس عمل میں معتقد تصرف شیخ کے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عرس اولیاء اللہ بزرگان دین نے نیک نیتی سے شروع کیا تھا' اب وہ حالت کہاں۔ وہ اغراض کہاں۔ اب تو ناجائز اور منکرات شرعیہ کام ہونے لگے۔ بھلا کیونکر کوئی عالم متدین ان ناجائز امور کی اجازت دے سکتا ہے۔

(۲) اہل جذب کی صحبت سے فائدہ نہیں ہوتا :

فرمایا مجذوبوں کی خبریں آئندہ کے متعلق وہی ہوتی ہیں جو واقع ہونے والی ہیں۔ اگر وہ خبر نہ بھی دیتے تب بھی وہ واقعہ ضرور ہوتا۔ پھر خبر دینے سے کیا جدید بات پیدا ہو گئی۔ لوگ اس کو کمال سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی خبر سے ایسا ہوا۔ حالانکہ یہ واقعہ بالیقین ہوتا۔ ان کی خبر سے اوروں کو علم اس کا قبل سے ہو گیا۔ اس کے سوا کوئی جدید بات پیدا نہیں ہوئی تو یہ کونسا فائدہ معتدبہ ہوا۔ یہ تو دنیوی فائدہ میں کلام تھا۔ باقی دینی فائدہ سو محققین نے کہا ہے کہ اہل جذب کی صحبت سے فائدہ نہیں ہوتا۔ سالک کی صحبت سے البتہ فائدہ ہوتا ہے۔

(۳) شریعت سرتا سر رحمت ہے :

فرمایا دنیا اور آخرت میں مقابلہ کیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے کس قدر رحمت سے کام لیا ہے' کیونکہ آخرت کا آرام دائمی اور دنیا کا ناپائیدار اور غیر متناہی بمقابلہ متناہی کے یہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو کروڑ کو ادنی عدد سے ہے۔ تو اس کا مقتضا یہ تھا کہ سعی آخرت اسی نسبت سے سعی دنیا کے مقابلے میں واجب ہوتی' مگر ہر طرح پر رحمت سے کام لیا ہے' یعنی شب و روز عبادت کا کام تعلیم نہیں فرمایا' تھوڑا کام بتلایا پھر اس میں اجر بے شمار رکھا۔ مثلاً نماز پنجگانہ ہی جس پر اجر اس قدر ہے جس کا حساب نہیں۔

(۴) اسمائے الٰہیہ کی تجلیاں ہر وقت ہوتی رہتی ہیں :

فرمایا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ۔ مثلاً زندہ کرنا' مارنا وغیرہ وغیرہ تجلیات اسمائے الٰہیہ ہر وقت ہر آن ہوا کرتی ہیں۔ اسمائے الٰہیہ کی تجلی کو اس طرح پر سوچے کہ فلاں فلاں اسم کے فلاں فلاں اثر ظاہر ہوئے' مثلاً اماتت احیاء تخلیق ترزیق وغیرہ جو ان کے ساتھ متعلق ہے' اس سے عرفان میں ترقی ہوگی۔

(۵) احکام تکوینی بھی امر الٰہی ہیں :

فرمایا جس طرح احکام شرعیہ احکام حق تعالیٰ ہیں اسی طرح احکام تکوینی بھی ہیں' مگر ان کی طرف لوگوں کی توجہ کم ہے۔ حکم تشریعی حکم تکوینی دونوں بامر الٰہی ہیں۔ پھر ایک کی طرف توجہ کرنا اور دوسرے کی طرف التفات نہ کرنا کس قدر غفلت کی بات ہے۔ مصیبت کا پہنچنا' راحت کا ہونا یہ سب بھی تو بامر الٰہی ہیں' ان کا مراقبہ کرنا چاہئے۔ البتہ احکام کے اسرار و حکم معلوم ہونا مشکل ہے۔ ان میں فکر نہ کرے کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا۔ ایک مجمل حکمت واقعات

عالم میں یہ ہے کہ باغ میں ہر قسم کی چیزیں ہونی چاہئیں جہاں پھل اور پھول ہے وہاں گھاس اور کانٹے بھی ہیں۔ کوئی درخت خشک ہے کوئی تر۔ اس عالم میں یہ ساری باتیں موجود ہیں' سبحان اللہ۔

(۶) دنیا کے مفاخر بے حقیقت ہیں :

فرمایا دنیا کی جتنی راحتیں اور لذتیں ہیں کسی کے لئے بھی تو بقاء نہیں۔ اس وقت کھانے پینے کی سب نعمتیں موجود' دوسرے وقت وہ نعمتیں فنا ہوگئیں۔ جس قدر لذتیں ہیں فوری ہیں۔ اس وقت نہایت لذیذ معلوم ہوا' کچھ دیر میں فنا ہوگیا' گویا کچھ بھی نہ تھا اور شادی وغیرہ کی رسموں میں اہل دنیا کس قدر تکلف کرتے ہیں۔ بس ایک شب گزرتی ہے نہ وہ تکلفات رہتے ہیں نہ وہ ساز و سامان اور ازراہ فخر جس قدر کام ہوتا ہے اس کی برائی بعد میں سن لیجئے۔ آج ایک شخص نے ایک لاکھ روپیہ صرف کرکے شادی کی۔ بڑا نام ہوا کہ ایسا تو کسی نے نہیں کیا۔ بڑا انتظام تھا۔ اس کے بعد پھر کسی نے اس سے زیادہ سامان کیا تو لوگ کہتے ہیں جی فلاں شخص کی کیا حقیقت اس سامان کے مقابلے میں جو یہاں سامان ہے۔ اس لاکھ روپیہ صرف کرنے واے کے ہاں کہاں تھا۔ بس سارا فخر مٹ گیا۔ یہ حالت ہے اہل دنیا کے مفاخر کی اور یہ حالت ہے لذتوں کے بقاء کی۔ لہٰذا انسان کو آخرت ہی سے کام لینا چاہئے اور اسی کی طلب میں رہنا چاہئے کہ دائمی راحت ولذت ہے' کبھی اس کو فنا ہی نہیں۔

(۷) ذاکر کو صرف مذکور پر نظر رکھنی چاہئے :

فرمایا حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ اور کسی چیز کا طالب نہ ہونا چاہئے۔ نہ حالات کا نہ واردات کا کہ یہ مقصود نہیں ہے' صرف رضائے حق مقصود

ہے۔ پھر جس کے لئے جو مناسب ہوتا ہے عطا فرماتے ہیں۔ کسی کو ذوق شوق میسر ہوا کسی کو قبض، ہر شخص کو انعام مناسب ملتا ہے۔ مثلاً دنیا میں کسی کو کپڑا انعام میں ملا، کسی کو روپیہ، کسی کو غلہ علیٰ ہذا القیاس۔ پس فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ پر نظر رہنا چاہئے۔

بعض اولیاء اللہ نے فرمایا ہے کہ نور جو مکشوف ہوا اس کو نور حق سمجھ کر میں نے تیس برس تک عبادت کی، پھر بعد کو توبہ کی۔ ایسے معاملات کشف میں پیش آجاتے ہیں۔ لہٰذا کشف کا بھی طالب نہ ہو۔ سالک کو تجلی روح میں بوجہ اس کی کیفیت اطلاق کے اور تمام عالم کو اس کے روبرو سرافگندہ دیکھنے کی غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے حضرت یحییٰ منیری قدس اللہ سرہ نے ایک پہچان لکھی ہے، وہ یہ کہ بعد تجلی اگر اپنے اندر پندار پاوے تو نور اس کی روح کا ہے کہ تسخیر عالم سے محظوظ ہوتی ہے اور اگر خشوع پاوے شکر ادا کرے۔

(۸) قوت متخیلہ سے دھوکہ دینا درویشی کے خلاف ہے:

فرمایا کہ بعض درویشوں کے یہاں کی یہ حالت سنی گئی ہے کہ جب کوئی مرید ہونے لگتا ہے تو بعض اعمال کی وجہ سے جو وہ اپنے اندر دوسرے کی قوت متخیلہ میں تصرف کرنے کی مشق کرلیتے ہیں، آفتاب و ماہتاب مرید کو دکھلاتے ہیں۔ آفتاب کو بتلاتے ہیں کہ یہ حضرت حق تعالیٰ ہیں اور ماہتاب کو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بتلاتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب قوت متخیلہ کا تصرف ہے۔ اور مرید یقین کرلیتا ہے۔ توجہ سے یہ انوار نظر آنے لگتے ہیں۔ مرید بے چارہ ہمیشہ اسی میں مبتلا رہ کر برباد ہو جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سے زیادہ آفت یہ ہے کہ بعض مقاموں پر بہت سے انوار دکھلاتے ہیں اور سب کا نام متعین کر رکھا ہے ارواح مشائخ کرام رضی اللہ عنہم میں سے مثلاً یہ روح حضرت صابرؒ کی ہے، یہ حضرت شیخ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کی ہے اور مرید کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی

روح ہے اور یہ فلاں بزرگ کی اور واقع میں سب شیطانی معاملات ہوتے ہیں اور صرف قوت متخیلہ کا تصرف ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ مرید بے چارہ یقین کرلیتا ہے کہ میں نے بزرگوں کو دیکھا۔ یہ آفت اس زمانہ میں ہو رہی ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔

(۹) احوال باطنی کی تشخیص شیخ کامل ہی کر سکتا ہے :

فرمایا کہ احوال باطنی میں امتیاز مشکل امر ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ جوانی میں جو عبادت میں لذت تھی وہ اب معلوم ہوا کہ بوجہ جوش جوانی کے تھی۔ ورنہ اب پیری میں وہ لذت کیوں نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ طاعت حق کی لذت نہ تھی، جوانی کا جوش تھا، اس کی لذت تھی۔ وہ لذت عبادت حق نہ تھی، ورنہ اب بھی وہی عبادت ہے لذت کیوں نہیں۔

(۱۰) وہبی چیزوں کی ہوس نہیں کرنی چاہئے :

فرمایا جو چیزیں وہبی ہیں ان کی ہوس نہ چاہئے۔ جس کو جو ملا اس پر راضی رہنا چاہئے۔ البتہ امور اختیاریہ بلا واسطہ یا بواسطہ میں مثلاً نیک کام کرنا، نجات و مغفرت نصیب ہونا اس کی تمنا و طلب ہونا چاہئے۔ حضرت ام سلمہ ؓ نے تمنا فرمائی تھی کہ میں مرد ہوتی تو خوب جہاد کرتی۔ آیت نازل ہوئی وَلَا تَتَمَنَّوْا الخ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے حق میں عورت ہونا مناسب تھا، وہ عطا ہوا اور ان کے حق میں یہی حکمت ہوگی۔

(۱۱) رؤیا صالحہ کو قرب حق میں کوئی دخل نہیں :

فرمایا بعض لوگ دریافت کرتے ہیں کہ کوئی ایسا وظیفہ بتلایئے کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت سے خوب میں مشرف ہوا کریں۔ اولیاء اور انبیاء کو خواب میں دیکھا کریں۔ افسوس! آج کل اس کو کمال درویشی سمجھتے ہیں۔ اولاً خواب میں

زیارت ہونا غیر اختیاری امر ہے۔ بعض اولیاء اللہ کو مدت العمر خواب میں زیارت نہ ہوئی اور پھر کامل مکمل رہے۔ ثانیاً خواب میں زیارت ہونے سے قرب حق نہیں بڑھتا۔ فرض کیجئے کہ کسی کو روزانہ خواب میں زیارت ہوا کرے' اس سے نہ کامل ہوگا نہ قرب حق میں ترقی ہوگی' البتہ باعث برکت ہے۔ پس بخدا ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے جو قرب حق ہوتا ہے زیارت خواب سے وہ ہرگز نہیں ہوتا۔ قرب حق کے لئے تو طاعات خداوندی جو شریعت سے ثابت ہیں موضوع ہیں۔ جس قدر احکام خداوندی پر عمل ہوگا اور جس قدر اتباع شریعت ہوگا اسی قدر قرب حق نصیب ہوگا۔ اب لوگوں نے جو اصل درویشی تھی اس کو ترک کرکے غیر ضروری کو ضروری میں داخل کرلیا۔ دیکھئے حدیث شریف میں منام کے متعلق صرف یہ ارشاد ہے کہ رویائے صالحہ مبشرات ہیں۔ یعنی خوش کرنے والی چیزیں' جب یہ مبشرات ہیں تو ان کی فکر میں رہنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔ اگر ہو جاوے تو باعث برکت ہے' ورنہ اس کو قرب حق میں کچھ دخل نہیں۔

(۱۲) تمام مجازین ایک درجہ کے نہیں ہوتے:

فرمایا کہ ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ میرے خلفاء مجاز دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ کہ میں نے بلا درخواست ان خلفاء کو اجازت بیعت لینے کی دی اور خلیفہ بنایا اور وہی در حقیقت خلفاء ہیں۔ ایک وہ کہ کسی نے خود درخواست کی کہ حضرت میں بھی اللہ کا نام بتلا دیا کروں؟ حضرت صاحب نے بوجہ کمال کرم اجازت دے دی اور یہ فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کا نام بتانے کو کیوں منع کروں اور بعض کی درخواست پر کچھ لکھ بھی دیا تو یہ اس درجے کے نہیں ہیں۔

(۱۳) حاجی صاحبؒ کے خلفاء میں حضرت گنگوہیؒ کا مقام بہت بلند تھا

فرمایا حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ بعض مسائل میں جناب مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے مناظرہ کرنے کے لئے تھانہ بھون تشریف لائے تھے۔ ان ہی ایام میں ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرتؒ اول اول علماء کو بیعت نہ فرماتے تھے' پھر خواب میں دیکھا کہ حضور پر نور ﷺ کو کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ان کے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے مہمان علماء ہیں اور ان کی مہمانی ہمارے ذمے ہے۔ اس سے ہمارے مرشد علیہ الرحمتہ سمجھے کہ میری جماعت کے لوگ علماء زیادہ ہوں گے۔ چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ بیعت سے مشرف ہوئے' ایک چلہ ذکر میں مشغول رہے۔ اسی لباس میں جو پہن کر تشریف لئے تھے وہی پہنے رہے۔ کپڑے نہایت میلے ہو گئے تھے' دوسرا جوڑا ہمراہ نہ تھا کہ بدلتے۔ بعد گزرنے چلے کے رخصت حاصل کی۔ جب روانہ ہونے لگے تو ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو داخل سلسلہ کرلینا۔ حضرت مولانا عذر کرتے رہے۔ مگر حضرت نے باصرار یہی حکم فرمایا۔ جب مولانا گنگوہ تشریف لائے تو ایک بی بی ام کلثوم نامی نے بیعت کی درخواست کی۔ مولانا نے انکار فرما دیا کہ مجھ میں اس کی قابلیت نہیں۔ اتفاق سے ہمارے مرشد حضرت صاحبؒ کا گنگوہ جانا ہوا۔ ان مسمات نے شکایت عرض کی کہ جناب مولانا رشید احمد صاحب بیعت سے محروم کرتے ہیں' داخل سلسلہ نہیں کرتے۔ ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ نے مولانا سے فرمایا کہ بیعت کیوں نہیں کرتے؟ مولانا علیہ الرحمتہ نے عرض کیا کہ مجھ میں قابلیت کہاں ہے۔ مرشدنا حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میں حکم کرتا ہوں کہ آپ داخل سلسلہ کریں اور بیعت لیں۔ قابلیت کا معلوم کرنا میرا کام ہے نہ آپ کا۔ جب پیر نے حکم دے دیا تو مرید کو عمل کرنا چاہئے۔ قابلیت معلوم کرنا مرید کا کام نہیں۔

بس میرا معلوم کر لینا کافی ہے۔ مولانا نے عرض کیا کہ اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں۔ آپ ہی کر لیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بات ہے؟ ممکن ہے کہ اس کو تم سے عقیدت ہو مجھ سے نہ ہو۔ تم ہی بیعت کرو۔ چنانچہ مولانا نے داخل سلسلہ کیا۔ اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ کس درجہ کے خلیفہ مجاز تھے مولانا گنگوہی قدس سرہ۔

(۱۴) حضرت تھانویؒ کو حضرت حاجی صاحبؒ نے بلا درخواست بیعت فرمالیا تھا :

فرمایا اولاً درخواست بیعت کی میں نے زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ ہی سے کی تھی۔ اس وقت آپ دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے تو میری درخواست پر فرمایا کہ اس وقت یہ خطرۂ شیطانی ہے۔ بعد تحصیل علم بیعت کرنا مناسب ہے اور حضرت مولانا قدس اللہ سرہ کا گزر مدرسہ عالیہ دیوبند میں ایسی جانب سے ہوا تھا کہ وہاں اینٹیں تھیں۔ میں جو مصافحہ کے لئے چلا تو پھسل گیا۔ حضرت مولانا قدس اللہ سرہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ واقعی دستگیری کی فال نیک تھی۔ بعض طلباء کو جو مجھ سے تحصیل علم میں کم تھے کسی مصلحت سے بیعت فرمالیا۔ مجھ کو اس کا بڑا خیال ہوا کہ مجھے کیوں محروم رکھا۔ اس زمانے میں مولانا حج کے لئے تشریف لئے جاتے تھے۔ میں نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں لکھا کہ مولانا سے آپ فرمادیجئے کہ مجھے بیعت کرلیں۔ وہ عریضہ بھی مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ ہی کو دیا۔ سادگی مزاج میں ایسی تھی کہ مولانا ہی کی تو شکایت اور مولانا ہی کو عریضہ دیا۔ جب مولانا قدس اللہ سرہ واپس تشریف لائے سفر حج سے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا والا نامہ لائے۔ اسی عریضہ کے جواب میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپس میں ہوئی ہوں گی اور کیا عجب مولانا نے ہی پڑھ کر

سنایا ہو اور شکایت کا مضمون دیکھا ہو۔ خیر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا اور وہ خط مولانا ہی کے قلم کا لکھا ہوا تھا کہ میں نے تم کو خود بیعت کرلیا۔ یہ بھی حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ درخواست مولانا سے کی تھی اور حضرت حاجی صاحبؒ نے بلا درخواست توجہ فرماکر داخل سلسلہ فرمایا۔ یہ کس قدر خوشی اور مسرت کی بات ہے۔ حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ یہ قصہ ہوا میری بیعت کا۔ اور میں گو مولانا قدس اللہ سرہ سے بیعت نہیں ہوا، مگر ہمیشہ اپنا شیخ ہی سمجھتا رہا۔

(۱۵) سنت کا راستہ کمال اعتدال کا راستہ ہے :

فرمایا کہ خوب تعلیم ہے حضور پر نور ﷺ کی کہ فرماتے ہیں کہ آپس میں نہ تو اس درجہ محبت کرلو کہ بالکل گھل مل جاؤ اور نہ اس طرح پر عداوت رکھو کہ قطعاً کوئی تعلق نہ رہے۔ بات یہ ہے کہ بعد محبت اگر عداوت پیدا ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ رنج و ملال از حد بڑھ جائے گا۔ اسی طرح بعد عداوت اگر اتفاق سے محبت ہوگئی اس وقت عداوت سابق کو یاد کرکے نہایت شرمندگی ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ سب کام میں اعتدال رکھنا چاہئے۔ نہ غایت محبت ہو نہ غایت عداوت۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں : احبب حبیبك هونا ما عسٰی ان یکون بغیضك یوما وابغض بغیضك هونا ما عسٰی ان یکون حبیبك یوما ما۔

(۱۶) مولانا گنگوہیؒ اور مولانا نانوتویؒ مراد ہیں :

فرمایا کہ ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے فرمایا کہ میں نے جال صرف دو ہما کے واسطے پھیلایا تھا: حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ اور مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے طیور آ پھنسے۔

(۱۷) حقوق العباد کی ادائیگی ضروری ہے :

فرمایا حقوق العباد کا ادا کرنا اور وظائف سے بدرجہا زیادہ ضروری ہے۔ اس کے ترک سے مواخذہ ہوگا اور ترک وظائف سے کچھ مواخذہ نہیں۔ یہ تو مستحب ہے۔ لوگ ضروری کام چھوڑ کر غیر ضروری اختیار کرتے ہیں۔

(۱۸) تدریجی اصلاح میں نفع زیادہ ہے :

فرمایا توجہ دو طرح پر ہے۔ ایک تو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ تھا کہ نصیحت اور دعا اور شفقت علی الخلق سے بتدریج اصلاح فرماتے تھے۔ اس طریقہ کا نفع دیرپا ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ مشق سے قوت تصرف پیدا کرنا، پھر اس قوت سے توجہ کرنا قلب مرید پر اس کا اثر فوری ہے، مگر دیرپا نہیں جلد زائل ہوجاتا ہے۔

(۱۹) نعمت دیکھ کر منعم کو یاد کرے :

فرمایا بعض بزرگان دین نفیس طعام اور ٹھنڈا پانی عمدہ لباس اس لئے پسند فرماتے ہیں کہ ان کے ساتھ اسمائے الہیہ منعم وغیرہ کا تعلق خاص ہے۔ عارف کو اس تعلق کی وجہ سے اس میں حظ ہوتا ہے نہ کہ لذت نفس کے سبب سے۔ واقعی عارف اور غیر عارف میں بڑا فرق ہے۔ عارف کو دنیاوی تمتعات میں بھی ترقی ہوتی ہے بوجہ حقیقت شناسی کے۔ ان حضرات کا سب کام اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔

ع کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ اور اس سے خوب کام لو۔ ترک طعام سے کیا فائدہ؟ اور اس ضمن میں یہ بھی فرمایا کہ اسمائے الہیہ کا تعلق اکوان کے ساتھ جب منکشف ہوتا ہے تو چلنا پھرنا دشوار ہوجاتا ہے۔ کیونکہ پھر زمین کا احترام اس تعلق کے سبب غالب ہوجاتا ہے۔

(۲۰) جسمانی صحت کا خیال رکھے :

فرمایا سر میں تیل ڈالنا اس نیت سے کہ یہ سرکاری کلیں ہیں ان کو تیل دے کر ان سے کام لیا جائے موجب اجر ہے۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ اس پر اجر عنایت فرمادیں۔

(۲۱) مقیم، مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رکعتوں میں قراءت نہ کرے :

فرمایا مقیم مسافر کے پیچھے اگر نماز پڑھے تو ایک قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہئے خواہ کسی جگہ شریک ہوا ہو، اس قاعدے سے سب کا حکم معلوم ہو جائے گا۔ وہ یہ کہ بعد ختم نماز مسافر کے اول جو دو رکعت ہوں گی وہ بلا قعدہ بینہما اور بلا قراءت پڑھے گا۔ اب اگر کوئی ایک رکعت مسافر کے ساتھ پائے تو بعد سلام اولاً دو رکعت بلا قعدہ پڑھ کر اور دونوں کے بعد قعدہ کرکے پھر ایک رکعت جو نہیں ملی تھی اس کو مع قراءت ادا کرے۔ یا اگر اخیر قعدہ میں شریک ہوا تو اول دو رکعت بلا قعدہ درمیانی اور بدون فاتحہ پڑھ کر پھر وہ دو رکعت ادا کرے جو نہیں ملی تھیں۔ یہ ترتیب افضل ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ جو رکعت نہیں ملی تھی اس کو پہلے پڑھ کر پھر اخیر میں وہ دو رکعت پڑھے جو مسافر کے سلام کے بعد مقیم پڑھتا ہے۔

(۲۲) تمام اختیارات اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں :

فرمایا اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ کے معنی اس وقت یہ سمجھ میں آئے کہ اس کے قبل حق تعالیٰ نے تفصیلاً عالم کو پیدا کرنا ان ربکم اللّٰہ الذی خلق الخ میں اور عالم میں امر کا جاری ہونا یغشی الیل والنھار الٰی قولہ مسخرات بامرہ میں بیان فرمایا تھا۔ اب اس تفصیل سابق کو بطور اجمال کے فرما رہے ہیں کہ

خلق اور امر جس کا ذکر سابق میں ہوا وہ تو میرے قبضہ میں ہے۔

(۲۳) حضرت گنگوہیؒ کی توجہ سے قلب جاری ہو گیا :

فرمایا ایک شخص تھے ہمارے حضرت مرشد حاجی صاحبؒ کے مرید' ان کا قلب ان کے زعم کے موافق ذکر سے جاری نہ ہوتا تھا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ اکثر درویشوں کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ بعض دوستوں نے منع کیا کہ دربدر پھرنا مناسب نہیں' ہر جائی مشہور ہو جاؤ گے۔ وہ شاکی تھے کہ قلب ذکر سے جاری نہیں ہوتا۔ اس طلب میں پریشان پھرتا ہوں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے شکوہ کیا گیا کہ فلاں صاحب کی یہ حالت ہے۔ مولانا نے سمجھایا کہ قلب کا جاری ہونا مقصود بالذات نہیں' ذکر کرتے رہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ خواہ مقصود ہو یا نہ ہو۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ اگر میری مراد پوری ہو جائے تو پھر کہیں نہ جاؤں۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ جاؤ مسجد میں بیٹھو۔ اس ارشاد سے یہ سمجھا کہ شاید میری مراد پوری ہو جاوے۔ اور یہ اسی طرف اشارہ ہو۔ غرض مسجد میں جا کر بیٹھ گئے اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔ حضرت مولانا قدس اللہ سرہ وضو کر کے کھڑاؤں پہنا کرتے تھے۔ حضرت مولانا مسجد کی طرف تشریف لے چلے۔ بس کھڑاؤں کی کھٹ کھٹ ان کو محسوس ہوتا تھا اور قلب کا جاری ہونا۔ یہ توجہ کا اثر تھا۔ حضرت مولاناؒ واقعی بڑے پائے کے شیخ تھے۔

(۲۴) حضرت حاجی صاحبؒ سے تعلق بالواسطہ بھی نعمت کبریٰ ہے

فرمایا ان ہی شخص مذکور کا قصہ ہے کہ ان کے بھائی ایک شیخ تھے خاندان نقشبندیہ کے اور یہ شخص دنیا دار آدمی تھے۔ ان بزرگ نقشبندی نے فرمایا کہ مجھ سے بھی مرید ہو جاؤ تو عجیب فائدہ باطنی حاصل ہو۔ یہ بے چارے انکا کہنا نہ مانتے تھے کہ ایک بزرگ کو چھوڑ کر دوسرے سے کیسے بیعت ہو جاؤں۔ یہ میری کوتاہی ہے کہ مجاہدہ نہ کیا اور فائدہ نہ ہوا۔ مگر مرشد میں تو کوئی کمی نہیں ہے۔ غرض ان دنیا

دار صاحب کا موت کا وقت آیا۔ مرض الموت میں بے ہوش ہو گئے۔ حتیٰ کہ کلمہ پڑھنے کا بھی ہوش نہ تھا۔ تو وہ بزرگ نقشبندی کہنے لگے کہ کیوں کہا نہ تھا مجھ سے مرید ہو جاؤ' نہ مانا اب اخیر وقت ہے' دیکھو کیا حالت ہے کہ کلمہ شریف بھی زبان سے نہیں نکلتا۔ غرض یہ گفتگو لوگوں سے کر رہے تھے کہ ان کو دفعتاً ہوش آ گیا۔ اور بے ساختہ زبان پر جاری تھا یٰلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔ پھر بے ہوش ہو گئے اور انتقال ہو گیا۔ سبحان اللہ۔ اب حضرت حاجی صاحب کے لوگوں نے ان بزرگ نقشبندی کی خبر لی کہ جناب آپ تو صاحب فن تھے اور یہ بھی خبر نہ ہوئی کہ یہ کس مقام پر ہیں۔ پھر فرمایا کہ الحمدللہ ہمارے حضرت مرشدؒ کے متعلق کا خواہ بواسطہ ہوں یا بلاواسطہ خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ یہ امر تجربہ سے ثابت ہوا ہے' بارہا آزمایا گیا ہے۔ برے ہوں یا بھلے' مگر اس تعلق میں یہ اثر ہے کہ حق تعالیٰ نجات کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ ہمارے مرشد رحمہ اللہ بڑے مقبول خدا تھے۔

(۲۵) اسباب پر نہیں مسبب الاسباب پر نظر ہونی چاہئے :

فرمایا نئے خیال کے لوگ اسباب عالم پر ایسے جمے ہیں کہ مسبب الاسباب کو چھوڑ ہی دیا۔ اسباب طبعیہ کے آثار کو لازم سمجھ کر تصرفات حق تعالیٰ کے منکر ہو گئے اور غلطی ان کو یہ ہوئی کہ کسی اثر کے دوام سے اس کا ضروری ہونا اعتقاد کر لیا۔ مثلاً آگ کا اثر ہے جلانا۔ اس کے دوام سے یہ سمجھا کہ یہ اثر اس کا ذاتی ہے انفکاک متصور نہیں اور یہ سخت غلطی ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے قصہ ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق آیت قلنا ینارُ کونی بَردًا وَّسَلٰمًا میں تاویلات بعیدہ کیں۔ یہ سمجھ کر کہ آگ کیونکر ٹھنڈی ہو سکتی ہے۔ اس غلطی کی ایسی مثال ہے کہ ریل والوں کی اصطلاح میں گاڑی روکنے کے لئے سرخ جھنڈی ہوتی ہے۔ ایک نادان بار بار اس کو دیکھ کر یہ سمجھنے لگے کہ خود اس جھنڈی میں یہ اثر

ہے کہ اس سے گاڑی رک جاتی ہے' کیونکہ جب دیکھا تو ایسا ہی نظر آیا اور جو لوگ حقیقت جانتے ہیں وہ کہیں گے کہ روکنے والا اصل میں ڈرائیور ہے' باقی یہ جھنڈی محض علامت ہے۔ اس میں کوئی اثر ذاتی نہیں۔ ایسے ہی بغیر حکم حق ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ زبان سے جو جو الفاظ نکلتے ہیں ہر ہر حرف پر حکم جدید ہوتا ہے تو زبان حرکت کرتی ہے۔ تمام عالم میں ایسا ہی تصرف جاری ہے۔ افسوس! منکرین نے دوام سے ضروری ہونا اعتقاد کر لیا اور تصرف حق کے منکر ہو گئے۔

(۲۶) تعلیم کا فائدہ زندہ بزرگوں سے ہوتا ہے :

فرمایا قبور اولیاء اللہ سے فیوض حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً کچھ پڑھ کر بخشے اور جو نسبت حاصل کرنا ہو اس کے قصد سے صاحب قبر کی طرف اس طرح متوجہ ہو کر قبر کے پاس بیٹھ جاوے کہ اپنے قلب کو صاحب مزار کے قلب سے متصل خیال کرے اور تصور کرے کہ ایک نلکی وہاں سے لگی ہوئی ہے' فیوض ادھر سے ادھر آ رہے ہیں۔ اس وقت قلب کو جملہ خیالات سے خالی کر کے متوجہ ہونا چاہئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ نسبت فائض ہوگی اور اس حالت میں جو کیفیت اپنے اندر پائے یہ اس طرف کا فیض ہے اور فیض قبر سے صرف اتنا ہوتا ہے کہ نسبت میں قوت ہو جاتی ہے۔ باقی تعلیم کا فائدہ نہیں ہوتا۔ تعلیم کا فائدہ صرف زندہ بزرگوں سے ہوتا ہے۔ مگر یہ طریقہ حصول فیض کا عوام کے لئے نہیں ہے نہ عوام کو اجازت دینا چاہئے' صرف خواص کے لئے ہے۔

(۲۷) ذاکر کو کھانے پینے میں کمی نہ کرنی چاہئے :

فرمایا ذاکر شاغل کو چاہئے کہ ماکولات مشروبات میں کمی نہ کرے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ امر طبعی ہے کہ اگر کام اپنے نزدیک زیادہ کیا اور ثمرہ بزعم خود کم ملا تو وجداناً یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ منعم حقیقی کی طرف سے احسان کم ہوا اور میری جانب سے

کام زیادہ ہوا۔ اپنا احسان رکھتا ہے منعم حقیقی پر۔ یہ کس قدر خسارہ کی بات ہے۔ اور اگر خوب کھایا اور پیا تو اس طرف کا خوب احسان مند ہوتا ہے اور کمی کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے جو کہ شان عبدیت ہے۔ یہ وجہ ہے کہ ترک طعام مناسب نہیں۔

(۲۸) عالم مثال آسمان اول پر ہے :

فرمایا حدیث معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم مثال آسمان اول پر ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت آدمؑ سے ملاقات آسمان اول پر ہوئی تھی اور ان کی اولاد نورانی و ظلمانی ان کے داہنے اور بائیں موجود تھی۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا تھا کہ یہ اولاد ہیں حضرت آدمؑ کی اور ظاہر ہے کہ وہاں اعیان تو تھے ہی نہیں۔ یہی امثال تھے جو کہ عالم مثال کے کائنات ہیں اور گو اس امر میں اقوال علماء کے مختلف ہیں کہ عالم مثال کہاں ہے۔ مگر اس حدیث سے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان اول پر ہے۔ واللہ اعلم۔

(۲۹) حضرت شیخ الہندؒ میں کمال درجہ کی تواضع تھی :

فرمایا ایک مرتبہ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب عم فیضہ کو مراد آباد میں لوگوں نے وعظ کہنے کے لئے مجبور کیا۔ مولانا نے بیان شروع فرمایا اور یہ حدیث بیان فرمائی کہ فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد۔ یعنی ایک عالم اشد ہوتا ہے شیطان پر ہزار عابد سے۔ اس حدیث میں "اشد" کا لفظ تھا۔ مولانا نے اس کا ترجمہ "اثقل" کا کیا۔ ایک پرانے مشہور محدث نے عین مجلس وعظ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ یہ ترجمہ غلط ہے۔ ایسے شخص کے لئے وعظ کہنا جائز نہیں۔ جو حدیث شریف کا ترجمہ غلط کرے۔ مولانا ایسے بے نفس کہ فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی عذر کیا تھا کہ میں قابل نہیں ہوں۔ مگر لوگوں نے مجبور کر کے مجھے کھڑا کر دیا۔ اس وقت مجلس میں سینکڑوں شاگرد اور معتقدین مولانا کے موجود تھے

اور ان میں بڑے بڑے قابل لوگ بھی تھے۔ اگر مولانا چاہتے تو معلوم نہیں کیا ہو جاتا۔ اور لوگوں کو بھی برا معلوم ہوا۔ مگر مولانا کی ناراضی کے اندیشہ سے کچھ نہ بولے۔ مولانا ان محدث صاحب کی خدمت میں تشریف لائے اور پوچھا کہ حضرت کیا غلطی ہو گئی؟ محدث صاحب نے فرمایا کہ اشد کا ترجمہ اثقل نہیں آتا اضر آتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر حدیث سے ثابت ہو جائے؟ انہوں نے کہا کونسی حدیث سے ثابت ہے۔ فرمایا کہ بخاری شریف میں ہے: یاتینی الوحی احیاناً مثل صلصلة الجرس وھو اشدہ علی۔ یہاں اشد کا ترجمہ اضر ہے یا اثقل۔ بس محدث صاحب خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ بن پڑا۔ دیکھئے مولانا اتنے بڑے فاضل کامل اور کچھ خیال نہ فرمایا۔ ایسے حضرات بے نفس دوسری جگہ کہاں ہیں؟ اگر کوئی دوسرا عالم ہوتا تو معلوم نہیں کیا فوجداری ہو جاتی۔

(۳۰) وظائف سے زیادہ تصحیح اخلاق ضروری ہے :

فرمایا کہ میں اپنے متعلقین یعنی جو لوگ میرے ذریعے سے داخل سلسلہ ہیں ان کے لئے اوراد و وظائف و اذکار و اشغال کا اتنا زیادہ اہتمام نہیں کرتا جتنا اخلاق کی درستی کا اہتمام کرتا ہوں۔ اخلاق کا سنوارنا نہایت ضروری ہے' اس لئے اس کی زیادہ تاکید کی جاتی ہے۔ اس زمانے میں اکثر لوگ اخلاق درست نہیں کرتے' ہاں وظائف کے پابند ہو جاتے ہیں۔

(۳۱) معاملات میں صفائی ملحوظ رکھنا ضروری ہے :

فرمایا کہ افسوس ہے لوگوں کے اخلاق بکثرت خراب ہو گئے۔ بعض لوگ آتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ خاص آپ سے ملنے کو آیا اور کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ حالانکہ اپنے کسی دنیوی کام کے لئے آتے ہیں۔ میں اپنا مہمان سمجھ کر مہمانوں کا سا برتاؤ کرتا ہوں۔ بعد کو قصد اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ سخت رنج ہوتا ہے۔

خرابی یہ ہے کہ صاف بات لوگ نہیں کہتے۔ اخلاق بگڑ گئے ہیں۔ معاملات میں صفائی نہیں رہی۔ اور ضرورت اظہار کی یہ ہے کہ مسئلہ ہے کہ مہمان کا اور حکم ہے اور ابن السبیل کا اور حکم ہے۔ مہمان کی مدارت تو ذمہ خاص شخص کے ہوتی ہے' اور جو اپنے کام کے لئے آوے اور پھر راہ میں ٹھہر جائے وہ ابن السبیل ہے۔ اس کی مہمانی سب کے ذمے ہے۔

(۳۲) بیعت کے وقت سر کے بال کتروانا عبث ہے :

فرمایا کہ بعض خاندانوں میں بیعت کے وقت مرید کے سر کے بال تراشے جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور پر نور ﷺ اسلام قبول کرانے کے بعد بال ترشوا دیتے تھے اور اس سے فال لی گئی تھی کہ نحوست زمانہ جاہلیت اتر گئی۔ اسی سے تائب کے لئے بعض جگہ اس کا دستور ہے' مگر چونکہ اب محض رسم کے طور پر رہ گیا ہے اس لئے اہل تحقیق نے اس کو ترک فرما دیا' اور بعض جگہ چار گوشے کی ٹوپی پہناتے ہیں اور اس کو کلاہ چار ترکی کہتے ہیں اور ماخذ اس کا کسی کا یہ شعر ہے :

راہ حق ہرگز نیابی تانگیری چار ترک
ترک دنیا ترک عقبیٰ ترک مولیٰ ترک ترک

ترک دنیا کا مطلب تو ظاہر ہے اور ترک عقبیٰ کا مطلب یہ ہے کہ عمل بہ خیال جنت نہ ہو۔ ترک مولیٰ بحذف مضاف یہ ہے کہ استغراق محض ہو جس میں طلب مولیٰ کا بھی تصور نہ ہو' مگر چونکہ یہ سب امور اب رسم کے طور پر رہ گئے ہیں' اہل حق نے ان کو بھی ترک کر دیا۔

(۳۳) علم بواسطہ وحی رحمت ہی رحمت ہے :

فرمایا فی زماننا لوگ ان علوم کو زیادہ حق سمجھتے ہیں جو بذریعہ کشف و الہام

ہوں۔ اسی وجہ سے جو وظائف و ادعیہ الہامی ہیں ان کو زیادہ برتتے ہیں اور جو بذریعہ وحی ہیں ان کی طرف التفات بہت کم ہے۔ حالانکہ شیخ اکبر قدس اللہ سرہ نے طے فرمادیا ہے کہ علم بلاواسطہ میں یعنی جو بذریعہ کشف والہام ہو' اس میں گاہے ابتلا ہے اور گاہے رحمت اور جو علم بواسطہ وحی ہو وہ ہمیشہ رحمت محض ہے۔ کیونکہ ہمارے حضور پر نور ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ آپ ﷺ کے واسطے سے جو ہوگا رحمت محض ہوگا' اس لئے اقرب الی الحق وہی ہوگا۔ کشف والہام کا مرتبہ وحی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ لوگوں نے شریعت مطہرہ کی قدر نہ جانی' کس قدر افسوس کی بات ہے۔

(۳۴) صحت کی دولت سلطنت سے بڑھ کر ہے :

فرمایا حق تعالیٰ کے احسانات لاتعداد ولا تحصیٰ ہیں۔ مثلاً صحت ایک ایسی چیز ہے کہ تمام سلطنت اس کے برابر نہیں۔ اگر کسی بادشاہ کو مرض لاحق ہو جائے اور تمام سلطنت دے دینے پر صحت حاصل ہو تو کل سلطنت دے دے گا۔ اور مثلاً دنیا میں اکل و شرب کے اسباب حق تعالیٰ نے ایسے عام رکھے ہیں کہ ہر شخص استعمال کر رہا ہے اور بلا قیمت۔ اگر فرض کیجئے کسی کو شدت کی پیاس ہو اور پانی نہ ملتا ہو اور کروڑوں روپے کے عوض میں ایک گلاس پانی مل سکے تو آدمی غنیمت سمجھ کر کل مال صرف کر دے گا اور ایک گلاس پانی خریدے گا۔ اسی طرح اور نعمتوں کو سمجھنا چاہئے۔ ہم جس نعمت کو کم قیمت تصور کرتے ہیں نہ ملنے پر اس کی قیمت معلوم ہو سکتی ہے کہ کس قدر قابل قدر ہے۔ حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ بلا قیمت عام و خاص ہر شخص استعمال کر رہا ہے۔ اس نعمت عامہ کی قدر کرنی چاہئے کہ عنایت فرما رہے ہیں۔

(۳۵) معرفت خطرات کا طریقہ :

طریق معرفت الہام ملکی و خطرۂ شیطانی و نفسانی کا یہ ہے کہ اگر بری چیز کا خیال آیا اور اس کو دفع کیا اور پھر اور بری چیز کا خیال آگیا اور اس کو بھی دفع کیا اور پھر تیسرا آگیا تو یہ خطرۂ شیطانی ہے۔ کیونکہ شیطان کو تو اغوا سے مطلب ہے۔ خواہ کوئی برا خیال پیدا ہو' اس کو ایک ہی معصیت پر اصرار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں کبھی خیر میں بھی خطرۂ شیطانی ہوتا ہے۔ اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی غور کرے کہ ایک خیر چھوڑ کر دوسری خیر کرنے کا جو خیال آیا ہے ان میں اعلیٰ کون ہے اور ادنی کون۔ اگر یہ نئی خیر ادنی ہے تو یہ خطرۂ شیطانی ہے کیونکہ اعلیٰ سے ادنی کی طرف لا رہا ہے اور اگر بری چیز کا خیال آیا اور بار بار وہی آتا ہے تو یہ نفسانی ہے' کیونکہ نفس کو اس میں لذت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ ایک ہی معصیت پر اصرار کرے گا اور اگر خیر محض کا بدون غلبہ کے خیال آیا تو وہ خطرۂ ملکی ہے اور اگر اس خیر میں ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کے کرنے پر بے چین ہو جائے تو وہ الہامی ہے۔ یعنی الہام حق ہے۔ یہ طریقہ ہے معرفت خطرات کا۔

(۳۶) نمائش بغرض جلب عزت نفس منع ہے :

فرمایا کہ عمدہ لباس پہننے کو جو صوفیہ منع کرتے ہیں تو مطلقاً عمدہ لباس پہننا مراد نہیں ہے۔ کیونکہ لباس پہننے کی کئی غرضیں ہوتی ہیں۔ کبھی تو دفع ضرورت کے لئے لباس پہنا جاتا ہے' کبھی اس کے ساتھ آسائش بھی مطلوب ہوتی ہے' کبھی ان دونوں کے ساتھ آرائش بھی مقصود ہوتی ہے' کبھی ان تینوں کے ساتھ نمائش بھی منظور ہوتی ہے۔ پھر نمائش کبھی جلب عزت کے لئے ہوتی ہے' کبھی دفع مذلت کے لئے۔ پھر عزت کبھی اپنے نفس کی مقصود ہوتی ہے کبھی کسی دوسرے کا اکرام مقصود ہوتا ہے۔ پس مذموم وہ لباس ہے جس میں نمائش بغرض جلب عزت لاکرام نفسہ

ہو' باقی سب جائز ہے۔

(۳۷) تقویٰ ہدیہ کا سبب قریب ہو تو لینا مناسب نہیں :

فرمایا تقویٰ کی وجہ سے جو نذرانہ دیا جاتا ہے اس کا لینا محمود نہیں' لیکن اگر کسی شخص کے ساتھ بوجہ اس کے متقی ہونے کے لوگوں کو محبت ہو اور پھر وہ محبت سبب ہو جائے نذر پیش کرنے کا تو لینا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر تقویٰ ہدیہ مالی کا سبب قریب ہے تو لینا محمود نہیں۔ اور اگر سبب بعید ہے تو مضائقہ نہیں۔

(۳۸) عبادات کی ظاہری صورتیں بھی مقصود بالذات ہیں :

فرمایا بعض مصنفین کے ظاہری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طہارت جسم و طہارت ثوب اور ظاہری صلوٰۃ مقصود بالذات نہیں۔ یہ صرف ذریعہ اور واسطہ ہے۔ باقی مقصود بالذات صرف طہارت قلب و تہذیب نفس ہے۔ سو اگر اس قول کی تاویل نہ کی جائے تو یہ بالکل غلط ہے' کیونکہ یہ نصوص شرعیہ کے خلاف ہے۔ نیز اگر مقصود بالذات طہارت قلب اور اس کا ذاکر ہو جانا ہی ہے تو اگر یہ طہارت اور ذکر کسی دوسرے ذریعے سے حاصل ہو جائے تو چاہئے کہ نماز کی کوئی ضرورت نہ رہے اور اسی قلب کی طہارت کو اصل سمجھ کر فلاسفہ اور جاہل صوفیہ نے نماز وغیرہ سب کو چھوڑ دیا' کیونکہ مجاہدات و ریاضات کو یا تہذیب متعارف کی وجہ سے اپنے قلب کو انہوں نے طاہر و ذاکر اور نفس کو مہذب سمجھا۔ نیز اگر طہارت قلب ہی مقصود بالذات ہوتی اور ظاہر ہیئت صلوٰۃ کی مقصود نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ حکم صلوٰۃ کو کسی علت کے ساتھ مثلاً لان قلبکم مظلم دائر کیا جاتا کہ جہاں وہ علت ہوتی حکم بھی ہوتا اور جہاں وہ علت نہ ہوتی حکم بھی نہ ہوتا۔ لیکن جب باری تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ نماز خود مقصود بالذات ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ساتھ طہارت معنوی بھی مقصود ہے' مگر جزو مقصود ہونے میں اور کل

المقصود ہونے میں فرق عظیم ہے اور میرے نزدیک روح کو عالم ناسوت میں بھیجنے کی اصلی حکمت یہی ہے کہ بذریعہ اعضا اس سے خاص ہیئت ادا ہو اور اس کا ثواب خاص اور قرب خاص اس کو حاصل ہو، کیونکہ عالم ملکوت میں رہ کر روح سے یہ ارکان ادا نہیں ہو سکتے تھے بوجہ آلات نہ ہونے کے۔ پس نماز موثر بالصورۃ النوعیہ ہے۔ البتہ اگر نماز موثر بالکیفیت ہوتی تو یہ ممکن تھا کہ اس کیفیت اور مزاج کی دوسری چیز وہ فائدہ دے سکتی جو نماز سے حاصل ہوتا ہے، لیکن نماز بالخاصہ نافع ہے۔ یعنی اگر یہ ہیئت خاصہ جو کہ شریعت نے مقرر کی ہے پائی جائے تو وہ فائدہ اور قرب خاص مرتب ہو سکتا ہے جو اس پر متفرع ہے اور اگر یہ ہیئت و صورت نہ ہو تو ہرگز فائدہ مرتب نہیں ہو سکتا۔ البتہ ان مصنفین کے کلام کی توجیہ یوں کی جا سکتی ہے کہ انہوں نے صرف اعمال ظاہری پر متوجہ رہ جانے اور طہارت باطنی کو چھوڑ دینے پر لوگوں کو ملامت کی ہے۔ گویا مقصود یہ ہے کہ صرف ظاہری صورت پر بس نہ کرو دل کو بھی صاف کرو۔

(۳۹) ملائکہ کی عبادت زیادہ عجیب نہیں :

فرمایا کہ اگرچہ ملائکہ بھی بوجہ اطاعت خداوندی کے جیسا کہ ارشاد ہے: لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ افضل و اکمل ہیں، لیکن ان کا کمال زیادہ عجیب نہیں، کیونکہ ان میں وہ تقاضے پیدا ہی نہیں ہوئے جن سے مخالفت کی نوبت آئے۔ مگر انسان کا مطیع ہونے میں کامل ہونا زیادہ عجیب ہے۔ اس لئے کہ انسان میں جس طرح علت الخیر ہے علت الشر بھی موجود ہے۔ پس اس میں متنافیین کا تزاحم ہے اور اس تزاحم کے ساتھ کمال اطاعت ہونا زیادہ عجیب ہے۔

(۴۰) تشدد مطلوب نہیں :

فرمایا کہ صوفیہ میں بعض فرقے ایسے ہیں کہ وہ مجاہدات و ریاضات میں بے

حد مشقت اٹھاتے ہیں کہ حدود سے غلو کر جاتے ہیں۔ حالانکہ تشدد مطلوب نہیں بلکہ اگر حدیث پر نظر کیجئے تو اتنا تشدد بدعت معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلعم فرماتے ہیں: من شدد علٰی نفسه شدد الله علیه۔ نیز حضرت عثمانؓ نے تبتل کی اجازت چاہی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔

(۴۱) اخلاق رذیلہ کا امالہ مقصود ہے، ازالہ نہیں :

فرمایا کہ بعض لوگ اس کو کمال سمجھتے ہیں کہ انسان میں کوئی رذیلہ باقی ہی نہ رہے۔ نہ اس کو شہوت ہو نہ غضب ہو۔ حالانکہ یہ غلطی ہے۔ کمال یہ ہے کہ شہوت اور غضب کا استعمال بے موقع نہ ہو اور یہ کہ شہوت و غضب کا ہیجان دب جائے اور اگر شہوت کا بالکل ازالہ مقصود ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تعلیم نہ فرماتے کہ اگر کسی غیر عورت کو دیکھ کر طبیعت میں ہیجان پیدا ہو تو فوراً اپنی بیوی سے مشغول ہو جائے۔ بلکہ یوں فرماتے ہیں کہ جب ہیجان معلوم ہو تو شہوت کو بالکل مٹانے کی فکر میں لگے۔ اور اس غلطی میں پڑ کر بہت سے لوگ چونکہ دیکھتے ہیں کہ ہنوز ہمارے اندر شہوت باقی ہے، اپنے شیخ سے اور اس کی تعلیم سے بدگمان ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ذکر سے ہم کو کچھ نفع نہیں ہوا اور اس سمجھ کی بدولت ذکر چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(۴۲) تاویل سے تکبر زائل نہیں ہوتا :

فرمایا کہ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ ان میں تکبر ہوتا ہے مگر ان کا نفس ان کو پتہ نہیں چلنے دیتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص ان کی مرضی کے موافق تعظیم نہ کرے اور اس پر ان کو غصہ آوے تو نفس اس غصے کی یہ تاویل کرتا ہے کہ چونکہ اس شخص پر میرا حق ہے اور اس حق کو اس نے ادا نہیں کیا، اس لئے مجھے حق واجب ادا نہ کرنے پر غصہ آیا ہے۔ اپنے نفس کے لئے غصہ نہیں آیا۔ حالانکہ یہ نفس کا مکر ہے۔ اگر یہ

غصہ حق واجب ادا نہ کرنے پر ہے اور نفس کے لئے نہیں تو چاہئے تھا کہ کبھی اپنے نفس پر بھی اس کو غصہ آتا کیونکہ اس نے بھی سینکڑوں حقوق واجبہ کو ترک کرر کھا ہے۔ اور جب ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ یہ غصہ نفس کے لئے ہے۔ نیز اگر دوسرے شخص کے حق واجب فوت ہونے پر اتنا غصہ نہ آوے تب بھی یہ علامت ہے مکر نفس کی۔

(۴۳) مسجد میں بیٹھ کر وضو کرنا جائز نہیں :

فرمایا کہ بعض لوگ بے پروائی سے مسجد میں بیٹھ کر وضو کر لیتے ہیں۔ حالانکہ غسالہ وضو کو بعض ائمہ نے نجس کہا ہے اور طاہر ہونے کی صورت میں بھی اس کا مسجد میں ڈالنا ظاہر ہے کہ احترام مسجد کے خلاف ہے کیونکہ غسالہ مبتذل سمجھا جاتا ہے۔ نیز جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ آپ کا غسالہ وضو یقیناً طاہر تھا کبھی مسجد میں بیٹھ کر وضو نہیں فرمایا تو ہم کو کیونکر اجازت ہو جائے گی۔

(۴۴) امیر کثرت رائے کا پابند نہیں :

فرمایا کہ آج کل جمہوری سلطنت کا جو قاعدہ ہے کہ کثرت رائے کے سامنے سلطان کی رائے کوئی چیز نہیں ہوتی' یہ قاعدہ قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن شریف میں ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اس آیت سے جمہوری سلطنت پر استدلال کیا جاتا ہے' کیونکہ شَاوِرْهُمْ بصیغہ امر فرمایا ہے' لیکن یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ اس کے بعد ہی وَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فرما کر یہ بھی بتلا دیا کہ اگر سب لوگ ایک طرف ہو جائیں تب بھی آپ ان کے تابع ہو کر مجبور نہیں' کیونکہ عزم کی اسناد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف فرمائی ہے' اذا عزموا یا عزم اکثرھم نہیں فرمایا۔ اور یہ خود ہادم ہے قانون کثرت رائے کا۔ البتہ سلطنت شخصی میں سلطان پر مشورہ لینے کو

واجب فرمایا ہے اور بعد مشورے کے اس کو اجازت دی ہے کہ صرف اپنے عزم پر عمل کرے، کسی کی رائے پر بھی عمل نہ کرے۔ اور اس سے بھی لطیف استدلال اس آیت سے ہو سکتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِھِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْھُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَھُمُ اللّٰہَ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سب لوگ ایک ہی رائے پر ہو جائیں اور طالب اذن ہوں جیسا فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ کے اطلاق میں اجتماع الکل علی الاستیذان بھی داخل ہے۔ تب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ جن کو چاہیں اجازت دیں جن کو چاہیں اجازت نہ دیں۔ کیونکہ فاذن لمن شئت فرمایا ہے۔ تو [illegible] اتفاق رائے کے بعد بھی آپ قبول پر مجبور نہیں۔ بخلاف اس وقت کی موجودہ طرز جمہوری سلطنت کے کہ اگر افراد پارلیمنٹ کسی ایک بات پر متفق الرائے ہو جاویں تو بادشاہ کو ان کے خلاف کرنے کا اختیار نہیں رہتا، البتہ سلطنت شخصی میں سلطان بہت اہل ہونا چاہیے۔

(۴۵) جہاں اسلام نہیں پہنچا وہاں تبلیغ واجب ہے :

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ فی زماننا مسلمانوں پر تبلیغ اسلام واجب ہے یا نہیں؟ فرمایا جہاں اسلام پہنچ چکا ہے وہاں تبلیغ اسلام واجب نہیں ہے، جیسا کہ بلوغ اسلام اکثر جگہ ہو چکا ہے اور تبلیغ سے مقصود بلوغ اسلام ہے۔ اگر خود بلوغ ہو جائے تو فرضیت تبلیغ کی ساقط ہو جائے گی۔

(۴۶) ریل گاڑی کے نل سے وضو وغیرہ کرنا جائز ہے :

ایک شخص نے دریافت کیا کہ ریل گاڑی میں نلوں کے اندر جو پانی بھرا جاتا

ہے اس سے وضو اور غسل کرلینا جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ جائز ہے' کیونکہ یہ پانی مسافروں کی ہر قسم کی ضرورت کے لئے بھرا گیا ہے۔ طہارت خاصہ حاصل کرنے کے لئے نہیں' ورنہ اگر ایسا ہوتا تو قانون میں اس کی تصریح ہوتی اور اس کے خلاف سے منع کیا جاتا۔

(۴۷) احکام میں حکمتیں ڈھونڈنا سلامتی کے خلاف ہے :

فرمایا کہ اکثر لوگوں میں یہ مرض ہے کہ وہ احکام شریعت کی علل تلاش کیا کرتے ہیں اور جب علت نہیں ملتی تو حکمت کو علت سمجھ کر اسی کو معترضین کے جواب میں پیش کردیتے ہیں۔ حالانکہ علت ما یترتب علیہ الحکم کو کہتے ہیں اور حکمت خود مرتب علی الحکم ہوتی ہے تو دونوں جدا جدا ہیں۔ نیز تعیین حکمت جہاں منصوص نہ ہو چونکہ تخمینی امر ہے اس لئے اس میں جانب مخالف کا قوی احتمال باقی ہے۔ پس اگر کسی وقت یہ حکمت مخدوش ہو جائے تو اس سے حکم خداوندی بھی مخدوش ہو جائے گا۔ سلامتی کی روش یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ احکام میں حکمت تو یقیناً ہے' لیکن تعیین جہاں شارع علیہ السلام نے نہیں کی وہاں ہم بھی نہ کریں اور محض امتثال حکم باری سمجھ کر کرتے رہیں۔

(۴۸) عذاب و ثواب سب حسی ہیں :

فرمایا کہ امام غزالیؒ کے بعض اقوال سے عذاب و ثواب کا غیر حسی ہونا متوہم ہوتا ہے' لیکن امام کے تبحر سے ہرگز یہ امید نہیں ہو سکتی کہ ان کا یہ مطلب ہو' بلکہ اصلی بات یہ ہے کہ حکمائے امت کے انداز مختلف رہے ہیں۔ بعضے ایسا کرتے ہیں کہ مخاطب کی سمجھ اور اس کا میلان کسی خاص طرف دیکھ کر حق بات کو ایسے نرم اور اس کے خیالات سے ملتے جلتے الفاظ میں کہتے ہیں کہ اس کو وحشت نہیں ہوتی۔ جب وہ مخاطب مانوس ہو جاتا ہے تو اس کو اصل حقیقت بتلا دیتے ہیں۔ علامہ کے

زمانے میں چونکہ فلسفے کا زور تھا' اس لئے علامہ نے مخاطبین کے انداز طبائع کا لحاظ کر کے ایسے موہم الفاظ کا استعمال کیا' اور بعض لوگ صاف گو ہوتے ہیں' مخاطب کی طبعیت اور اس کے خیالات کا پاس نہیں کرتے اور یہ دوسرا طریق اس اعتبار سے ارجح ہے کہ ایسے شخص کے مخاطبین میں جو مان لیتے ہیں وہ اس قدر پختہ ہوتے ہیں کہ ساری عمر بھی ان کو تذبذب نہیں ہوتا اور طریق اول میں ہمیشہ دل جوئی مخاطبین کی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ جب کبھی ان کو اپنے خیالات کے خلاف کوئی بات پہنچتی ہے طبعیت میں وحشت ہوتی ہے۔

(۴۹) معصیت کے تقاضے پر ہرگز عمل نہ کرے :

فرمایا کہ بعض اوقات سالک کی طبعیت میں معصیت کا تقاضا پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے نفس کو روکتا ہے۔ روکنے سے نفس کو تقاضا اور بڑھتا ہے۔ اس وقت نفس اور شیطان یہ رائے دیتے ہیں کہ اگر اس وقت تم یہ کام جی بھر کر کرلو گے تو نفس تقاضے سے خالی ہو جائے گا۔ پھر یہ معصیت صادر نہ ہوگی۔ اور اس تاویل سے اس معصیت کو جائز بلکہ اس کے ارتکاب کو اس وقت ضروری سمجھ کر مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ سخت غلطی بلکہ الحاد ہے۔ غلطی تو اس لئے کہ اس ارتکاب سے وہ رذیلہ جڑ پکڑ لیتا ہے اور پھر انسان کبھی اس کے ازالے پر قادر نہیں ہوتا اور الحاد اس لئے کہ معصیت کو ذریعہ طاعت کا سمجھا۔ اس موقع پر نفس کو ہرگز اجازت ارتکاب نہ دینی چاہئے اور کامل ہمت سے روکنا چاہئے۔ باوجود روکنے کے بھی اگر تقاضائے نفس نہ بجھے تو اس کی کچھ پرواہ نہ کرے' کیونکہ محض تقاضائے نفس پر مواخذہ نہیں ہوتا۔ مواخذہ ارتکاب جرم پر ہے۔ اس روکنے سے چند بار میں پھر ہمیشہ کے لئے یہ حالت دب جاتی ہے۔

(۵۰) فقراء بھی فی الجملہ ہمارے محسن ہیں :

فرمایا کہ کسی کے ساتھ احسان کرکے اس پر احسان رکھنا برا اور مذموم ہے۔ لیکن احسان رکھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اپنے محسن ہونے کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئے اور محسن الیہ کی مخالفت اور عناد پر طبعاً رنج بھی نہ ہو، بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس کی مخالفت کے وقت اس کی ایذا رسانی کا عزم محض اس بناء پر نہ کرے کہ ہم نے اس کے ساتھ احسان کیا تھا اور اس کے احسان ماننے کی امید نہ رکھی جائے اور طبعاً رنج ہونا یا اپنے محسن ہونے کا وسوسہ پیدا ہونا ایک طبعی اور لازمی امر ہے جس سے چارہ نہیں، لیکن بصورت مخالفت محسن الیہ کی ایذا رسانی کے درپے ہو جانا اور اسی طرح اس سے شکریہ کی امید رکھنا اور شکریہ پر اس کو لسانًا یا حالاً مجبور کرنا اپنے اختیار میں ہے اور اس پر مواخذہ ہے۔ گویا ماحصل یہ ہے کہ اگر نفس میں اپنے محسن ہونے کا خیال پیدا ہو تو اس پر دوسرے امور اختیاریہ ایذا یا اظہار یا طلب شکریہ وغیرہ کو مرتب نہ کرے اور اس خیال کو اس طرح مٹا دے کہ واقع میں اس شخص کا احسان مجھ پر ہے کہ اس نے میرے ہدیہ وغیرہ کو قبول کر لیا جس سے میرا یہ ذخیرہ آخرت میں پہنچ گیا ورنہ اگر فقراء متفق ہو کر سب کے عطایا رد کر دیا کریں تو آخرت میں جمع کرنے کی کوئی صورت ہی نہ رہے۔

(۵۱) تنگی کی حالت میں صدقہ کی فضیلت زیادہ ہے :

حدیث سبق درھم مأتہ درھم کی بابت فرمایا کہ ظاہراً یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سبق بشاشت قلب کی وجہ سے نہیں ہے جیسا کہ بعض نے کہا ہے، بلکہ اعطاء فی العسر کی وجہ سے ہے۔ مثلاً ایک شخص کے پاس ایک ہی درہم ہے اور وہ اس نے دے ڈالا اور دوسرے کے پاس سینکڑوں ہیں جن میں سے اس نے ایک سو دے دیئے تو پہلے کو باوجود ایک اور سو کے عظیم الشان تفاوت مقداری کے

اس دوسرے پر ترجیح ہوگی' کیونکہ اس نے نفس پر زیادہ جبر کیا اور اس کو خدا تعالیٰ سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے کہ باوجود حاجات اور عسرت کے پھر بھی دینے سے دریغ نہیں کیا۔

(۵۲) تہتر فرقوں سے عدد خاص ہی مراد ہے :

فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ سات سو تک صدقہ بڑھایا جاتا ہے اس میں عدد خاص مراد نہیں ہے' بلکہ محض زیادتی مراد ہے۔ لیکن حدیث تفترق امتی ثلث وسبعون فرقۃ میں عدد خاص مراد ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اختلاف تو بہت سے ہیں اور اگر فِرَق مراد ہیں تو وہ بہت ہی کم ہیں۔ فرمایا کہ عدد کی تعیین حدیث میں منصوص ہے۔ معدود کی تعیین اجتہادی اور قیاسی ہے۔ سو ممکن ہے کہ جس امر کو شمار کرنے والوں نے اصل سمجھا ہو وہ اصل نہ ہو یا جس امر کو فرع سمجھا ہو وہ فرع نہ ہو۔

(۵۳) وساوس غیر اختیاریہ خلاف کمال نہیں :

فرمایا کہ انسان یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے دل میں سوائے خیال محبوب یعنی باری تعالیٰ کے اور کوئی خیال نہ آنے پائے اور اس کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے' دعائیں کرتا ہے' کامیاب نہیں ہوتا تو پریشان ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ غور نہیں کرتا کہ قلب کی حالت شارع عام کی سی ہے کہ اس پر جس طرح بادشاہ کا گزر ہوتا ہے اسی طرح ایک ادنیٰ مزدور بلکہ چمار بھی چلتا ہے۔ اور جس طرح بادشاہ کے چلنے سے سڑک عیب دار نہیں ہوتی اسی طرح چمار کے گزرنے سے بھی اس میں کوئی عیب پیدا نہیں ہوتا' بلکہ بعض مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے کہ ایک چمار کے نکل جانے کے لئے شاہی سواری روک لی جاتی ہے۔ اسی طرح قلب کی شاہراہ میں شاہی سواری (خیال محبوب) کے ساتھ ہی ایرے غیرے (مالا یعنی اور

دنیاوی خیالات) بھی راہ چلتے ہیں اور بعض اوقات ان کے لئے شاہی سواری روک لی جاتی ہے کہ یہ نکل جاویں اور اس کے لئے راستہ صاف ہو جاوے۔ پس جب قلب کی یہ حالت ہے تو اس میں کسی خیال کے آنے کو جواز خود آجاوے برا نہ سمجھے، نہ اس کی طرف التفات کرے نہ اس سے پریشان ہو، حتیٰ کہ اس کے دفع کرنے کا بھی زیادہ اہتمام نہ کرے بلکہ ذکر میں مشغول رہے۔ اس سے از خود دفع ہو جاتے ہیں۔ اگر باوجود شغل کے بھی یہ خیالات آویں سمجھے کہ سڑک سے ایک چمار کے گزرنے کے لئے بادشاہ رک گیا ہے اور پھر ذکر میں مشغول ہو جاوے کہ تدبیر اس کی یہی ہے اور بدون اس کے خالی قصد دفع کافی نہیں۔ حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان الشیطٰن جاثم علٰی قلب ابن ادم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل وسوس۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ذکر کی جانب توجہ رہے تو فاسد خیالات نہ آئیں گے اور جب آئیں گے تو ضرور اس وقت ادھر سے خیال پہلے سے ہٹ گیا ہو گا۔ اس لئے بس مشغول ہو جاوے۔

(۵۴) استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والا یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہے

فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تارک صلوۃ کو مشرکین سے اور حضور ﷺ نے تارک حج کو نصاریٰ اور یہود سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اقیموا الصلٰوۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ اور حضور ﷺ فرماتے ہیں: من کان عندہ ما یبلغہ الحج ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ مشرکین نماز نہیں پڑھتے تھے، مگر حج کرتے تھے اور یہود و نصاریٰ حج نہ کرتے تھے، مگر نماز پڑھتے تھے۔

(۵۵) سفر حج میں مال تجارت نہ لے جانا بہتر ہے :

فرمایا کہ سفر حج میں مال تجارت ساتھ نہ لے جانا بہتر ہے۔ لیکن اگر زاد راہ کم

ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ میرا دل پریشان ہوگا اور نیت ڈگمگا جاوے گی قوت توکل نہ ہونے سے خدا تعالیٰ کی شکایت دل میں پیدا ہوگی تو مال تجارت ساتھ لینے میں مضائقہ نہیں۔ اور قرآن مجید میں لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم سے اذن تجارت فی الحج کا اسی حکمت کے لئے ہے۔

(۵۶) ہزل برائے علاج ہو تو گنجائش ہے :

فرمایا کہ ہزل میں مشغول ہونا مضر قلب ہے، لیکن اگر اس میں کوئی مصلحت باطن کی ہو تو مفید ہے۔ مثلاً یہ کہ کثرت مجاہدات سے اس کی صحت میں فتور و ملال پیدا ہو جاوے اور اس فتور سے اندیشہ تعطل کا ہو اور ہزل سے امید نشاط کی ہو اور اس لئے اس کے شیخ نے اس کے لئے تجویز کیا ہو یا یہ خود صاحب بصیرت ہے اور ایسی ہی حالت قبض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ادھر ادھر کی باتوں میں جی بہلانا اس نے خود تجویز کیا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ یہ علاج ہے، اور جب یہ علاج ہے تو بوجہ مقدمہ ہونے حالت محمودہ (ذکر و فکر) کے محمود ہوا۔ پس اس صورت میں اس کا ہزل ہونا نظر بحالت ظاہر ہوا، ورنہ عین حکمت ہے۔

(۵۷) اعتدال میں سلامتی ہے :

فرمایا کہ صوفیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ سفر حج میں تواضع یہ ہے کہ بار برداری کے اونٹ پر سوار ہو۔ یہ اس وقت ہے کہ جب ایسا کرنے سے دوسری مضرتوں کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ اگر تکلیف یا انتشار قلب کا احتمال ہو یا عجب کا اندیشہ ہو یا یہ خیال ہو کہ لوگ میری اس تواضع کو دیکھ کر فتنے میں مبتلا ہو جاویں گے کچھ لوگ تو معتقد ہو کر اور کچھ لوگ طعن کر کے اول کا ابتلاء تو ظاہر ہے اور دوسرے کا ابتلاء اس لئے کہ اس کی غیبت کریں گے اور غیبت سے گنہگار ہوں گے اور اس گناہ کا سبب یہ شخص بنے گا، تو ایسی حالت میں بالکل متوسط وضع رکھے کہ نہ تزین و تجمل بہ تکلف

کرے نہ اس قدر ابتذال۔

(۵۸) ہرانسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت فطری ہے :

فرمایا کہ بعض اہل لطائف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی انسان خدا تعالیٰ کی محبت سے خالی نہیں ہے۔ مسلم' کافر سب کو خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ خدا تعالیٰ نے زجر و توبیخ کے لئے کفار کی شان میں فرماتے ہیں: کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔ پس اگر کفار خدا تعالیٰ کو دوست نہیں رکھتے تو اس حجاب کی وعید سے ان کو کیا زجر ہوا۔ اور اسی کے ساتھ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ سے حکمت مشروعیت حج کی نقل کی کہ وہ فرماتے تھے کہ ہر مسلمان کو ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ سے شدت کے ساتھ محبت ہے اور محبت کا خاصہ ہے کہ اگر بالکل قرب و وصال نہ ہو تو یا محبت جاتی رہتی ہے یا محب ہلاک ہو جاتا ہے اور دونوں مضر ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے محبت و محب کی حفاظت کی حکمت سے ایک مکان بنایا اور اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا اور جو معاملہ محبوب کے مشاہدے کے وقت عادتاً کیا جاتا ہے' یعنی طواف و تقبیل و التزام و مثل ذلک اس بیت کے ساتھ بھی مشروع فرمایا کہ محبین کو اگر پورا وصال نصیب نہ ہو تو اس معاملہ ہی سے کچھ تسکین ہو جائے اور اسی واسطے اس میں حجر اسود کو یمین اللہ کا لقب دیا کہ دست بوسی کے لئے بے قرار ہوں تو اس سے تسلی کر لیں۔ طواف کا حکم دیا کہ عاشق کی طبعی حالت ہے اور چونکہ عشق میں عادتاً مانع سے عداوت بھی ہوتی ہے' اس لئے ایک مقام کو شیطان کی طرف منسوب کرکے اس کی رمی کا حکم دیا (رمی جمار) وغیرذلک۔ اور جب سفر حج اس حکمت سے مشروع ہوا تو اس سفر میں اگر ہزارہا تکلیف بھی ہوں تو پروانہ کرنی چاہئے۔

(۵۹) کشف کو قربِ حق میں کوئی دخل نہیں :

فرمایا کہ قابلِ تحصیل اور لائق قدر وہ چیز ہے کہ جس سے قرب خداوندی میں کچھ ترقی ہو اور جو چیز قرب میں باعث ترقی نہ ہو وہ قابلِ تحصیل نہیں ہے۔ تو دیکھنا چاہئے کہ سلوک میں جو کشف عالم ناسوت ہوتا ہے یا عالم ملکوت کا کشف ہوتا ہے اس سے کسی درجے میں ترقی ہوتی ہے یا نہیں۔ جس شخص کا جی چاہے خود کشف کے وقت غور کرے کہ اس وقت کچھ زائد قرب محسوس ہوتا ہے یا نہیں؟ سو دیکھے گا کہ اس وقت گونہ بعد ذات خداوندی سے ہے برخلاف عبادت کے کہ اگر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہے گا تو کچھ نہ کچھ قرب ضرور بڑھا ہوا وجدانًا پاوے گا۔

(۶۰) تفویض شعار کاملین ہے :

فرمایا کہ بعض مرتبہ منتہی اپنے لئے گوشہ عافیت تجویز کرتا ہے، تاکہ آفاقی اور انفسی آفات سے محفوظ رہے، لیکن اس کو اس عافیت میں بھی اس کے بلا اختیار یا تو کوئی آفاقی آفت پیش آجاتی ہے جو کہ عافیت سوز ہوتی ہے، اور اگر آفاقی پیش نہیں آتی تو انفسی آفات ایسی پے در پے پیش آتی ہیں کہ اس کو گوشہ عافیت ترک کرنا پڑتا ہے۔ جب وہ اس کا مشاہدہ کرتا ہے، پھر اپنے لئے کچھ تجویز نہیں کرتا بلکہ تفویض محض کرتا ہے اور عوام سے جو کلفتیں پیش آتی ہیں ان کا تحمل کرتا ہے کیونکہ جانتا ہے کہ اگر برداشت نہ کروں گا اور عافیت کو اختیار کروں گا تو اس سے زیادہ آفات میں مبتلا ہو سکتا ہوں۔

(۶۱) مخلوق سے بالکل علیحدہ رہنا کمال نہیں :

فرمایا کہ مبتدی اور منتہی کا اختلاط مخلوق کے ساتھ بظاہر یکساں ہے، یعنی مبتدی بھی اختلاط کرتا ہے اور منتہی بھی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ مبتدی تو مخلوق سے اپنی مصلحت کے لئے تعلق رکھتا ہے اور منتہی ان کی مصلحت اصلاح کے لئے اور

باطن میں اس کو توحش ہوتا ہے اور متوسط مخلوق سے بالکل علیحدہ رہتا ہے، اسی لئے متوسط کو اکثر لوگ بزرگ سمجھتے ہیں اور منتہی کا پتہ نہیں لگتا۔

(۶۲) چھوٹوں کی تعظیم دلیل تواضع نہیں :

فرمایا کہ اپنے سے چھوٹوں کے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا نفس کو اس لئے شاق نہیں ہوتا کہ اس سے لوگوں کو یہ شبہ نہیں ہوتا کہ شاید یہ بزرگ ان سے کم ہوں بلکہ چھوٹوں کو چھوٹا اور بڑوں کو بڑا ہی سمجھتے ہیں، بلکہ اس کے کمال کے اور زیادہ معتقد ہوجاتے ہیں کہ حضرت بہت ہی متواضع ہیں کہ اپنے چھوٹوں سے اس طرح پیش آتے ہیں۔ ہاں اپنے ہم عصر اور ہم چشم کی تعظیم البتہ تواضع کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اس سے دیکھنے والوں کو یہ شبہ واقع ہوسکتا ہے کہ شاید یہ دوسرے شخص اس سے بڑے ہوں اور اس واسطے نفس کو یہ زیادہ گراں ہوتا ہے۔

(۶۳) تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کو سناتا ہے :

فرمایا کہ تلاوت قرآن میں دل لگنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ شروع کرنے سے قبل یوں سوچے کہ اگر مجھ کو میرے چند احباب قرآن پڑھنے کو کہیں اور میں ان کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھوں تو کس انداز سے پڑھوں گا۔ آیا خواب بناکر اور ترتیل سے یا یوں ہی بلا توجہ۔ اس کے بعد سوچے کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو قرآن پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور وہ سن رہے ہیں اور ان کا خوش کرنا احباب کے دل خوش کرنے سے زیادہ ضروری ہے اور اس خیال کے بعد شروع کردے۔ اگر درمیان تلاوت میں اس خیال سے ذہول ہوجائے تو تلاوت بند کرکے پھر اس کو تازہ کرلے۔ چند روز میں ان شاء اللہ یہ کیفیت راسخ ہوجائے گی۔

(۶۴) طلب مقصود ہے نہ کہ وصول :

فرمایا کہ ہمارے استاد مولانا محمد یعقوب صاحب ؒ فرمایا کرتے تھے کہ طلب

مقصود ہے نہ کہ وصول۔ کیونکہ مطلوب وہ چیز ہو سکتی ہے جو اس کے اختیار میں ہے اور طلب اختیار عبد میں ہے اور وصول اس کے اختیار سے خارج ہے۔ البتہ اس معنی میں مطلوب ہے کہ وہ طلب صادق پر لزوماً مطلوب ہے' مقصود استاد علیہ الرحمتہ کا یہ ہے کہ ثمرات پر ہر وقت نظر رکھنا مشوش وقت ہے' یہ اس کا علاج ہے۔

(۶۵) تفویض و رضا سرمایہ سالک ہے :

فرمایا کہ اکثر لوگ حالت قبض میں پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ جب ایسی حالت پیش آئے تو یہ سمجھے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور ہماری مصلحت کے موافق اور ہم کو نہ قبض سے غرض ہے نہ بسط سے نہ ان دونوں کے عدم سے۔ بلکہ جو حالت ہو ہم اس میں راضی ہیں' اور اسی کو خدا تعالیٰ کا فضل اور اپنی مصلحت سمجھتے ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں :

دل کہ او بستہ غم و خندیدن است ؎ تو بگو کہ لائق آں دیدن است

بلکہ ع عاشقی زیں ہر دو حالت برترست

اور عارف شیرازی فرماتے ہیں :

بہ درد وصاف ترا حکم نیست دم درکش

کہ انچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

(۶۶) بلا ضرورت اجتماع موجب خطر ہے :

فرمایا کہ فقہاء نے جو نوافل میں تداعی کو منع فرمایا ہے اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ نفل کی جماعت تو شرعاً مطلوب نہیں۔ پس اجتماع کی ضرورت تو نہ رہی اور اکثر بلا ضرورت مجمع ہونے سے طرح طرح کے فسادات پیدا ہوتے ہیں اور ضروری کاموں میں کمی پڑتی ہے۔ اور اس سے نظام عالم کے درہم برہم ہو جانے کا اندیشہ

ہوتا ہے اور یہی راز ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے جمعے کی فرضیت کے لئے سلطان یا اس کے نائب کا موجود ہونا ضروری کہا ہے کہ تقدیم و تقدم میں نزاع نہ ہو۔ چنانچہ ہدایہ میں اسی حکمت کی تصریح ہے اور اگر مسلمان ایک شخص پر اتفاق کر کے اس نزاع کا انسداد کریں ایسا شخص بھی کافی ہے۔

(۶۷) ہم امور معاشیہ میں بھی احکام نبوت کے پابند ہیں :

فرمایا کہ احکام نبوت صرف متعلق بہ معاد ہی نہیں ہیں' بلکہ ہم کو امور معاشیہ میں بھی ان کا پابند کیا گیا ہے۔ دلیل اس کی ما کان لمومن وّلا مومنۃ الخ اور اس کا سبب نزول ہے۔ رہی حدیث تابیر سو وہ مشورہ تھا نہ کہ حکم اور حدیث بریرہ سے اس تفصیل کی تائید ہوتی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد متعلق نکاح مغیث کے بارے میں عرض کیا کہ آپ سفارش فرماتے ہیں یا حکم؟ آپ نے فرمایا سفارش۔ بریرہ نے کہا مجھ کو قبول نہیں۔ اس سے یہ تفصیل صاف معلوم ہو گئی۔

(۶۸) شعبدہ سبب طبعی خفی پر مبنی ہوتا ہے :

فرمایا شعبدہ اور معجزہ میں فرق یہ ہے کہ شعبدہ کسی سبب طبعی خفی کی طرف مستند ہوتا ہے کہ ہر شخص کی نظر اس سبب خفی تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن ماہر فن اس کو سمجھ سکتا ہے اور اس شعبدہ باز کی قلعی کھول سکتا ہے اور معجزہ کسی سبب طبعی کی طرف مستند نہیں ہوتا۔ وہ خارق للعادۃ محض داخل تحت قدرۃ اللہ ہوتا ہے۔

(۶۹) ہدیہ دے کر رسید طلب کرنا خلاف تہذیب ہے :

فرمایا کہ اگر کسی کے پاس ہدیہ بھیجے تو ایسے شخص کے ہاتھ نہ بھیجنا چاہئے کہ جس پر پورا اعتماد نہ ہو اور اس بنا پر مہدی الیہ سے رسید کی درخواست کرے' کیونکہ ہدیہ پیش کر کے کسی قسم کا بار ڈالنا گو رسید ہی لکھنے کا ہو خلاف تہذیب ہے۔

(۷۰) مصافحہ کرتے ہوئے ہدیہ دینا ناروا ہے :

فرمایا کہ اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ مصافحہ میں بزرگوں کو روپیہ ہدیہ دیتے ہیں' یہ سخت غلطی ہے۔ کیونکہ مصافحہ عبادت محضہ ہے۔ اس میں دنیا شامل نہ ہونی چاہئے اور اگر کہا جائے کہ ہدیہ دینا بھی عبادت ہے تو وہ عبادت لغیرہ ہو گا لذاتہ نہیں اور مصافحہ عبادت لذاتہ ہے اور یہ ایجاد پیرزادوں کی معلوم ہوتی ہے کہ اہل مجلس کو ہدیہ کی اطلاع نہ ہو۔ اس میں یہ بھی خرابی ہے کہ بعض اوقات ہدیہ لینا مصلحت نہیں ہوتا تو وہ مصافحہ بھی مکدر ہوتا ہے۔

(۷۱) جس سے کوئی کام ہو اسے ہدیہ دینا رشوت ہے :

فرمایا کہ جب کسی کے پاس کوئی حاجت لے کر جاؤ تو ہدیہ لے کر نہ جاؤ۔ اس لئے کہ اول تو یہ رشوت کی صورت ہے۔ دوسرے بعض اوقات وہ شخص حاجت کو پورا نہیں کر سکتا اور اس سے اس شخص کو ہدیہ لینے میں گونہ خفت ہوتی ہے۔

(۷۲) علماء پر دنیاوی ضرورتوں سے بے خبر ہونے کا اعتراض غلط ہے

فرمایا کہ اکثر روشن خیال لوگ علماء پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ دنیاوی ضرورتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ سو اول تو یہ تسلیم نہیں کیا جاتا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس لاعلمی کی تکالیف کی زندگی بہت قلیل ہے۔ لیکن معترضین جن ضرورتوں سے لاعلم ہیں یعنی دین کی ضرورتیں' ان کی لاعلمی سے جو تکالیف ان کو ہوں گی وہ بہت شدید اور طویل ہیں۔ پس اول ان کو اپنی خبر لینی چاہئے' اس کے بعد اعتراض کا حق ہے۔

(۷۳) مرید ہونا ضعف دماغ کا علاج نہیں :

ایک شخص نے اپنی حالت کہی کہ مجھے ضعف دماغ ہے اور سمجھ اچھی نہیں

ہے۔ اس لئے بیعت کر لیجئے کہ اس کی برکت سے یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں۔ جواب میں تحریر فرمایا کہ ان مقاصد میں مرید ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ آپ پڑھا ہوا یاد رکھنے کی فکر میں نہ لگیں۔ تجربہ ہے ... مطالعہ اپنے حد امکان کے موافق غور کرکے دیکھ لے اور استاد کے سامنے سمجھ کر پڑھ لے بس کافی ہے۔ اگرچہ یاد نہ رہے۔ آپ اس دستور العمل کو پیش نظر رکھ کر مطمئن رہئے۔ البتہ اگر اس فن ہی سے مناسبت نہ ہو تو ہمیشہ کے لئے یا چند روز کے لئے اس فن کو موخر کر دیا جائے‘ جیسی استاد کی رائے ہو۔

(۷۴) بزرگوں کے پاس جاتے ہوئے ہدیہ کا التزام درست نہیں

فرمایا کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب بزرگوں کے پاس جائیں گے تو بالالتزام کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور لے کر جائیں گے۔ حالانکہ یہ التزام اچھا نہیں ہے۔ اس میں ہدیہ لے جانے والے اور ہدیہ لینے والے اور دیگر متعلقین سب کا نقصان ہے۔ ہدیہ لے جانے والے کا نقصان تو یہ ہے کہ ہر وقت اس کی طبیعت میں ہیجان محبت ہوتا نہیں (جیسا کہ ہر طبیعت کی حالت کا مشاہدہ اس کا شاہد ہے) اس لئے اس التزام سے کسی نہ کسی وقت یہ ہدیہ اس کی طبیعت پر گونہ بار ضرور ہو گا۔ پس اس صورت میں وہ ہدیہ ہدیہ نہیں رہا۔ کیونکہ ہدیہ اس کو کہتے ہیں جو کہ جوش محبت سے دیا جائے نہ وہ کہ نری وضع داری سے دیا جائے‘ اور لینے والے کا نقصان یہ ہے کہ یہ ملتزم جب کبھی اس کے سامنے جائے گا اس کو فوراً یہ وسوسہ پیدا ہو سکتا ہے کہ ضرور کچھ میرے لئے لایا ہو گا۔ اور جب تک وہ شخص کچھ پیش نہ کر دے اس کو ابتلاء فی الوسوسہ رہتا ہے جس سے چند روز کے بعد حرص پیدا ہو جانے کا احتمال ہے اور دیگر متعلقین کا یہ نقصان ہے کہ اگر ان سے یہ التزام نہ ہو سکے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ ہم پر اس قدر توجہ نہیں کریں گے جس قدر اس شخص پر کریں گے‘ اور اکثر غریب لوگ اس شخص کی بدولت بزرگوں کے پاس آتے ہوئے رکتے ہیں کہ جب

ہم سے ہدیہ لے جانا ممکن نہیں تو کس منہ سے جائیں۔

(۷۵) حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم وہبی تھے :

فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کو خدا تعالیٰ نے جو سب سے بڑا کمال دیا تھا اور جس کی وجہ سے مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے بھی یہ الفاظ فرمائے کہ میں جس چیز کے سبب حاجی صاحب کا معتقد ہوا وہ کمال علمی تھا کہ ان کی زبان سے باوجود علوم درسیہ حاصل نہ کرنے کے وہ علوم نکلتے تھے جن پر ہزار دفتر علوم قربان ہیں۔ ایک مرتبہ شیخ فریدالدین عطارؒ کی اس حکایت کے متعلق تذکرہ تھا کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے درخواست کی کہ مجھے خواب میں زیارت خداوندی ہو جائے اور شیخؒ نے کہا تم نماز عشاء چھوڑ دینا۔ مرید نے فرض تو پڑھ لئے اور سنتیں چھوڑ دیں اور خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بھائی ہماری سنتیں کیوں چھوڑ دیں۔ صبح آکر یہ خواب شیخ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ فرض چھوڑ دیتے تو خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھتے اور وہاں سے بھی یہی ارشاد ہوتا اور شیخ عطارؒ نے اس کی توجیہ فرمائی ہے کہ کبھی طبیب زہر سے بھی علاج کرتا ہے۔ مگر حضرت نے نہایت عمیق توجیہ فرمائی جس کے سامنے تاویل سابق حقیقت مسئلہ پر نظر نہ پہنچنے کے سبب معلوم ہوتی ہے۔ اور اصل وجہ اس امر کی وہی معلوم ہوتی ہے جو حضرتؒ نے فرمائی۔ وہ یہ کہ شیخ کو بذریعہ کشف یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ میرا مرید درجہ مریدی سے نکل کر درجہ مرادیہ میں پہنچ چکا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سے نماز قضاء ہو جائے' ہاں کچھ موخر ہو جائے گی۔ اگر یہ بے پڑھے سو رہے گا تو خود سرکار اس کو جگا دیں گے۔ پس ترک نماز کی اجازت اس سے لازم نہیں آتی۔ پھر فرمایا کہ سالک کی دو حالتیں ہوتی ہیں: اول وہ مرید ہوتا ہے کہ اگر خود وہ کوشش اور سعی کرتا ہے تو ادھر سے بھی مدد و اعانت ہوتی ہے اور خود چھوڑ بیٹھتا ہے تو ادھر بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور اس سے گزر کر مرتبہ مرادیہ میں پہنچتا ہے کہ اگر خود چھوڑنا

بھی چاہے تو ادھر سے ایسا جذب کامل ہوتا ہے کہ یہ مجبور ہو جاتا ہے' چھوڑا نہیں جاتا اور اسی غزارت علم حضرت حاجی صاحبؒ کی تائید میں ایک دوسری حکایت بیان کی کہ ایک صاحب حال دہلوی کی ایک حکایت مشہور ہے کہ مسجد جامع دہلی سے ماہ رمضان میں نماز جمعہ پڑھ کر اتر رہے تھے۔ ایک بڑھیا نے گلاس شربت پیش کیا۔ آپ نے لے کر پی لیا۔ اس پر شبہ ظاہر یہ ہے کہ بڑھیا کا دل خوش کرنے کے لئے صوم رمضان کا توڑ دینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ وجہ اس کی یہ تھی کہ مولانا سے اس وقت حقیقت صوم مجوب تھی اور حقیقت قلب ان پر منکشف تھی۔ اس میں ایسے مغلوب ہوئے کہ دل دکھانا گوارا نہ ہوا اور افطار صوم کی مضرت نظر سے مجوب ہو گئی۔

(۷۶) بلا ضرورت اجتماع محتمل نزاع ہے :

فرمایا کہ تمدن اور قیام سلطنت کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بلا ضرورت عوام کا اجتماع نہ ہونے پائے۔ تمام سلطنتوں کو اس کا خاص اہتمام ہے۔ سو کلام مجید سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں وہ موجود ہے۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ کیونکہ انتشار کا حکم اس وجہ سے ہوا کہ ضرورت اجتماع باقی نہیں رہی۔ اگر مختلف الطبع لوگ بلا ضرورت ایک جگہ رہیں گے تو فساد و نزاع کا احتمال ہے' اور اسی لئے انتشروا کے بعد یہ بھی فرمادیا کہ ابتغوا من فضل اللّٰہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد سے نکل کر بھی آوارہ نہ پھرو' بلکہ خدا کے رزق کی طلب میں مشغول ہو جاؤ۔ آگے اس شغل بالدنیا کے مفاسد کا علاج فرماتے ہیں کہ اذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ تو ہر پہلو کو کیسا معتدل کیا ہے اور یہی اعتدال وہ چیز ہے کہ قرآنی تعلیم کے سوا کسی دوسری جگہ اس مرتبہ میں میسر نہیں ہو سکتی۔

(۷۷) ذکر اللہ نفس پر جہاد سے زیادہ شاق ہے :

فرمایا کہ انسان کے اعمال صالحہ دو طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ ہیں ان کا کوئی ثمرہ اکثر دنیا میں بھی مرتب ہوتا ہے اور خود ان کی صورت یا ہیئت سے بھی نفس کو حظ حاصل ہوتا ہے، جیسے جہاد وغیرہ اور بعض وہ ہیں کہ جن کا ثمرہ غائب ہے اور خود اس کی ہیئت بھی طبعًا موجب حظ نہیں ہے۔ جیسے ذکر اللہ۔ پہلی قسم کے اعمال نفس پر بہت آسان ہو جاتے ہیں، لیکن دوسری قسم کے اعمال بہت کٹھن ہیں اور ان میں نفس پر بہت بار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے آسان کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ ذکر سے کسی ثمرۂ عاجلہ کا قصد نہ کرے، بلکہ محض اس نیت سے کرے کہ وعدۂ خداوندی ہے فاذ کرونی اذ کر کم تو جب ہم اس کو یاد کریں گے تو وہ ہم کو ضرور یاد کرے گا اور اس کا یاد کرنا اعظم مطلوب ہے اور اس میں تخلف کا بھی احتمال نہیں۔ پس جب مطلوب حاصل ہے تو دوسری لذت اگر نہ حاصل ہو تو کیا مضائقہ ہے۔

(۷۸) احضار قلب اختیاری ہے :

فرمایا کہ احضار قلب بندے کے اختیار میں ہے۔ اگر کوشش کرے احضار ممکن ہے۔ لیکن اس کیفیت کا جلدی راسخ کرلینا اختیار عبد سے خارج ہے کہ جب چاہے رسوخ ہو جائے۔ لہٰذا اگر دیر ہو جائے تو مایوس نہ ہونا چاہئے۔

(۷۹) سیر فی اللہ کی کوئی انتہاء نہیں :

فرمایا کہ ایک سیر الی اللہ ہے اور ایک سیر فی اللہ ہے۔ سیر الی اللہ یہ ہے کہ اخلاق کی تہذیب اور رسوخ فی الذکر پیدا کیا جاوے اور یہی مرتبہ ہے جس کے انتہا پر سلوک متعارف ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد سیر فی اللہ ہے اور وہ یہ ہے کہ صفات و افعال الٰہیہ و معاملات فیما بین العبد و الرب کی خصوصیات کے انکشاف میں روز

بروز ترقی ہو اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ع

نہ حسنش غایتی دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی !

اور اس آیت شریفہ میں ان دونوں مرتبوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ انی ذاھب الی ربی سیھدین۔ کیونکہ ذہاب الی الرب سیر الی اللہ ہے اور اس پر جو ہدایت کو متفرع فرمایا ہے یہ کوئی چیز اس کے بعد کی ہے اور اس کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے۔

(۸۰) بغیر اجازت کسی کی تحریرات کو دیکھنا گناہ ہے :

فرمایا کہ اگر کسی کے پاس جاکر بیٹھو تو اس کی تحریرات کو نہ دیکھو۔ ممکن ہے کہ ان میں کوئی بات پوشیدہ رکھنے کے قابل ہو' بلکہ اگر اس کے پاس کوئی مطبوعہ کتاب بھی رکھی ہو تو اس کو بھی نہ دیکھو۔ کیونکہ بسا اوقات باوجود کتاب کے مضامین مشتہر اور غیر مخفی ہونے کے انسان اس کی کوشش کرتا ہے کہ اس کتاب کا میرے پاس ہونا دوسروں کو معلوم نہ ہو۔ پس کتاب کے دیکھنے میں اس شخص کی اس مصلحت کو فوت کرنا ہے۔

(۸۱) مشغول شخص کے سامنے بیٹھ کر اس کا انتظار نہ کرنا چاہئے :

فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی کام میں مشغول ہو اور تم کو اس کا انتظار کرنا ہو تو اس کے سامنے بیٹھ کر انتظار نہ کرو' کیونکہ ممکن ہے اس سے اس کی طبیعت میں انتشار پیدا ہو جائے اور اپنے کام کو اچھی طرح نہ کرسکے' بلکہ دور ایسی جگہ بیٹھ کر انتظار کرنا چاہئے کہ جہاں سے وہ تم کو نہ دیکھ سکے۔ پھر جب وہ فارغ ہو تو اس کے پاس جا بیٹھو اور جو کہنا ہو کہو۔

(۸۲) نماز پڑھتے ہوئے دوسروں کی تکلیف کا خیال رکھا جائے :

فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ساری مسجد کو چھوڑ کر شرقی جانب صحن مسجد کے ختم پر نیت باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسا کرنے سے دوسروں لوگوں کو اس طرح تکلیف ہوتی ہے کہ اگر وہ شمال سے جنوب کو یا بالعکس جانا چاہیں تو ان کی ختم نماز کا انتظار کریں یا پوری مسجد کا طواف کر کے جاویں۔

(۸۳) مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نہایت دور اندیش تھے :

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایک ملحد کی نسبت فرماتے تھے کہ لوگ تمنا کرتے ہیں کہ وہ مر جاوے اور میں تمنا کرتا ہوں کہ وہ زندہ رہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب تک زندہ رہے اس وقت تک اگر دس محب اور بات بنانے والے ہیں تو پچاس آدمی اس کے عیب دیکھنے والے اور اس کے پترے کھولنے والے بھی ہیں۔ مر جائے گا تو محبین رہ جائیں گے اور ناقدین کی جماعت کم ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ایک روز وہ محبین کی بدولت بزرگوں میں شمار ہونے لگے گا۔ عیبوں پر پردہ پڑ جائے گا۔ چنانچہ وہ شخص مرا اور بعد مرنے کے بعینہٖ یہی واقعہ ہوا جس کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

(۸۴) مقامات مطلوب ہیں :

فرمایا کہ احوال کے مقابلے میں مقامات ہیں (والمقامات مکاسب والاحوال مواھب) اور وہ مطلوب ہیں اور مقامات اصطلاح صوفیہ میں اعمال تکلیفیہ متعلقہ بالقلب کو کہتے ہیں۔ گویا جن امور باطنہ کا حکم قرآن و حدیث میں ہوا ہے جس کو علم المعاملہ کہتے ہیں' وہی صوفیہ کی اصطلاح میں مقام ہے اور وہ موجب قرب ہے اور قابل توجہ والتفات ہے۔ جس طرح کہ اعمال ظاہرہ بھی۔

(۸۵) کشف کوئی قابل التفات چیز نہیں :

فرمایا کہ مکاشفہ احوال میں سے ہے اور اسی لئے وہ مطلوب نہیں۔ اگر ایک شخص کو عمر بھر ایک کشف بھی نہ ہو تو اس کے قرب میں ذرا بھی کمی نہیں ہوتی، بلکہ غور کرکے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مکاشفہ کمال ہی نہیں ہے۔ کیونکہ کفار کو بھی کشف ہو جاتا ہے۔ مثلاً اشراقی فلاسفہ۔ نیز مکاشفہ ایسی چیز ہے کہ مرنے کے بعد خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ دنیا میں وہ چیز حاصل کرنی چاہئے جو مرنے کے بعد حاصل نہ ہو سکے۔ کالصلوٰۃ والذکر۔ دوسرے مکاشفہ بعض اوقات مضر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ایسا شخص جس کو علم حاصل نہیں ہے، اس کو اگر کشف ہونے لگے تو اس کی لذت میں پڑ کر وہ نماز و روزے کو بالکل ادنی درجے کی چیز سمجھے گا۔ بالخصوص اگر کچھ نور کی قسم سے نظر آنے لگے تو اس کو حصول معراج کا یقین ہی ہو جائے گا۔ لان الحجب النورانية اشد من الحجب الظلمانية۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر کشف کوئی قابل التفات چیز ہوتی تو شارع علیہ السلام ہم کو اس کی تعلیم دیتے اور قدر کا مسئلہ دریافت کرنے پر کہ وہ بھی ایک راز کا کشف تھا، صحابہؓ کو ممانعت نہ ہوتی جن کا علم اور قوت علمیہ ہم سے ہزارہا درجے بڑھی ہوئی تھی، جن کو خاص بارگاہ نبی صلعم سے فیض ہوتا تھا۔

(۸۶) دباؤ ڈال کر چندہ وصول کرنا جائز نہیں :

فرمایا کہ مدارس کے چندوں کے بارے میں ہمیشہ سے میری رائے یہ ہے کہ زور دے کر اور دباؤ ڈال کر وصول نہ کئے جائیں اور اس طرز کو میں سدا سے ناجائز کہتا تھا۔ لیکن اب اس کے متعلق ایک عجیب تائید تفصیل کے ساتھ قرآن شریف کی آیت سے مل گئی جس پر اس سے قبل کبھی نظر نہ ہوئی تھی۔ وہ یہ ہے کہ چندہ لینے میں ایک سوال کا مرتبہ ہے اور وہ ناجائز ہے اور ایک ترغیب کا مرتبہ ہے اور وہ

جائز ہے اور سند اس کی کلام مجید کی اس آیت سے ملتی ہے۔ خدا تعالیٰ مذمت سوال میں فرماتے ہیں کہ: لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سوال نہ کرنا چاہئے۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف۔ اس لئے چندے میں ترغیب کا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ حفاظت دین ضروری امر ہے اور بغیر سلسلہ تعلیم و تعلم ممکن نہیں اور یہ سلسلہ اس وقت عادتاً بدون اعانت نہیں چل سکتا۔ پس اعانت ایک امر خیر کا مقدمہ اور موقوف علیہ ہے۔ لہٰذا خیر ہے، بلکہ ایک امر ضروری کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح علماء کو دباؤ ڈال کر سوال نہ کرنا چاہئے اسی طرح اہل دنیا کو ترغیب پر انکار بھی نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: انما الحیٰوة الدنیا لعب ولهو۔ وان تومنو وتتقوا یوتکم اجورکم ولا یسئلکم اموالکم۔ ان یسئلکموها فیحفکم تبخلوا ویخرج اضغانکم۔ هاانتم تدعون لتنفقوا فی سبیل اللّٰه۔ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه۔ واللّٰه الغنی وانتم الفقراء۔ وان تتولوا یستبدل قومًا غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم لوگ ایمان لا کر متقی بن جاؤ تو خدا تعالیٰ تم کو بھی اجر دے گا اور تم سے تمہارے مال کا سوال نہ کرے گا۔ کیونکہ اگر تم سے تمہارے مال کا خدا تعالیٰ سوال کرے اور سوال میں مبالغہ بھی کرے تو تم ضرور بخل کرو گے اور تمہارے بخل کو یہ سوال ظاہر کر دے گا۔ (گویا اڑ کر سوال کرنے کا یہ خاصہ ہے کہ اس پر دینے کو جی نہیں چاہتا۔ اور انسان انکار ہی کر دیتا ہے اور اس طبعی خاصہ کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ایک گونہ ان لوگوں کو معذور رکھ کر یہ فرما دیا کہ خدا تم سے تمہارے مال کا سوال نہ کرے گا۔ لیکن اس سوال نہ کرنے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بالکل چھٹکارا ہو گیا اور اب کوئی بات بھی ہمارے ذمہ نہیں

رہی۔ کیونکہ باوجود سوال نہ کرنے کے) اے لوگو! تم کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت (ترغیب) دی جائے گی (اور تم لوگوں کو جو محبت مال اور دینی بے پروائی ہے اس کے سبب) کچھ لوگ تم میں سے ترغیب دینے میں بخل بھی کریں گے۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ اپنا ہی نقصان کریں گے (کیونکہ اس دینے کا ثواب انہیں کو ملتا اور انہیں کی دینی اور دنیوی ضرورتیں اس سے پوری ہوتیں) خدا (تمہارے مالوں سے) بالکل غنی ہے اور تم (اس کے افضال اور انعامات کے) سراپا محتاج ہو اور (سن رکھو کہ) اگر تم لوگ (اس طرح بھی دینے سے) پھروگے تو خدا تعالیٰ (تم کو نیست و نابود کرکے) تمہاری جگہ دوسری ایسی قوم پیدا کردے گا کہ وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر اڑ کر سوال کرنے پر انکار کیا جاوے تو چنداں عیب نہیں۔ کیونکہ یہ انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ لیکن اگر محض ترغیب پر انکار کیا جاوے تو سخت وبال کا اندیشہ ہے اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سوال والحاف برا ہے اور دعوت ترغیب حسن ہے۔

(۸۷) مصلح کے پاس جاتے ہوئے کسی کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں

فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے ایک خادم سے فرمایا کہ جب آیا کرو تو تنہا آیا کرو، کسی کو ہمراہ لے کر نہ آیا کرو۔ مجھے خیال ہوا کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ اس وقت کوئی مصلحت سمجھ میں نہ آئی۔ لیکن چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ارشاد نہایت مصلحت پر مبنی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر شخص کی استعداد اور مطلوب جدا ہوتا ہے اور اس کے موافق اس شخص سے برتاؤ کرنا مناسب ہوتا ہے۔ اور اگر کسی کے ساتھ ہو تو بسا اوقات ایک کی رعایت سے دوسرے کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرنا پڑتا ہے اور وہ نامناسب ہوتا ہے۔ چنانچہ تجربے کے بعد مجھے خود اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔

(۸۸) مبتدی کے لئے وعظ کہنا درست نہیں :

فرمایا کہ امام غزالیؒ نے کہیں لکھا ہے کہ مبتدی سلوک کو وعظ وغیرہ نہ کہنا چاہئے' کیونکہ تہذیب نفس ابتداء میں کامل نہیں ہوتی۔ احتمال نفس کے خراب ہو جانے کا ہوتا ہے حب شہرت و عجب وغیرہ سے' اس رائے کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ فاعفوا واصفحوا حتّٰی یاتی اللّٰہ بِاَمْرِہٖ۔ کیونکہ یہ آیت ممانعت قتال بالکفار مکہ میں نازل ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک مخاطبین تازہ اسلام لائے تھے۔ تہذیب نفس کامل طور پر نہیں ہوئی تھی۔ احتمال تھا کہ شاید قتال میں نفس کا شائبہ ہو جائے اور یہ وجہ نہ تھی کہ اس وقت تک صحابہؓ کا عدد کم تھا' کیونکہ مسلمانوں کو قلت عدد سے کبھی رکاوٹ نہیں ہوئی۔ آخر ساٹھ آدمی ساٹھ ہزار سے لڑے اور مظفر و منصور ہوئے اور جب مدینے میں آئے تو چونکہ اکثر کو تہذیب نفس کی کامل ہو چکی تھی اور اقل تابع ہوتے ہیں اکثر کے' اس لئے اجازت قتال دے دی گئی اور یہ آیت نازل ہوئی: اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا۔

(۸۹) جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے شیخ اس کی اصلاح نہیں کر سکتا

فرمایا کہ قرآن میں جو ارشاد ہے: اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔ اس آیت میں یشآءُ کی ضمیر جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے' لیکن قواعد عربیہ کے موافق ایک دوسری توجیہ لطیف بھی ہو سکتی ہے کہ یَشَآءُ کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہو۔ مطلب یہ ہو گا کہ جو شخص خود اپنی ہدایت کا قصد کرے خدا تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے ہیں۔ اور اس امر کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے کہ اگر خود قصد کرے تو خدا تعالیٰ بھی امداد فرماتے ہیں' ورنہ نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ

سُبُلَنَا۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے: اَنُلْزِمُکُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا کٰرِهُوْنَ۔ یہ ملفوظ اس پر بیان کیا کہ جو شخص اپنی اصلاح نہ چاہے شیخ اس کی اصلاح نہیں کر سکتا۔

(۹۰) کافر عقلاً بھی عذاب مخلد کا مستحق ہے :

فرمایا کہ کفار کو جو عذاب مخلد ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر اضاعت ہے حقوق خداوندی کی اور خدا تعالیٰ کے صفات غیر متناہی ہیں اور ہر صفت کا ایک حق ہے۔ تو کافر نے حقوق غیر متناہی کو ضائع کیا۔ جس پر غیر متناہی عذاب مرتب ہونا چاہئے۔ اور اس کا مقتضاء عقلاً یہ تھا کہ معصیت میں بھی عذاب مخلد ہوتا' لیکن یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے معاصی غیر کفر میں سزائے مخلد نہیں دی۔

(۹۱) ہر کس و ناکس ذکر و شغل کا اہل نہیں :

فرمایا کہ پہلے شیوخ عوام کو اذکار و اشغال نہ بتلاتے تھے' بلکہ صرف اوراد بتلانے پر اکتفا کرتے تھے۔ آج کل صوفیاء میں عجب گڑبڑ ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کو ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں جس سے برے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں اور وہ لوگ طرح طرح کی غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ بعض اوقات پڑھے لکھے لوگوں کو بھی وہ غلطی پیش آتی ہے کہ ان کو اس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ چند روز کا واقعہ ہے کہ میں قصبہ کاندھلہ گیا۔ میرے بعد تھانہ بھون میں ایک صاحب علم ذاکر کو ایک سخت حالت پیش آئی اس میں انہوں نے یہ حرکت کی کہ ایک وقت کی جماعت بھی اس وجہ سے چھوڑ دی کہ عین جماعت کے وقت ان پر یہ حالت طاری تھی کہ وہ سمجھے جماعت میں مشغول ہونے سے یہ حالت نہ رہے گی۔ جب میں کاندھلہ سے آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا۔ میں نے سمجھایا کہ جماعت کے مقابلہ میں اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

(۹۲) وجد حالت غریبہ محمودہ غالبہ کا نام ہے :

فرمایا کہ وجد اس حالت غریبہ محمودہ غالبہ کا نام ہے مثلاً غلبہ شوق یا غلبہ خوف' اور اس کے لئے چلانا یا کودنا پھاندنا لازم نہیں' جیسا آج کل متصوفین کا گمان ہے اور اس حالت وجد کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ صحابہؓ کی حالت فرماتے ہیں: تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ۔ حالانکہ نہ صحابہؓ کودتے پھاندتے تھے نہ چلاتے تھے۔

(۹۳) تصوف کے حالات عام زندگی میں بھی انسان پر گزرتے ہیں

فرمایا کہ لوگ صوفیہ کی اصطلاحات سنتے ہیں اور ان کی حقیقت سے ناواقف ہونے کے سبب سمجھتے ہیں کہ تصوف کوئی امر غریب ہے جو غیر ممکن الحصول ہے' حالانکہ وہ باتیں وہی ہوتی ہیں جو کہ روز مرہ انسان پر گزرتی ہیں۔ کسی پر دنیاوی امور میں کسی پر دینی امور میں۔ مثلاً صوفیہ کی اصطلاح ہے کہ وہ ایک حالت خاصہ کو فناء سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے آگے کے مرتبے کو فناء الفناء کہتے ہیں۔ یہ دونوں حالتیں ایسی ہیں کہ دنیاوی معاملات میں بھی لوگوں کو اکثر پیش آتی ہیں۔ فناء کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز سے توجہ ہٹ کر صرف محبوب کا خیال دل میں رہ جائے اور فناء الفناء یہ ہے کہ اَنَا فَانٍ کا بھی خیال نہ رہے۔ وَلِلّٰهِ دَرُّ مَنْ قَالَ۔

تو درو گم شو وصال ایں ست و بس
گم شدن گم کن کمال ایں ست و بس

سو یہ حالت دنیوی مشغولی میں بھی ہوتی ہے کہ غایت اشتغال میں غیر مقصود کی طرف توجہ نہیں رہتی اور اس حالت میں یہ بات بھی ذہن میں نہیں آتی کہ یہ کسی غیر کی طرف متوجہ نہیں۔

(۹۴) احوال قابل التفات نہیں' اصل چیز اتباع شریعت ہے :

فرمایا کہ کیفیات دو قسم کی ہیں۔ ایک کیفیات روحانیہ' دوسری کیفیات نفسانیہ' کیفیات روحانیہ مشاہدہ اور غلبہ ذکر ہے جس کے آثار سہولت اطاعت اور شوق فرمانبرداری ہے اور اس پر رضائے باری موعود ہے۔ کیفیات نفسانیہ احوال کہلاتے ہیں۔ مثلاً شدت شوق ہیجان وارفتگی یہ امور مطلوب نہیں ہیں' اسی لئے کملاء کبھی ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بلکہ کبھی کبھی احوال سے ضرر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مثلاً جو شخص شدت شوق میں مبتلا ہے ان حالات میں سے ایک حالت اس کو ضرور پیش آئے گی' یا تو لقاء نصیب نہ ہونے سے مایوسی یا غلبہ و ہیجان سے مرض و ہلاک یا اغوائے شیطان سے عجب و کبر اور یا غایت ادلال سے گستاخی۔ یہ سب حالتیں مذموم اور مبعد عن الحق ہیں اور اسی سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض لوگ جو مستجاب الدعوات ہونے کے متمنی ہوتے ہیں اور اس کو کمال سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے' کیونکہ اجابت دعا بھی احوال میں سے ہے اور بعض اوقات مضر ہوتا ہے اور نیز جو شخص مستجاب الدعاء ہو گیا ہے وہ اجابت دعا کے وقت غور کرلے اور دیکھے کہ اس سے قرب خداوندی میں کچھ بیشی بھی ہوئی یا نہیں۔ اگر قلب نفی میں جواب دے (اور ضرور ایسا ہو گا) تو سمجھ لے کہ مستجاب الدعا ہو جانا کوئی کمال نہیں۔ اس کے بعد دیکھے کہ اگر میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہوں تو اس سے کچھ قرب حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر شریعت و طریقت از دیاد قرب کا فتویٰ دے تو یقین کرلے کہ مستجاب الدعا ہو جانا ذکر لسانی سے بھی متاخر المرتبہ ہے۔ پس اس سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ احوال قابل التفات و توجہ نہیں۔ ہاں مواہب خداوندی ہیں کہ حاصل ہو جائیں تو اس کا فضل ہے' نہ حاصل ہوں تو نجات و قرب خداوندی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ اور اس کی تائید کہ احوال بذاتہا مطلوب نہیں اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اسئلك شوقا الٰی لقائك من غیر

ضراء مضرة ولا فتنة مضلة۔ پس اگر احوال مطلقاً مطلوب ہوتے اور ان میں ضرر اور فتنہ نہ ہوتا تو حضور ﷺ طلب شوق کے ساتھ کہ حال ہے یہ قید نہ لگاتے۔ خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ اے خدا! میں تجھ سے تیرے لقاء کے شوق کا طالب ہوں، لیکن اتنا شوق نہ ہو کہ اس سے کسی ضرر (جیسے غلبہ شوق سے امراض وغیرہ کا لاحق ہو جانا) یا کسی فتنے میں ابتلاء (جیسے بے باکی کا پیدا ہونا اور شریعت و صاحب شریعت کا ادب ملحوظ نہ رہنا) ہو۔

ایک صاحبہ نے سوالات ذیل روانہ کئے

عامی کے لئے ترجمہ قرآن کریم پڑھنے کا حکم :

(۱) میرے ایک رشتہ دار نے مجھ سے کہا ہے کہ نماز پڑھتے وقت اور قرآن شریف پڑھتے وقت اگر معنوں کا لحاظ بھی رکھا جائے تو بہت ثواب ہے جو سورتیں وغیرہ قرآن یا نماز میں پڑھی جاتی ہیں ان کا ترجمہ بھی اگر دیکھ لیا جائے یا پہلے سے یاد کر لیا جائے تو بہت ثواب ہوتا ہے، کیونکہ جو کچھ پھر ہم پڑھیں گے اس کا ہمیں مطلب بھی معلوم ہوگا۔ مجھے اردو اچھی طرح آتی ہے اور میں ترجمہ دیکھ سکتی ہوں، لیکن جہاں تک میں نے بہشتی زیور دیکھا جس میں قریب قریب ایسے سب مسائل موجود ہیں وہاں تک میرا خیال ہے کہ اس میں ترجمہ وغیرہ کے ثواب کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ برائے مہربانی حضور جلد مطلع فرمائیں کہ ترجمہ سمجھ کر یا معنوں کا خیال کر کے قرآن و نماز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے، تاکہ ہم سب گھر کی عورتیں اس کا خیال رکھیں۔

دھات ملے روپے کی بیع کا حکم :

(۲) بہشتی زیور کے پانچویں حصے کے شروع میں سود کے متعلق ذکر ہے اور بیع

سلم کے متعلق میں نے سنا ہے کہ روپیہ میں خالص چاندی نہیں ہوتی، بلکہ ایک آدھ دھات اور ملی ہوتی ہے۔ کیا اگر چاندی کے روپے میں اور دھات ملی ہوئی ہو اور وہ خالص چاندی نہ ہو تو اس کے بعد بھی لین دین میں پیسوں کے ملانے کی ترکیب کی ضرورت ہے؟

معمولی سودی لین دین کرنے والے اور سود خور میں فرق ہے یا نہیں؟

(۳) سود کے متعلق بہت سخت عذاب ہوتا ہے تو کیا معمولی لین دین میں جو اس قسم کی بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں جن کا ذکر تفصیل سے جناب نے لکھا ہے ان میں بھی اتنا ہی عذاب ہوتا ہے جیسا کہ اس سود میں جو سود خوار لوگ کرتے ہیں یا کم عذاب ہوتا ہے؟

عموم بلویٰ کی رخصت کس صورت میں ہے:

(۴) اسی ذکر میں جس قدر باتیں حضور نے سود کی لکھی ہیں اور بیع سلم کے ناجائز ہونے کے بارے میں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے۔ شاید ہی کوئی کوئی کہیں بچا ہو۔ جن لوگوں کو ہم عام طور سے مذہبی پابند سمجھتے ہیں وہ بھی عموماً اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جب یہ باتیں اس قدر عام ہو گئی ہیں تو ان کے کرنے کے عذاب میں کچھ تخفیف ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ فقہ میں ایک مسئلہ ایسا ہے کہ جس سے لوگوں کی آسانی کا خیال بھی کیا جاتا ہے۔ انہوں نے مثال دی تھی کہ سور کے بال اور جسم وغیرہ سب حرام ہیں۔ لیکن جوتا سینا اس کے بال سے جائز ہے۔ کیونکہ اس سے ٹانکا عمدہ اور سخت لگتا ہے۔ اور ایک بات یہ کہی تھی کہ جب لوگ عام طور سے ایک کام کرنے لگیں اور وہ بہت برا نہ ہو تو اس میں زیادہ سختی نہیں کرنی چاہئے۔ جس کو انہوں نے کہا تھا عموم بلویٰ۔ تو کیا اس قسم کی خرید و فروخت میں اب آسانی کی اجازت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا یہ پورا سود حرام ہے

اوراس قسم کے ہر ایک لین دین میں سخت عذاب ہے؟

مولانا نے جوابات ذیل تحریر فرمائے

(۹۵) عامی کے لئے نماز میں ترجمہ کی طرف دھیان موجب تشویش ہو جاتا ہے :

(۱) نہ لکھنے کی تو یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اس میں ضروریات پر اکتفا ہے' تاکہ عام دشواری نہ ہو اور یہ ضروری نہ تھا' لیکن اصل بات یہ ہے کہ اس طرح ترجمہ یاد کرنے سے فہم قرآن کا لطف نہیں آتا' بلکہ تطبیق الفاظ و معانی خود ایک مستقل شغل ہو جائے گا جو قلب کو مشوش کرے گا۔ اور جس سے حضور مطلوب فی الصلوۃ فوت ہو جائے گا۔ البتہ جو شخص نحو و صرف ادب کی استعداد رکھتا ہے اور بے تکلف معانی کا استحضار اس کو ہو جاتا ہے اس کے لئے البتہ یہ طریقہ مکمل صلوۃ ہے۔ بہرحال تم اس کا اہتمام نہ کرو۔ علیٰ ہذا خارج صلوۃ ترجمہ کا مطالعہ اس وقت مفید ہے کہ کسی عالم سے حاصل کیا جائے۔ مثلاً عورت کا شوہر کسی عالم سے پڑھ کر عورت کو پڑھاوے' ورنہ احتمال مضرت غالب ہے۔

(۹۶) ایسا روپیہ خالص چاندی ہی کے حکم میں ہے :

(۲) ہاں ضرورت اس لئے ہے کہ اس میں جو دوسری دھات ملی ہوتی ہے وہ مغلوب ہوتی ہے اور منفصل نہیں ہوتی اور ایسے مخلوط ہونے سے وہ دھات بھی چاندی کے حکم میں ہو جائے گی۔

(۹۷) شرعاً تمام سودی معاملات یکساں ہیں :

(۳) حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے خرما کے لین دین میں ایک

معمولی غلطی ہو گئی تھی، جس سے وہ سود کے ضابطے میں داخل ہو گیا تھا۔ حضور ﷺ نے نہایت تخویف کے صیغے سے ان کو متنبہ فرمایا۔ وہ الفاظ یہ ہیں: اوہ عین الربٰو اوہ عین الربٰو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں بھی ویسا ہی استحقاق مواخذہ کا ہے۔ قانون میں تو یہی ہے اور یوں اس شخص کی خاص حالت پر نظر فرما کر رعایت فرمانا یہ دوسری بات ہے جس کا وعدہ یا دعویٰ کوئی نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ عدالتوں میں شب و روز اس کے نظائر مشاہدہ میں آتی ہیں۔

(۹۸) عموم بلویٰ کی رخصت امور اختلافیہ میں ہوتی ہے :

(۴) اوپر جواب گزر چکا ہے (نمبر ۳) کے اخیر میں اور وہ مولوی صاحب جو فرماتے ہیں صحیح ہے، مگر عام نہیں ہے۔ ورنہ چاہئے کہ غیبت و خیانت وغیرہ سب سہل ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ قید خود بھی لگائی کہ بہت برا نہ ہو تو کیا سود بہت برا نہیں ہے اور کوئی شخص سود کو سود ہی نہ سمجھے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سود نہ رہے اور سور کے بال کی نظیر بھی اس بات کو بتلا رہی ہے کہ یہ ایسے امر میں ہے جس میں کوئی نص نہ ہو اور عموم بلویٰ بھی امور اختلافیہ میں ہوتا ہے۔ اب تم بجائے آسانی کی کوشش کے شرعی قانون یاد کرنے اور عمل کرنے اور عمل کرانے کی کوشش کرو۔

(۹۹) فصل و وصل آیات منقولی ہے :

فرمایا کہ غیر مقلدین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضور ﷺ سے مواقع آیات میں وصل فرمانا یا غیر مواقع آیات میں وقف فرمانا منقول نہیں ہے، لیکن فواصل کا اختلاف قراءت اس دعوے کے ایک جزو کی قطعاً تردید کرتا ہے، کیونکہ یہ امر مجمع علیہ ہیں۔ اختلاف قرات آرائے امت سے نہیں، بلکہ مسموع و منقول ہیں۔ حضور ﷺ سے اور اگر اجتہاد و رائے سے ہوتا تو اب بھی بہت سے مواقع ایسے ہیں

جہاں متعدد اعراب ممکن ہیں۔ لیکن وہاں صرف ایک ہی قرات ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اب جن مقامات پر اختلاف ہے وہ مسموع ہے۔ نیز علاوہ اجماع کے اختلاف قراءت متواتراً منقول ہیں جن کے انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے: ذوالعرش المجید۔ مجید کی دال پر آیت یقیناً ہے، لیکن پھر بھی اس میں صحابہ ؓ سے دو قراءت منقول ہیں متواتراً۔ بکسر الدال علی انہ صفۃ للعرش وبضم الدال علی انہ تابع لذو۔ پس یہ اختلاف اس امر کو صاف بتلاتا ہے کہ حضور صلعم نے اس موقع پر گاہ گاہ وصل بھی فرمایا ہے۔

(۱۰۰) اشعار کا مطلب :

از مضمون ایں دو شعر آگاہ فرمایند۔ اول ؎

روم در بتکدہ ہر دم بہ پیش بت کنم سجدہ
اگر یابم خریدارے فروشم دین و ایماں را

دوم ؎

خیالات دو عالم راز لوح دل چناں شستم
کہ شد بر تختہ زریں بیک نقطہ دو خط پیدا

فرمایا کہ ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا شعر کسی بھنگڑ کا کلام ہے اور دوسرا شعر البتہ کسی ذی علم کا ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ دوسرے مصرعے سے لفظ لا کی طرف اشارہ ہے۔ نقطہ کو بعض رسم خط میں مدور مجوف لکھا جاتا ہے۔ اس طرح (ہ) چنانچہ آپ نے اعداد میں خود اسی شکل کا دیکھا ہوگا۔ اب اس شکل پر جہت فوق کی طرف کو ایک خط مائل بہ یمین دوسرا مائل بہ شمال نکالئے تو لفظ لا پیدا ہوتا ہے۔ اب مطلب صاف ہوگیا کہ میں نے خیالات کو ایسا دھویا کہ سب کو نفی کردیا۔

○ مجادلات معدلت ○

متعلقہ حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) حق معرفت ادراک عدم عرفان ہے :

ہمارے حضور پر نور ﷺ فرماتے ہیں: ما عرفناك حق معرفتك 'یعنی حق تعالیٰ کا جو حق معرفت ہے وہ مجھ کو حاصل نہیں اور ہمارے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے عرفناك حق معرفتك یعنی حق معرفت مجھ کو حاصل ہے۔ یہ ارشاد امام اعظمؒ کا صریح مخالف ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ حضور پر نور ﷺ کے ارشاد میں تو نفی ہے۔ یہاں اثبات اور اثبات اور نفی دونوں جمع نہیں ہو سکتی۔ یہ بڑا اعتراض ہمارے امام اعظمؒ پر لازم آتا ہے۔ جواب میں فرمایا کہ حق معرفت باری تعالیٰ عزاسمہ یہی ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی پوری معرفت نہیں ہو سکتی۔ تو ادراک عدم عرفان یہی حق معرفت ہے تو ما عرفناك بہ عنوان نفی فرمانا بھی صحیح اور امام صاحب کا عرفناك بہ عنوان اثبات فرمانا بھی صحیح ہوا۔ کیونکہ حق معرفت کیا ہے؟ ادراک عدم عرفان۔ تو مطلب اس سے کہ مجھ کو حق معرفت حاصل ہے یہ ہوا کہ پوری معرفت نہیں ہو سکتی تو دونوں کا ایک مطلب ہوا۔ اور اس سے سہل یہ ہے کہ ایک حق باعتبار عظمت شان معروف کے ہے وہ منفی ہے اور ایک حق باعتبار استعداد عارف کے ہے' وہ مثبت ہے۔ حاصل مجموع کا یہ ہوا کہ واقع میں جو معرفت کا حق ہے وہ تو حاصل نہیں' لیکن ہماری استعداد کا جس قدر مقتضا ہے وہ حاصل ہے اور یہ سب جب ہے کہ وہ حدیث اور یہ قول امام صاحب کا ہو' ورنہ نہ

کچھ سوال ہے نہ حاجت جواب ہے۔

(۲) مغلوب الحال کا سماع دلیل جواز نہیں :

فرمایا سماع مغلوب الحال بزرگوں نے سنا ہے۔ حالت اضطرار میں اور اضطرار میں تو شرعاً حرام بھی حلال ہو جاتا ہے۔ لوگ فرق نہیں کرتے کہ کس کے لئے کیا حکم ہے اور کس کے لئے کیا۔ جو مضطر نہ ہو اس کے لئے کیونکر جائز ہو گا۔ فی زمانا کس قدر غلو ہے۔ سماع میں کہ خدا کی پناہ۔ مشہور ہے کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سماع سنتے تھے اور حضرت شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ منع فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آلات توڑ دیئے۔ حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے اس حالت میں یہ شعر پڑھا : ؎

خشک تار و خشک چوب و خشک پوست : از کجامی آید ایں آواز دوست

غیب سے نغمات اور اعلیٰ درجے کی آوازیں پیدا ہو گئیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان آوازوں کو بند کردو تو جانیں۔ یہ کرامت شیخ کی دیکھ کر قدموں میں گر پڑے۔ اس قصے سے لوگ استدلال جواز سماع پر کرتے ہیں اور فرق نہیں کرتے کہ حضرت شیخ کس حالت میں تھے۔ پہلے ویسی حالت پیدا کرو۔ اس وقت اجازت ہو گی۔ حضرت شیخ گنگوہی قدس اللہ سرہ کے شورش عشق الٰہی کی یہ کیفیت تھی کہ جاڑے کے زمانے میں نئے برتنوں میں پانی رکھا جاتا تھا خوب سرد ہونے کے لئے۔ جب خوب سرد ہو جاتا تھا تو بیسیوں گھڑے پانی کے سر پر ڈالے جاتے تھے مگر حرارت عشق الٰہی میں کمی نہیں ہوتی تھی۔ اب تو پابندی رسم ہے اور کچھ نہیں اور اگر یہ قصہ ثابت نہ مانا جائے تو جواب ہی کی حاجت نہیں۔

(۳) تابیر نخل والی حدیث مشورہ پر محمول ہے :

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تابیر نخل کے بارے میں اول مشورتاً منع فرمایا اور بعد

میں فرمایا: انتم اعلم بامور دنیا کم۔ اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جس قدر ارشاد نبوی ﷺ ہوتا ہے وحی سے ہوتا ہے اور وحی میں خلاف کہاں۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے۔ جواب یہ ہے کہ وحی سے جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ احکام دینیہ میں ضرور واقع ہوتے ہیں۔ ان میں مشورتاً نہیں فرمایا جاتا اور جو امور دنیوی ہیں جن میں مشورہ ہے ان میں خلاف ممکن ہے۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اسی واسطے فرمایا۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امور دنیویہ میں شریعت کو دخل نہیں اور تابیر نخل کے قصے کو دلیل لاتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ اس واسطے کہ اوامر و نواہی متعلقہ امور دنیا شریعت ہی سے ثابت ہیں' پھر انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ احکام جو متعلق امور دنیوی ہیں جن کا اہتمام ضروری ہے شریعت ہی سے ثابت ہیں۔ پس معاملات میں دو مرتبے ہیں۔ ایک تو تجربیات کہ فلاں کام کیونکر کریں کہ نفع ہو' زراعت کیونکر کریں کہ غلہ پیدا ہو' کھیت کیونکر جوتا جائے۔ تخم ڈالنا کس وقت مناسب ہے۔ یہ تو تجربیات ہیں۔ دوسرے شرعیات ہیں کہ فلاں صورت سے تجارت کرنے میں ربو ہو گا۔ وہ حرام ہے۔ فلاں صورت پر جائز مثلاً۔ یعنی احکام حلت و حرمت گو امور دنیاوی ہی سے متعلق ہوں۔ یہ مسائل ہیں اور شریعت سے ثابت ہیں اور تابیر نخل تجربیات سے ہے۔

(۴) کفار کو دنیوی نعمتیں صورتاً ملتی ہیں :

فرمایا کفار کو جو بعض اوقات نعمت دی جاتی ہے اور مومن کو تکلیف' وجہ یہ ہے کہ کفار سے جو نیکیاں عدل اور رحم اور سخاوت ہوتے ہیں یہ اس کی جزا ہے اور مومن کو بوجہ بعض معاصی تکلیف دی جاتی ہے۔ کفار سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں بوجہ اس کے کہ باغی ہیں ان سے ان ہی کا صدور غنیمت سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا رزق میں وسعت دی جاتی ہے اور معاصی مومن کے بوجہ اس کے کہ موافق سے ان کا صدور ہوا نہایت مبغوض عنداللہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس پر تنگی کی جاتی

ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ کفار کو صورت نعمت عطا فرمائی گئی اور مومن کو حقیقت نعمت عطا ہوئی۔ اگر کسی کو جیل خانہ کا حکم ہو اور کروڑوں نعمتیں اس کے پاس جمع ہوں تو سب ہیچ ہیں۔ بخلاف ایک مزدور کے کہ گو اس کو رزق میں کمی ہو مگر چونکہ جیل خانہ کا حکم نہیں ہوا اس لئے وہ کس قدر راحت و چین میں ہے۔ یہی فرق ہے کفار اور مومن میں۔

(۵) ہر حیلہ غرض شریعت کو باطل نہیں کرتا :

فرمایا کہ بعض لوگ مولویوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دوسروں کو تو ہر بات سے منع کرتے ہیں اور خود مسائل میں حیلے نکال کر ان پر عمل کر لیتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حیلے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ اغراض شریعت کے مبطل ہوں، جیسے حیلہ ادائے زکوۃ میں کہ جس کا مقصود اعانت مساکین اور ازالہ رذیلہ نفس ہے۔ اس میں کوئی حیلہ کرنا اور ادا نہ کرنا غرض شرعی کا مبطل ہے۔ تو اس قسم کے حیلے ناجائز ہوں گے۔ دوسرے وہ حیلے ہیں جو کسی غرض شرعی کے محصل و معین ہوں۔ ایسے حیلے جائز ہوں گے۔ جیسے حدیث میں ہے: بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم۔

(۶) حضور ﷺ پر شیطانی وسوسہ کا اثر نہیں ہوا :

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ قرآن شریف کی آیت اِذَا تَمَنّٰٓی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر بھی شیطان کے وسوسہ کا اثر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے وسوسے کی وجہ سے آپ نے قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو پڑھ دیا۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ اس آیت سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ حضور کے وحی سنانے کے وقت شیطان نے کچھ اپنی طرف سے القاء کیا۔ باقی یہ بات کہ یہ القاء حضور ﷺ کی

زبان پر ہوا یا سامعین کے کانوں پر' یہ اس آیت سے معلوم نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ یہ القاء لوگوں کے کانوں پر ہوا ہو 'یعنی لوگوں نے یہ کلمات سنے ہوں۔ اگرچہ حضور ﷺ کی زبان سے نہ نکلے ہوں اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کو لوگوں کے دلوں سے مٹا دیا ہو۔ جیسا کہ ارشاد ہے: فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ آيٰتِهٖ۔

(۷) ہر صحابی مہتدیٰ و مقتدیٰ ہے :

فرمایا کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ حضور قیامت کے روز فرماویں گے یارب اصحابی اور ملائکہ جواب دیں گے کہ انك لا تدری مااحدثوابعدك۔ اس حدیث میں اصحاب سے مراد صحابہ کرام نہیں ہیں جن میں مشاجرہ وغیرہ ہوا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام میں جو تشاجر ہوا ہے اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو کہ اصحاب بدر ہیں اور عشرۂ مبشرہ میں سے بھی بعض حضرات تھے۔ پس اگر صحابہ کو مراد لیا جائے تو خدا تعالیٰ پر اعتراض لازم آتا ہے کہ ایسوں کے فضائل ارشاد فرمائے۔ نیز دوسری حدیث سے تعارض ہوتا ہے کہ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم۔ جس سے ہر صحابی کا مہتدیٰ اور مقتدیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے' بلکہ مراد اصحاب سے مطلق متبعین ہیں' یعنی حضور فرمائیں گے کہ یہ لوگ میری امت کے ہیں۔ اس پر ملائکہ کہیں گے کہ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے کیا کیا اختلاف اور بدعات آپ کے بعد پیدا کئے ہیں۔

(۸) رافضیہ کا حکم مرتدہ کا سا ہے :

ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ علماء نصرانیہ سے نکاح کرنے کو تو جائز کہتے ہیں اور رافضیہ سے نکاح کو بعضے حرام فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصرانیہ اگرچہ مسلمان نہیں' لیکن وہ کسی نبی کی متبع اور اہل

کتاب تو ہے برخلاف رافضیہ کے کہ یہ اسلام کی حقانیت کا التزام کر کے بعض ضروریات دین کے انکار سے مرتد ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا حکم مرتدہ کا سا ہے۔

(۹) صحابہؓ کے باہمی مشاجرات کی وجہ سے کسی کو مطعون کرنا درست نہیں :

فرمایا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ حدیث میں ہے: من سب اصحابی فقد سبنی اور حضرت معاویہؓ کی نسبت منقول ہے کہ وہ حضرت علیؓ کی شان میں کچھ کہتے سنتے تھے تو وہ بھی اس وعید میں داخل ہیں۔ اس لئے ان کو برا سمجھنا بھی درست ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس میں مَنْ سے مراد غیر اصحاب ہیں تو حضرت معاویہؓ عموم مَنْ میں داخل ہی نہیں، اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میری اولاد کو جو شخص بھی برا کہے گا اس کے لئے مجھ سے برا کوئی نہیں۔ تو ظاہر ہے کہ جو شخص سے مراد وہی ہوتے ہیں جو کہ اس کی اولاد سے خارج ہوں۔ ورنہ اگر اسی کے دو لڑکے آپس میں لڑنے لگیں تو ان میں سے کسی ایک کا بھی دشمن نہیں ہوتا۔ پس اگر ہم تم کسی صحابی کی شان میں گستاخی کریں وہ علیؓ ہوں یا معاویہؓ ہم البتہ اس میں داخل ہیں۔

(۱۰) مرزا مظہر جان جاناںؒ کے ایک قول کی تشریح :

ایک شخص نے دریافت کیا کہ مرزا مظہر جان جاناںؒ کا جو قول مشہور ہے کہ "عقیدۂ تناسخ مستلزم کفر نیست" اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ قرآن کی دلالت اس پر مثل دوسرے عقائد کے مشہور نہیں۔ پس جس شخص کو اس کا مدلول قرآن ہونا نہ پہنچا ہو اور محض عقل کی ہدایت سے اس کی سمجھ میں یہ آئے تو نفس اس عقیدے سے اس کو کافر نہ کہیں گے۔

(۱۱) علماء کا نفقہ قوم پر واجب ہے :

فرمایا کہ اکثر اہل دنیا پوچھا کرتے ہیں کہ فی زمانہ عربی پڑھ کر انسان کیا کرے اور کہاں سے کھائے۔ اس کا جواب ضابطہ کا یہ ہے کہ اہل دنیا سے وصول کرکے اور ان کے اموال سے لے کر کھائے۔ اس لئے کہ عربی پڑھنے والے دین کی اشاعت اور حفاظت میں مصروف ہوتے ہیں۔ لوگوں کی اصلاح کی فکر کرتے ہیں' تو یہ لوگ عوام اور اہل اسلام کی ضرورتوں میں محبوس ہیں اور یہ قاعدۂ فقھیہ ہے کہ جو شخص کسی کی ضرورتوں میں محبوس ہو اس کا نان و نفقہ اس شخص کے ذمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر زوجہ کا نفقہ شوہر پر اور قاضی کا نفقہ بیت المال میں اور شاہد کا نفقہ من لہ الشہادۃ پر ہوتا ہے۔ پس جب علماء مسلمانوں کے مذہبی کام میں محبوس ہیں اور ان کے مذہب کی حفاظت کرتے ہیں' روز مرہ کی جزئیات میں ان کو مذہبی حکم بتاتے ہیں اور یہ شغل ایسا ہے کہ اس کے ساتھ دوسرا کام نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ دوسرے کام میں جو لوگ لگے ہیں ان سے یہ کام نہیں ہوتا تو ان کا نان و نفقہ بھی عام مسلمانوں کے ذمہ واجب ہوگا۔ تو علماء سے یہ پوچھنا کہ عربی پڑھ کر کیا کیجئے گا اور کہاں سے کھایئے گا اپنی حماقت کا ظاہر کرنا ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بات کی فکر اور جس پر توجہ خود مسلمانوں کے ذمے تھی اس کو بجائے خود سمجھنے کے علماء کے سامنے پیش کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ ہمارا کام کرتے ہیں لیکن ہم اپنی حماقت سے اس کو اپنا کام نہیں سمجھتے۔ اور باوجودیکہ آپ کی ضروریات کا تکفل ہمارے ذمہ ہے (بوجہ آپ کے محبوس ہونے کے) لیکن ہم اپنی عقلمندی سے اس تکفل کو اپنے ذمہ نہیں سمجھتے۔ پھر فرمایا کہ جس طرح اہل دنیا پر علماء کی ضروریات کا تکفل ضروری ہے اسی طرح علماء پر بھی یہ ضروری ہے کہ تعلیم و تعلم سے اصلی غرض خدمت دین رکھیں۔ نفس پروری اور جاہ طلبی نصب العین نہ ہو' نیز اہل دنیا سے اسی قدر لیں کہ جس قدر ان

کے حوائج ضروریہ کو کافی ہو۔ تزین تجمل و ہوائے نفس کے در پے نہ ہوں۔

(۱۲) قرب مقصودہ میں ایثار جائز نہیں :

ایک مرتبہ اس مسئلہ کا ذکر فرمارہے تھے کہ فی نفسہ تو زکوۃ چھپا کر دینا افضل ہے، جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے: و ان تخفوھا و تو توھا الفقرآء فھو خیر لکم۔ لیکن بعض اوقات ظاہر کر کے دینا بھی کسی عارض کی وجہ افضل ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ امید ہو کہ اگر لوگ ہم کو خیرات کرتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ بھی ہماری پیروی کریں گے اور زکوۃ دینے لگیں گے۔ مگر اس کے ساتھ ہی اگر یہ اندیشہ ہو کہ مجھ میں مادہ ریا کا پیدا ہو جائے گا تو اس وقت چھپا کر دینا ہی افضل ہے۔ کیونکہ دوسروں کی بھلائی کو اپنی بھلائی پر مقدم رکھنا جس کو ایثار کہتے ہیں امور دنیویہ میں یا ان امور میں ہے جو قرب مقصودہ نہ ہوں، مثلاً اگر دو آدمی برہنہ ہوں اور کسی ذریعہ سے ایک کو کفایت بھر کپڑا مل جائے تو جس کو ملا ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ خود برہنہ ہو کر نماز پڑھ لے اور اپنے ساتھی کو کپڑا دے دے، یا اگر ایک شخص صف اول میں کھڑا ہے اور دوسرا شخص صف دوم میں تو پہلے کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے کو آگے بڑھا کر خود پیچھے ہٹ جائے۔ اسی مسئلے کے ضمن میں بعض لوگوں کا یہ استدلال ذکر فرمایا کہ اکثر لوگ قرب مقصودہ میں ایثار کرتے ہیں اور اس حدیث کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے پانی یا دودھ پیا دست راست پر حضرت ابن عباسؓ اور دست چپ پر حضرت ابو بکرؓ بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو دیں۔ لیکن بقاعدۂ الایمن فالایمن کے ابن عباسؓ سے دریافت فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر میری اجازت پر موقوف ہے تو میں اجازت نہیں دیتا کہ ابو بکرؓ کو مجھ سے پہلے پلا دیا جائے۔ خلاصہ ان لوگوں کے استدلال کا یہ ہے کہ اگر ایثار ہر امر میں جائز نہ ہوتا تو حضور ﷺ ابن عباسؓ کو ایثار کرنے کو کیوں فرماتے؟ لیکن اس حدیث کو علی الاطلاق حجت میں پیش کرنا اس لئے

صحیح نہیں کہ سور نبی ﷺ کا پینا اگرچہ موجب برکت اور بعض اعتبارات سے بعض قرب مقصودہ سے بڑھ کر ہو، لیکن خود قربت مقصودہ نہیں ہے۔ قربت مقصودہ اس کو کہا جاتا ہے جس میں خدا تعالیٰ نے وعدۂ ثواب و اجر فرمایا ہو۔ سو کہیں قرآن و حدیث میں یہ وعدہ نہیں ہے کہ اگر ہم حضور ﷺ کا جھوٹا پانی پی لیں گے تو جنت ملے گی۔ اس لئے اگر حضور ﷺ نے ایسا فرمایا تو کچھ مضائقہ نہیں اور اس سے قرب مقصودہ میں ایثار کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ پس دوسروں کی خیر کے لئے اپنی خیر یعنی اخلاص کا ترک کرنا جائز نہ ہو گا۔

(۱۳) قرآن مجید کو قبر میں دفن کرنے کی وصیت جائز نہیں :

فرمایا کہ بعض لوگ وصیت کیا کرتے ہیں کہ ہماری قبر میں ہمارے ساتھ قرآن شریف دفن کرنا۔ یہ وصیت جائز نہیں، اور ایک صحابی کے اس واقعہ سے استدلال کرنا کہ انہوں نے حضور ﷺ کا رداء مبارک لیا اور وصیت فرمائی کہ اس کو میرے لئے کفن بنایا جائے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ تعظیم قرآن قربت مقصودہ منصوصہ ہے اور حضور ﷺ کی رداء مبارک کی تعظیم مثل قرآن کے قربت مقصودہ نہیں ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنی رداء مبارک پر بعض کو بٹھلایا ہے، مگر قرآن پر بیٹھنا کسی کو جائز نہیں۔ رہا درجہ محبت وہ اس سے الگ ہے۔

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

(۱۴) مسلمان کا عبادات میں کسل طبعی ہو گا اعتقادی نہیں :

فرمایا کہ کلام مجید میں جو ارشاد ہے: اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی۔ اس میں کسل سے مراد وہ کسل ہے جو ضعف اعتقاد سے ہو۔ جیسا کہ

منافقین میں تھا کہ چونکہ نماز کو فرض نہ سمجھتے تھے، صرف مصلحت دنیوی کی وجہ سے پڑھتے تھے، اس لئے وہ ان کو ثقیل معلوم ہوتی تھی۔ کسل طبعی مراد نہیں۔ پس کسی مسلمان کی حالت پر اس کو پڑھ دینا صحیح نہیں۔ جیسا بعض کم فہم واعظ کرتے ہیں، کیونکہ مسلمان اگر عبادت میں کسل بھی کرے تو وہ طبعی ہوگا اعتقادی نہ ہوگا۔

(۱۵) جزئی فضیلت سے تمام صحابہ ؓ پر افضلیت ثابت نہیں ہوئی :

فرمایا کہ حدیث اللھم ادر الحق معہ حیث دار سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی افضلیت جمیع صحابہ پر ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرے صحابہ کے لئے بھی یہ بات ثابت ہو، لیکن اظہار میں حضرت علی ؓ کی تخصیص اس لئے فرمائی گئی کہ ان کے زمانے میں فتن کا زیادہ زور ہونے والا تھا۔ ممکن تھا کہ ان کی وجہ سے لوگوں کو آپ کے حق پر نہ ہونے کا شبہ ہوجاتا۔ اس لئے ایک بلیغ عنوان سے آپ کے حق پر ہونے کو بیان فرما دیا۔ رہا یہ شبہ کہ جب حضرت علی ؓ معاملات خاصہ میں حق پر تھے تو آپ ؓ کے مقابلین یقیناً ناحق پر ہوں گے اور ان کے لئے یہ درجہ ثابت نہ ہوگا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ممکن ہے ان حضرات مقابلین کو یہ درجہ عطا نہ ہوا ہو اور فضل جزئی محل اشکال نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے ان مقابلین کی ادارۃ اکثری ہو کلی نہ ہو۔

(۱۶) شریعت کا قانون نہایت سہل ہے :

فرمایا کہ لوگ شریعت کے احکام کو بہت سخت بتلاتے ہیں، حالانکہ سخت قانون کی علامت یہ ہے کہ اگر سب مامورین متفق ہوکر بھی اس پر عمل کرنا چاہیں تب بھی دشوار ہو، مثلاً دیانات میں بجائے پانچ وقت کے پچاس وقت کی نماز مقرر ہوتی اور زکوۃ میں بجائے چالیسواں حصہ دینے کے نصف دینا واجب ہوتا اور معاملات میں مثلاً تجارت پر ایک خاص نفع مقرر کردیا جاتا کہ اس سے زائد لینا جائز

نہ ہوتا۔ یہ البتہ سختی ہوتی اور اب تو جو کچھ مشکل اور دشواری پیش آ رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کی معاشرت خراب ہو رہی ہے' یعنی ایک شخص عمل کرتا ہے اور دس عمل نہیں کرتے۔ اور چونکہ اس ایک کو انہی دس سے سابقہ پڑتا ہے اس لئے اس کو دشواری پیش آتی ہے۔ اور اگر سب متفق ہو کر اس پر عمل کریں تو کچھ بھی دشواری پیش نہیں آتی۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ کا کلام بدون جوارح ہے :

ایک ہندو نے سوال کیا کہ قرآن مجید کو کلام اللہ کہتے ہو' حالانکہ کلام کے لئے لسان کی ضرورت ہے اور حق تعالیٰ لسان سے منزہ ہے۔ جواب میں فرمایا کہ اگر کلام کے لئے لسان کی ضرورت ہو تو خود لسان تو تکلم کرتی ہے۔ اس کے لئے بھی کیا لسان ضروری ہوگی۔ اگر ضروری ہے تو کہاں ہے۔ اگر ضروری نہیں تو جب لسان بدون لسان کے کلام کر سکتی ہے تو خدا تعالیٰ کی قدرت تو لسان سے زیادہ ہی ہے۔ اگر وہ بھی بلا لسان کلام کریں تو کیا محال ہے۔ جس طرح آنکھ دیکھتی ہے تو وہ مدرکہ ہوئی اور اس کے لئے کسی آلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بدون آلہ کے کیوں نہیں دیکھ سکتے؟

(۱۸) تلاوت حقیقی اور تلاوت حکمی میں فرق ہے :

فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ یٰسین پڑھنے سے دس قرآن کا ثواب ملتا ہے اس کے متعلق بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ دس قرآن سے وہ دس مراد ہیں جن میں یٰسین نہ ہو' کیونکہ اگر ان میں بھی یٰسین مانی جائے تو اس یٰسین کا بھی ثواب اتنا ہی ملنا چاہئے۔ علیٰ ہذا اس یٰسین کے ثواب میں جو قرآن ہیں ان کی یٰسین کا بھی ثواب ملنا چاہئے اور یہ تسلسل ہے۔ فرمایا کہ اس تقریر پر تو لازم آتا ہے کہ ایک قرآن کا بھی ثواب نہ ملے۔ کیونکہ جب ہر قرآن سے یٰسین نکل گئی تو وہ

قرآن کہاں رہا؟ کیونکہ ارتفاع جزو سے ارتفاع کل ہو جاتا ہے۔ پس سہل یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ یہ ثواب دس قرآن کا اس یٰسین کا ہے جو مقصود بالتلاوت ہو اور جو یٰسین اس تضاعف کے حساب میں متحقق ہے وہ ضمنی ہے جس کی تلاوت نہیں کی گئی۔ پس یٰسین مقصود کے تضاعف ثواب سے یٰسین ضمنی کا تضاعف ثواب لازم نہیں آتا۔ پس ان دس قرآنوں میں یٰسین ماننے سے بھی تسلسل لازم نہیں آتا۔ اس لئے ان قرآنوں کو خالی از یٰسین ماننا تکلف مستغنی عنہ ہے۔

(۱۹) مغلوب الحال ہونا کمال کے منافی نہیں :

میں نے عرض کیا کہ علامہ جامی اور محی الدین ابن العربیؒ بڑے بڑے صاحب کمال ہیں، لیکن مسئلہ وحدت الوجود کے متعلق ان حضرات نے بعض ایسی موحش تعبیرات کی ہیں جن میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات مغلوب الحال ہیں اور مغلوب ہونا علامت نقص ہے۔ پس اگر یہ حضرات اصحاب کمال ہیں تو یہ مغلوبیت کیوں ہے؟ اور مغلوب الحال ہیں تو ان کو صاحب کمال کیوں کہا جاتا ہے؟ فرمایا کہ مغلوب الحال ہونا کمال کے منافی نہیں ہے۔ بعض صاحب کمال بھی بعض اوقات کسی خاص کیفیت سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ البتہ مغلوب حال ہونا تکمیل کے منافی ہے۔ یعنی اس وقت تکمیل نہیں کرسکتے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک بہت بڑا متبحر عالم کسی دقیق مسئلہ کے مطالعہ اور حل میں مستغرق ہے۔ سو زمانہ استغراق میں بھی اس کا تبحر جاتا نہیں رہا، لیکن وہ اس وقت تعلیم کے قابل نہیں۔

(۲۰) معاصی کو چھوڑنے پر جو مشقت ہوتی ہے موجب اجر ہے :

فرمایا کہ جن لوگوں کو نسبت مع اللہ راسخ ہو چکتی ہے اگر وہ مائل الی المعصیت نہ ہوں اور جن پر خوف خداوندی کی براں تیغ ہر دم کشیدہ رہتی ہے اگر وہ پاک باز ہوں تو کوئی عجیب بات نہیں، البتہ ان پر خدا کا یہ بڑا احسان ہے کہ ان

کیفیات کا طریان ہو کر ان کے لئے حال بن گئیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے: قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ۔ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ البتہ جن لوگوں کو ہنوز نسبت مع اللہ نہیں ہوئی اور وہ پھر بھی معاصی کو چھوڑ دینے کی ہمت کرتے ہیں اور اپنے اوپر جبر کرکے اپنے کو صالح بناتے ہیں ان کا بڑا کمال ہے۔ اگرچہ اصل توفیق ان کو بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان کے اختیار میں کچھ نہیں۔ لیکن تاہم یہ مجاہدہ میں قابل مدح ہیں اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب اہل نسبت کی اطاعت کوئی زیادہ قابل مدح نہیں ہے تو غیر اہل نسبت کی معصیت بھی قابل ملامت نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مطیع کا اپنے کو ممدوح نہ سمجھنا تو اس بنا پر تھا کہ جو امر داعی الی الطاعت ہے وہ خدا کی جانب سے ہے۔ پس عاشق کا اپنے کو قابل ملامت نہ سمجھنا بھی اسی بناء پر ہوگا تو یہ امر بالکل خلاف ادب ہے۔

حافظ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

گنہ اگرچہ نہ بود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش گیں گناہ منست

لوگوں میں مشہور ہے کہ اس کے معنی بہت مشکل ہیں بوجہ اس قول کے "بنود اختیار ما" اور بظاہر معلوم بھی ایسا ہی ہوتا ہے لیکن غور کرنے سے یہ شعر بالکل صاف ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ بروی عقل و نقل ثابت ہے کہ ہر عمل میں ایک مرتبہ خلق کا ہے اور ایک مرتبہ کسب کا ہے۔ اور مرتبہ خلق صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے اور مرتبہ کسب بندہ کے لئے۔

سو یوں تو ہر فعل میں یہ دونوں ہی مرتبے ہیں۔ لیکن ادب یہ ہے کہ ہم کو حسنات میں تو صرف مرتبہ خلق پر التفات چاہیے اور مرتبہ کسب عبد پر نظر نہ چاہیے اور معاصی میں مرتبہ خلق پر نظر نہ کی جائے' بلکہ ہر دم اپنے کسب پر التفات

چاہئے۔ پس "نبود اختیار" مرتبہ خلق کے اعتبار سے ہے اور کیں گناہ منست مرتبہ کسب میں۔ پس اس سے کسب کا غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

(۲۱) ایک طاعت کو دوسری طاعت کا ذریعہ بنانا درست ہے :

میں نے عرض کیا کہ سنتوں میں اگر کوئی قرآن شریف کو مسلسل پڑھا کرے بغرض حفظ قرآن کے جائز ہے یا نہیں؟ وجہ شبہ کی یہ تھی کہ اس صورت میں سنتیں من وجہ مقصود بالغیر ہوگئیں اور مقصود بالذات حفظ قرآن رہا اور سنتیں اس کا ذریعہ۔ فرمایا کہ جائز ہے' کیونکہ حفظ قرآن بھی طاعت ہے اور طاعت کو طاعت کا ذریعہ بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اس کی تائید میں فرمایا کہ مجھے مدت سے شبہ تھا کہ قراء جو اکثر مجالس میں فرمائش پر قرآن سناتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ منشاء شبہ کا یہ تھا کہ اس سنانے سے اکثر غرض یہ ہوتی ہے کہ سننے والے خوش ہوں اور ہمارا پڑھنا ان کو اچھا معلوم ہو اور یہ بظاہر ریا ہے۔ لیکن بحمد اللہ حدیث سے یہ شبہ زائل ہوگیا۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ابو موسیٰ اشعریؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ رات کو تم قرآن پڑھ رہے تھے۔ میں نے سنا۔ واقعی تمہاری آواز بہت عمدہ ہے' خوب پڑھتے ہو۔ یہ سن کر ابو موسیٰؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے یہ خبر نہ ہوئی۔ ورنہ میں خوب مزین کرکے اور بنا کر پڑھتا۔ الفاظ ان کے یہ ہیں: لحبرته تحبیرًا۔ لیکن خود اس حدیث میں یہ خدشہ طبعیت میں رہا کہ اس سنانے سے مقصود تو صرف ارضائے عبد ہوا اور یہ ریاء ہے۔ لیکن غور کرنے کے بعد یہ شبہ جاتا رہا اور یوں سمجھ میں آیا کہ سنانا دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ کہ اس میں طلب جاہ یا طلب مال مقصود ہو' یہ تو حرام ہے' اور ایک وہ کہ اس میں محض تطییب قلب مسلم مقصود ہو' اس میں کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ تطییب قلب عبادت ہے۔ اور ایک عبادت کو دوسری عبادت کا ذریعہ بنانے میں کچھ حرج نہیں۔

(۲۲) تقدیر تدبیر کے مساعد ہوتی ہے :

ایک تذکرہ پر فرمایا کہ تدابیر اگرچہ نافع ہیں اور حدیث میں بھی حضور ﷺ نے تدبیر کرنے کا حکم فرمایا ہے، لیکن تدبیر کارگر اسی وقت ہوتی ہے جبکہ تقدیر بھی مساعد ہو۔ اور اگر تقدیر مساعد نہ ہو تو تدبیر کچھ کام نہیں دے سکتی۔ اور چونکہ قبل از تدبیر مساعدت یا عدم مساعدت کی اطلاع نہیں، اس لئے تدبیر کرنے کا حکم ہے اور بعض لوگ جو اپنی تدابیر پر نازاں ہوتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ تدبیر سے کچھ نہیں ہوتا۔ مگر چونکہ ان لوگوں کی تقدیر تدبیر کے ساتھ مساعد تھی، اس لئے وہ کارگر ہوگئی۔ ورنہ اگر تدبیر ہی کوئی چیز ہوتی تو کیا وجہ ہے کہ ایک ہی کام کو دو شخص ایک سی تدابیر سے شروع کرتے ہیں۔ لیکن ایک کامیاب اور دوسرا ناکام ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر اختیاری کام کے جس قدر اسباب ہیں ان کا سلسلہ امور غیر اختیاریہ پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ یعنی ہر عمل کے اخیر میں کوئی ایسی چیز ہے کہ جس پر پہنچ کر ہم بالکل بے دست و پا ہیں، یہی تقدیر ہے۔ اس پر ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے یہ سوال پیش کیا کہ جب انسان کے ہر فعل میں انتہا ایک امر خارج عن الاختیار پر ہے تو انسان کے مواخذ اور معذب ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ مواخذے کے لئے جو داخل تحت الاختیار ہونا شرط ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کام خود داخل تحت الاختیار ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ اس کے شرائط موقوف علیہا بھی داخل تحت الاختیار ہو۔ اس کے بعد ان ہی صاحب نے یہ کہا کہ اس کے متعلق دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان ہوائے نفسانی میں مبتلا ہو کر میری نافرمانی کرے گا اور اس کی قسمت میں بھی لکھ دیا تھا تو میں قسمت کی وجہ سے مجبور تھا۔ فرمایا کہ یہ مجبوری عمل کرنے کے بعد معلوم ہوئی، یعنی جب گناہ کر چکا اس وقت خبر ہوئی کہ یہ گناہ میری قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ اس کے قبل جب گناہ کیا ہے اس کی خبر نہ تھی اور اگر کہا جائے کہ گو اس کو علم تقدیر کا نہ تھا مگر واقع

میں تو علم الٰہی اس کے متعلق تھا اور اس کا خلاف محال ہے تو اس طرح واقع میں مجبور ہوا۔ جواب یہ ہے کہ علم الٰہی اس طرح تھا کہ یہ شخص اپنے اختیار سے ایسا کرے گا تو اختیار منفی ہوا یا اور موکد ہو گیا۔ پھر ان ہی صاحب نے یہ کہا کہ اگرچہ انسان کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا' لیکن خدا تعالٰی رحیم ہیں۔ اس لئے اگر اپنی رحمت سے ہوائے نفسانی کو پیدا ہی نہ کرتے تو انسان کے لئے بہتر ہوتا۔ اس پر فرمایا کہ خدا تعالٰی کی متعدد صفات ہیں از انجملہ ایک صفت حکیم ہونا بھی ہے اور ہر صفت کا ایک خاص ظہور ہے۔ پس جس طرح ہوائے نفسانی وغیرہ کا پیدا نہ ہونا مقتضائے حکمت ہے' اسی طرح ان کا پیدا ہونا مقتضائے رحمت ہے۔ رہا یہ سوال کہ وہ حکمت کیا ہے؟ اس کا اصل جواب یہ ہے کہ ہم کو اس حکمت کی اطلاع نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ جواب اگرچہ کم فہموں کے نزدیک زبردستی کا جواب معلوم ہوتا ہے' لیکن اصل جواب یہی ہے۔ البتہ اس جواب کی حقیقت سمجھنے کے لئے اس کے قبل چند مقدمات کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جب تک وہ سمجھ میں نہ آئیں اس وقت تک اس کی حقیقت سمجھنی مشکل ہے اور اسی وقت تک یہ زبردستی کا جواب نظر آتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب انسان کے ہر عمل میں اختیار کا سلسلہ امور غیر اختیاریہ تک پہنچتا ہے جس سے اہل سائنس بھی انکار نہیں کرتے اور بناء تقدیر کی یہی امر ہے۔ جیسا اوپر بیان ہوا تو اہل طبعیات کو تو تقدیر کا ضرور ہی قائل ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ لوگ تو اس مسئلہ انتہاء الاختیاری الی غیر الاختیاری کو اس حد تک عام مانتے ہیں کہ خدا تعالٰی کے افعال اختیاری کو بھی اس قاعدے کا پابند کرتے ہیں۔ چنانچہ تخلیق اختیاری کو موقوف مانتے ہیں وجود مادہ قدیمہ پر' جس کو اختیار خداوندی سے خارج کہتے ہیں' گو اہل حق اس کے قائل نہیں۔ پس اس تسلیم کردہ مسئلہ کی بناء پر ان طبعیین کو تو ہم سے زیادہ قائل تقدیر ہونا چاہئے۔

(۲۳) نیک فال لینا جائز ہے' بدفالی جائز نہیں :

ایک مرتبہ فال نیک اور فال بد کا تذکرہ تھا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی شگون سے دل میں خلجان ہوں فلاں دعا پڑھے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید اس میں کچھ اثر ہو اور اس کے ازالہ کے لئے یہ دعا بتلائی گئی ہو۔ فرمایا کہ یہ محض تردد اور حصول اطمینان کے لئے ہے اور اس سے کسی اثر کا اثبات لازم نہیں آتا۔ پھر فال نیک لینے کی اجازت کے متعلق دریافت کیا گیا۔ فرمایا کہ وہ بھی موثر نہیں' بلکہ فال نیک کا حاصل صرف یہ ہے کہ کوئی اچھی بات پیش آئی' اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان نیک رکھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میرا کام ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بدگمانی ناجائز ہے۔ اس لئے فال نیک کی اجازت ہوئی اور فال بد کی ممانعت۔

(۲۴) قدرت کا تعلق ضدین سے ہوتا ہے :

ایک صاحب نے سوال کیا کہ قدرت باری تعالیٰ علیٰ خلاف ما اخبر بہ کے متعلق کوئی شافی دلیل ذہن میں نہیں آتی۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ امر تو مسلم ہے کہ خدا تعالیٰ کو صدق پر قدرت ہے اور جب صدق پر قدرت ہے تو اس کی ضد پر بھی قدرت ضرور ہوگی۔ کیونکہ مسلمات سے ہے کہ قدرت ضدین کے ساتھ متعلق ہوا کرتی ہے اور یہی مدعا ہے۔ اس جواب پر سائل نے کچھ سوچ کر یہ کہا کہ صدق کی ضد پر قدرت ہونے سے مدعا یعنی قدرت علیٰ خلاف ما اخبر بہ ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ صدق کی ضد یہ بھی ہے کہ بالکل ہی کلام نہ کیا جائے۔ پس صدق اور عدم الکلام دونوں کے ساتھ قدرت متعلق ہوگی۔ اس پر فرمایا کہ عدم الکلام صدق کی ضد نہیں۔ بلکہ وہ کلام کی ضد ہے اور صدق کی ضد وہی مبحوث عنہ یعنی اخبار عن خلاف ما اخبر بہ ہے۔ پس مدعا ثابت رہا۔ اس پر

سائل خاموش ہو گئے۔

(۲۵) عورتوں کے خروج میں فتنہ کا اندیشہ ہے :

ایک سوال کیا گیا کہ عورتوں کے پردے میں رکھنے کی علت تو یہی ہے کہ ان کے خروج سے فتنے کا اندیشہ ہے اور یہ علت جیسی کہ عورتوں میں پائی جاتی ہے امارد میں بھی پائی جاتی ہے تو اشتراک علت سے حکم بھی مشترک ہونا چاہئے۔ پس امارد کے لئے بھی خروج جائز نہ ہونا چاہئے۔ جواب میں فرمایا کہ شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جس امر میں مفاسد مخلوط ہو جائیں' اگر وہ غیر ضروری ہو تو اس امر ہی کو روک دیا جاتا ہے۔ اور اگر وہ ضروری ہوتا ہے تو اس کی ممانعت نہیں کی جاتی۔ بلکہ مفاسد کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو عورتوں کا خروج چونکہ غیر ضروری تھا' اس لئے بوجہ ترتب مفاسد کے اسی کو روک دیا گیا اور امارد چونکہ چند روز میں رجال ہونے والے ہیں اور ان کے لئے کمالات واجبۃ التحصیل علی الرجال کا حاصل کرنا ضروری ہے اور وہ عادتاً بدون خروج ممکن نہیں۔ اس لئے ان کے خروج کو نہیں روکا گیا' بلکہ مفاسد مرتبہ کا انسداد انذار وعید سے کیا گیا۔

تمہید مقالات حکمت

ماہر چہ خوانده ایم فراموش کرده ایم　　الا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم
باغباں خانہ ات آباد ثنا خوان توام　　چوں صبا باد فروش گل ریحان توام

○ مقالات حکمت ○

(حصہ سوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) ناپاک بھی پاک ہو جاتا ہے :

احقر نے استدعائے بیعت کے وقت عرض کیا کہ اول حضرت مجھ کو اس قابل کردیں۔ یہ ناپاک ہاتھ اس قابل نہیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دیئے جائیں۔ ارشاد فرمایا کہ جی ایک دریا تھا۔ اس کے پاس ایک ناپاک آدمی آیا۔ دریا نے کہا کہ تو آ میرے پاس۔ اس نے جواب دیا کہ تو پاک اور صاف شفاف اور میں پلید ناپاک۔ میں ایسی حالت میں کیا آؤں۔ دریا نے کہا کہ تو ناپاکی کی حالت میں آنا نہیں چاہتا اور بغیر میرے پاس آئے اور مجھ میں نہائے پاک ہو نہیں سکتا۔ تو پھر ہمیشہ کے لئے دوری ہی رہی۔ تجھ کو چاہئے ناپاک ہی میرے پاس چلا آ۔ پاک بھی میرے ہی پاس آکر ہو گا۔

(۲) گناہ کے تقاضے کے باوجود رکنا انسانی جوہر ہے :

عرض کیا کہ حضرت کچھ ایسا ہو جائے کہ قلب میں گناہ کا خیال ہی نہ آئے۔ فرمایا کہ جی دیوار ہو جانا کس کام کا۔ اسی وقت دیوار گیری سے قلمدان لینے اٹھے۔ سامنے کی دیوار کی جانب اشارہ فرماکر کہا کہ یہ بے چاری دیوار کھڑی ہے۔ برسوں

ہو گئے چوری یہ نہیں کرتی، زناء یہ نہیں کرتی، لیکن کوئی ثواب ہی نہیں ملتا۔ دیوار کی دیوار ہی ہے۔ انسان کا جوہر تو یہی ہے کہ قلب میں تقاضا گناہ کا ہو اور پھر نفس کو روکے۔ اس پر عرض کیا کہ حضرت بعض اوقات تو نہیں رکا جاتا اور گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ فرمایا خیر اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کر لے۔

(۳) ہدیہ کے آداب :

ایک بار شیخ عبدالصمد صاحب رئیس الہ آباد نے بدست منشی عبدالباقی صاحب رئیس الہ آباد کچھ ہدیہ نقدی اور دو بمبئی کے آم بھیجے۔ ہم کچھ لوگ خدمت میں حاضر تھے۔ منشی صاحب نے ہم لوگوں سے خلوت چاہی۔ ہم لوگ علیحدہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد حضرت کمرے کے باہر تشریف لائے اور مجمع حاضرین کے سامنے فرمایا کہ شیخ عبدالصمد صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں اور بہت مخیر ہیں۔ مجھ کو پانچ روپے اور دو آم بھیجے ہیں۔ اور آموں میں سے ایک آم مولوی زکریا صاحب کے چھوٹے بھائی کو جو نو عمر تھے دے دیا۔

ف : اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ چھپا کر دے اور قبول کرنے والے کا یہ ہے کہ اس کا اظہار کر دے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی پھل نیا سامنے آئے، پہلے کسی لڑکے کو دے دے، پھر آپ کھائے۔ چونکہ غالباً وہ شروع فصل آموں کی تھی اور حضور کے مد نظر اسی سنت شریف پر عمل کرنا تھا۔

(۴) اصل چیز تعلیم ہے، بیعت معین ہے :

فرمایا کہ اصل چیز تو تعلیم ہے، بیعت ضروری نہیں۔ البتہ اس سے تعلق زیادہ ہو جاتا ہے اور شیخ اس کی اصلاح کو اپنے ذمہ واجب سمجھ کر اس کی جانب زیادہ متوجہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ میں تو علی الاعلان وعظ کے مجمعوں میں تصوف کے

دستور العمل بیان کردیتا ہوں۔ ہر خاص و عام کے عمل کرنے کے لئے لیکن ساتھ ہی اتنا ضروری ہے کہ خط و کتابت کے ذریعے اپنے حالات سے وقتاً فوقتاً مطلع کرتا رہے۔ جیسا کہ مریض کو طبیب سے اپنے مزاج کا تغیر و تبدل کہتے رہنا لازمی ہے' تاکہ وہ مناسب حال نسخہ میں اصلاح کرتا رہے اور مسائل غامضہ تصوف کا بیان عام لوگوں میں بے سود ہے' بلکہ مضر۔

(۵) علماء لوگوں کو عقائد کفریہ سے آگاہ کرتے ہیں :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں کہ مولوی لوگ تو کافر بناتے ہیں۔ سو جناب کافر بناتے نہیں بلکہ کافر بتاتے ہیں۔ ایک نقطہ ہی کو آپ لوگ اڑا جاتے ہیں۔ یعنی کافر تو لوگ خود بنتے ہیں مگر خود خبر نہیں ہوتی کہ ہم کافر ہو گئے۔ مولوی بتا دیتے ہیں۔ جیسے کوئی اندھا جا رہا تھا' آگے کوئی خندق تھی مگر نظر نہ آتی تھی۔ کسی نے کہا دیکھو آگے خندق ہے۔ اندھے نے کہا کہ کیا دلیل ہے کہ آگے خندق ہے۔ بس دلیل یہی ہے کہ آگے چلنے دے' جب گرے گا خود معلوم ہو جائے گا۔ اس کو خود سوجھتا نہیں تو آنکھوں والوں کے کہنے پر اعتماد کرنا چاہئے تھا۔ سو جناب ہم لوگ متنبہ کرتے ہیں کہ دیکھو یہ کفر کی بات ہے۔ اس سے توبہ کرلو ورنہ آگے چل کر دوزخ کے گڑھے میں گرو گے۔

(۶) دولت سے راحت حاصل نہیں ہوتی :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ عیش روپے پیسے کا نام نہیں ہے۔ البتہ دولت ذریعہ عیش کا ہو جاتا ہے۔ دیکھئے ایک شخص امیر کبیر پر جس کے دروازے پر ہاتھی جھوم رہے ہوں کوئی مقدمہ فوجداری کا پڑ جائے تو اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ کسی چیز میں اس کو حظ نہیں ہوتا۔ کوئی کہتا ہے کہ مال و دولت سب کچھ موجود ہے' پھر کیوں پریشان ہو؟ تو جواب دیتا ہے کہ میں اس مال و دولت کو لے کر کیا چولہے میں

ڈالوں گا۔ میری تو آبرو یا جان پر بن رہی ہے۔ معلوم ہوا کہ عیش دولت کا نام نہیں' بلکہ وہ قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا قلب مطمئن نہیں وہ عیش سے محروم ہے۔ ایک شخص کو سو روپیہ ماہوار ملتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ زیادہ کی ہوس میں رہتا ہے اور اپنے کو اس سے بھی زیادہ کا مستحق سمجھتا ہے۔ اس کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ دوسرا ہے کہ صرف پانچ روپیہ ماہوار ملتے ہیں' لیکن وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو ایک پیسہ کا بھی مستحق نہ تھا۔ آخر ایسے آدمی بھی تو موجود ہیں جو بھوکوں مرتے ہیں۔ ان میں اور مجھ میں کیا فرق؟ اللہ تعالیٰ نے تو مجھ کو پانچ روپیہ ماہوار عنایت فرمائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص پانچ روپیہ پا کر اس قدر خوش ہو گا اور اس عطیہ کی ایسی قدر کرے گا کہ دوسرا شخص ایک سو روپیہ میں بھی ویسا خوش نہ ہو گا۔ اب عیش اصلی یعنی غنائے قلبی اس پانچ روپیہ والے کو حاصل ہے اور سو روپے والے کو نہیں۔

(۷) دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنا بدعت ہے :

بدعت کے بارے میں فرمایا کہ کوئی ظہر کی چار رکعت کے بجائے پانچ رکعت پڑھ لے تو اس کی وہ چار رکعت بھی نہ ہوں گی۔ حالانکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے کوئی برا کام تو کیا نہیں۔ نماز ہی پڑھی ہے' بلکہ اور اچھا ہے کہ چار رکعت کے بجائے پانچ پڑھیں۔ پھر نماز کیوں نہ ہوئی؟ بات یہ ہے کہ اس نے خلاف ضابطہ کام کیا۔ اس لئے چار رکعت بھی گئی گزری ہوئیں۔ جیسے کوئی لفافے پر بجائے ڈاک کے دو پیسے کے ٹکٹ کے کورٹ فیس کا ٹکٹ آٹھ آنے کا لگا دے تو خط بیرنگ ہو جائے گا۔ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے بجائے دو پیسے کے آٹھ آنے خرچ کئے اور پھر بھی بیرنگ ہو گیا۔ لیکن چونکہ اس نے ٹکٹ کا استعمال بے محل اور خلاف ضابطہ کیا' اس لئے آٹھ آنے کا ٹکٹ ضائع گیا۔ اسی ٹکٹ کو اپنے موقع پر یعنی عدالت میں لگاتا تو کام کا ہوتا۔ اسی طرح ان پانچ رکعتوں کو سمجھ لیجئے۔ مگر ان پانچ

رکعتوں کے نہ ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں کرتا' لیکن اور بدعتوں کو ایسا نہیں سمجھتے۔ اس میں شبہ کرتے ہیں کہ صاحب یہ تو نیک کام ہیں' ان میں کیا برائی ہے۔ ایک شخص نے نقل کیا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ تو لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کہنے سے روکتے ہیں۔ بعد کو تحقیق ہوا کہ اذان کے آخر میں جو لا الٰہ الا اللّٰہ موذن کہتا ہے اس کے جواب کے بعد اکثر ناواقف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کہہ لیتے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اذان کا جواب کلمات اذان ہی میں دیا جائے۔ چنانچہ بعد کلمہ آخری لا الہ الا اللّٰہ کے چونکہ موذن محمد رسول اللّٰہ کہتا نہیں۔ اس لئے صرف لا الٰہ الاّ اللّٰہ کہہ کر جواب بھی ختم کردینا چاہئے۔ یہ مقصود تھا حضرت مولانا گنگوہیؒ کا۔ اس کو اس صورت میں پیش کیا گیا کہ صاحب وہ تو کلمہ میں محمد رسول اللہ کہنے سے منع کرتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ اذان کا دین ہونا ظاہر ہے۔ اس کے احکام میں اپنی طرف سے زیادتی کرنا بھی بدعت ہے۔ اسی طرح ساری ممنوع بدعتیں دین کی یکساں ہیں۔ فرق کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۸) قابلیت باطنی خداداد نعمت ہے :

فرمایا کہ بعض لوگوں میں قابلیت باطنی تو ہوتی ہے' لیکن تربیت کرنے والے کے نہ ملنے کی وجہ سے وہ فاسد ہو جاتی ہے۔ جس طرح انڈے کو اگر مرغی سینے والی نہ ملے تو وہ گندہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعضے مرید پیر سے بڑھ جاتے ہیں' جیسے مرغی کے نیچے اگر بط کا انڈا رکھا جائے تو وہ بط کا بچہ نکالے گی جو مرغی سے قوی ہوگا۔

(۹) سبب پر نہیں مسبب الاسباب پر نظر ہونی چاہئے :

فرمایا کہ لوگ سبب پر نظر کرتے ہیں' مسبب کو نہیں دیکھتے۔ جس طرح کوئی پوائنٹس مین سرخ جھنڈی دکھادے اور گاڑی رک جائے اور گنوار جو اس میں بیٹھا

ہے یہ سمجھے کہ اس جھنڈی میں بڑی قوت ہے کہ اس نے ریل کو روک دیا۔ حالانکہ اصل روکنے والا ڈرائیور ہے' جھنڈی محض اس کے روکنے کی ایک علامت ظاہری ہو گئی ہے۔ ڈرائیور نہ روکنا چاہے تو کوئی لاکھ جھنڈی ہلایا کرے' گاڑی کہیں رک سکتی ہے؟ اور اگر اس گنوار نے جو اس میں بیٹھا ہے کبھی خود بھی سرخ جھنڈی دکھلائی اور احتمال خطرہ سے گاڑی رک گئی تو پس اب تو اس کا ایمان ہو گیا کہ اس جھنڈی کی یہ کرامت ہے۔

(۱۰) چراغ کو پھونک سے گل کرنا درست ہے :

ایک بار چراغ پھونک سے گل کیا۔ احقر نے سوال کیا کہ بعض لوگ منہ سے گل کرنے کو برا سمجھتے ہیں۔ فرمایا اس کی کچھ اصل نہیں' بلکہ میں تو اس کو افضل سمجھتا ہوں۔ کلام مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد ہے: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فطری عادت یہی ہے کہ روشنی کو پھونک سے گل کرتے ہیں۔ ہاتھ سے چراغ گل کرنے میں احتمال ہے کہ ہاتھ چراغ پر پڑے اور فرش وغیرہ تیل سے خراب ہوں۔ چنانچہ گھر میں ایسا ہی ہوا جب سے میں نے کہہ دیا کہ پھونک سے گل کیا کریں۔

(۱۱) ایک خواب کی تعبیر :

تھانہ بھون میں طاعون کا زمانہ تھا۔ ایک پولیس کے ملازم نے آکر خواب بیان کیا کہ گویا ایک کھیت ہری ترکاری کا ہے۔ اس میں اس کی بھینس چھوٹ گئی ہے' لیکن بجائے سبز ترکاری کے کھیت کے کنکروں کو کھا رہی ہے۔ فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اب طاعون کا اثر جانداروں پر نہ رہے گا۔ کیونکہ بھینس یعنی بلا نے سبز ترکاری کو کھانا چھوڑ دیا اور خشک کنکر کھانے لگی۔

(۱۲) ایک اور خواب کی تعبیر :

میرے ایک رشتہ کے بہنوئی جو حضرت سے بیعت تھے اور محکمہ چونگی میں ملازم تھے' یکایک انتقال کر گئے۔ ان کی بیوی نے دوسری ہی رات کو خواب میں دیکھا کہ گویا وہ لنگڑاتے ہوئے آئے اور ایک سوئی کپڑوں میں سے نکال کر اس کے حوالے کی اور کہا لے یہ راستہ بھر میرے چبھتی ہوئی آئی ہے۔ احقر نے بروقت شرف زیارت عرض کیا۔ فرمایا چنگی میں ملازم تھے' اس کی کوئی تکلیف ہوگی۔ پھر ذرا تامل فرما کر کہا لیکن ان شاء اللہ نجات ہو گئی کیونکہ وہ تکلیف کی چیز انہوں نے اپنے پاس نہیں رکھی ہے' بلکہ دوسرے کو دے دی ہے۔

(۱۳) نجاست کفر کے ساتھ کسی خوبی کا اعتبار نہیں :

عرض کیا کہ حضرت بعض کفار کے اخلاق حمیدہ و اوصاف حمیدہ سے قلب میں کچھ گنجائش ہوتی ہے۔ فرمایا کہ مودت نہیں چاہئے' گو مصلحتاً تعریف وغیرہ کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ اگر پاخانہ پر چاندی کا ورق لپیٹ دیا جائے تو کیا اس کو محبوب سمجھئے گا۔ گویا نجاست کفر کے ساتھ کوئی صفت حمیدہ ہونا یہی حیثیت رکھتا ہے۔

(۱۴) علماء کو کم ہمت یا بے کار سمجھنا نادانی ہے :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ آج کل لوگوں نے علماء کی جماعت کو کم ہمت بے کاروں کی پلٹن اور کیا کیا خطاب دے رکھے ہیں۔ حالانکہ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ عربی پڑھنے سے دماغ میں ایک خاص انجلا ہو جاتا ہے۔ فرض کیجئے اگر دو شخص یکساں دماغ کے انگریزی پڑھیں اور ایک ان میں عربی بھی پڑا ہوا ہو تو وہ شخص جو عربی بھی پڑھا ہوا ہے صرف انگریزی پڑھے ہوئے سے تقریر و تحریر اور فہم میں مقابلتاً ضرور زیادہ ہوگا۔ چنانچہ ایک جج عربی پڑھے ہوئے تھے۔ ان کے فیصلے

نہایت مدلل اور پرزور ہوتے تھے۔ ہم لوگ عربی پڑھتے ہوئے اگر دنیا کمانے پر آئیں تو آپ لوگوں سے اچھی کما دکھائیں۔ تو فہم کے متعلق تو یہ گفتگو تھی، رہی کم ہمتی۔ اس کا شبہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ لوگ بہت روپے نہیں کماتے، قلیل پر قناعت کرتے ہیں تو اس کا جواب ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ اگر کوئی شخص آپ کے یہاں نوکر ہو اور صرف پانچ روپے ماہوار پاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کو بیس روپے دینے کو کہے، لیکن وہ یہ کہہ دے کہ مجھ کو تو یہ پانچ روپے اچھے ہیں، میں اپنے آقا کو نہ چھوڑوں گا تو سچ کہئے کیا آپ اس کو کم ہمت اور بے کار کا خطاب دیں گے؟ نہیں۔ بلکہ آپ اس کو کہیں گے کہ بڑا عالی ہمت اور وفادار شخص ہے کہ بیس روپے پر لات ماردی اور اپنے آقا کو نہ چھوڑا اور اس کے پانچ ہی روپوں پر قناعت کی۔ پھر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو جو علم دین کی خدمت میں رہتے ہیں، کیوں کم ہمت اور بے کاروں کی پلٹن وغیرہ کے خطاب ملتے ہیں۔ حالانکہ جیسا اوپر کہا گیا۔ اگر یہ مولوی لوگ دنیا کمانے پر آجائیں تو آپ لوگوں سے اچھی کما دکھائیں۔ لیکن پھر باوجود قدرت کے دنیاوی منافع کو چھوڑ کر دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اور روکھے سوکھے ٹکڑوں میں خوش ہیں۔ تو ان کو کیوں عالی ہمت اور وفادار اپنے آقا یعنی خداوند کریم کا نہیں کہا جاتا۔ اسی سلسلے میں کسی مضمون کے دوران میں فرمایا کہ آپ لوگ جو خدمت علماء اور اہل دین کی کرتے ہیں، یہ نہ سمجھئے کہ ہمارا احسان ہے، آپ تو محض خزانچی ہیں اور خزانچی جو بڑے بڑے عہدہ داروں اور اہل کاروں کی تنخواہیں تقسیم کرتے ہیں۔ یہ ان کا کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ خزانہ سرکاری ہے۔ خزانچی تو ایک چھوٹی سی تنخواہ کا ملازم ہے۔ اس کے سپرد ہی یہ خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجتا ہے اور گردن دبا کر آپ کے ذریعے سے ان بزرگوں کو اپنا عطیہ پہنچاتا ہے۔ آپ کا کوئی احسان نہیں۔

(۱۵) انکم ٹیکس زکوۃ نہ دینے کی سزا ہے :

فرمایا کہ لوگوں نے زکوۃ دینا بند کردیا' اللہ تعالیٰ نے انکم ٹیکس انگریزوں سے مقرر کروادیا' جو قریب قریب زکوۃ ہی کے تناسب سے لیا جاتا ہے۔

(۱۶) صحابہ کرامؓ کو تفصیلی سلوک طے کرنے کی ضرورت نہ تھی

عرض کیا گیا کہ آیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی طرح سے تفصیلی سلوک طے فرماتے تھے جس طرح صوفیہ حال۔ فرمایا کہ جی نہیں۔ ان حضرات کو اس کی ضرورت ہی کہاں تھی۔ ان کو تو حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر کامل فرمادیتی تھی۔ وہاں تو یہ حالت تھی کہ :

آہن کہ بہ پارس آشنا شد : فی الحال بصورت طلا شد

ادھر ان حضرات کی قابلیت تامہ' ادھر آنحضرت کی فاعلیت تامہ' کمال تو فوراً حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ تضاعف اس کمال میں روز بروز ہوتا رہتا تھا۔

(۱۷) سیر فی اللہ کی کوئی انتہاء نہیں :

عرض کیا گیا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ سلوک فلاں مقام پر ختم ہو جاتا ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ حالانکہ معرفت کی کوئی انتہا نہیں۔ فرمایا کہ سیر الی اللہ تو ختم ہو جاتی ہے لیکن سیر فی اللہ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اسی مضمون پر ایک بار اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ذکر فرمایا کہ عاشق ہمیشہ نامراد رہتا ہے۔ پھر اس کی توضیح فرمائی کہ سالک جب ایک مقام پر پہنچتا ہے تو اس کی نظر دوسرے آئندہ مقام پر ہوتی ہے۔ اس آئندہ مقام کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کہ وہ نامراد ہی ہے اور چونکہ مقامات کی انتہا نہیں' اس لئے ہمیشہ اپنے آپ کو نامراد ہی سمجھتا ہے۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ اسی مضمون میں ایک شعر میں نے کہا ہے :

اندریں رہ انچہ می آید بدست : حیرت اندر حیرت اندر حیرت ست

(۱۸) ہر کام پر کچھ وقت لگتا ہے :

عرض کیا گیا کہ حضرت جی چاہتا ہے کہ جلد مقصود حاصل ہو جائے۔ فرمایا کہ اگر کوئی یوں چاہے کہ آج ہی میرا بچہ دس برس کا ہو جائے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ دس برس کا تو دس برس کے بعد ہی ہو گا۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ مرید کو فائدہ تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے۔ گو محسوس نہ ہو۔ جس طرح بچہ روز کچھ نہ کچھ بڑھتا ہے، لیکن یہ کبھی محسوس نہیں ہوتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا۔ البتہ ایک معتد بہ مدت گزرنے کے بعد پچھلی حالت کو خیال میں لا کر موازنہ کرے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو گا۔

(۱۹) کفار کی تمام ریاضتیں بے کار ہیں :

عرض کیا گیا کہ آیا کثرت تصور سے اللہ تعالیٰ کی حضوری اور کسی قسم کا قرب کفار یعنی جوگیہ وغیرہ کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں، لیکن اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ ایک شخص تو بہ حیثیت مقرب وزیر کے بادشاہ کے پاس بیٹھا ہو اور دوسرا بہ حیثیت مجرم کے کٹہرے میں کھڑا ہے۔ بظاہر دونوں کو قرب حاصل ہے، لیکن ایک فرمانبردار مورد عنایت ہے اور دوسرا نافرمان مورد عتاب۔ عرض کیا گیا کہ جوگی وغیرہ کو بھی اس حضور میں ایسا ہی حظ حاصل ہوتا ہو گا جیسا کہ صوفی کو۔ فرمایا کہ ایک شخص کے پاس پیتل کا ڈلا ہے۔ اور وہ اس کو سونا سمجھ کر خوش ہو رہا ہے۔ اور دوسرے کے پاس واقعی سونے کا ڈلا ہے اور وہ بھی خوش ہو رہا ہے۔ دونوں کی خوشی یکساں ہے، لیکن ایک کی خوشی واقعی ہے اور دوسرے کی غیر واقعی۔ جس وقت حقیقت کھلے گی پیتل والے کی سب خوشی خاک میں مل جائے گی۔

(۲۰) محض محبت طبعی مقبول نہیں :

ایک صاحب کی بابت فرمایا کہ ان کو مجھ سے محبت ہے گو عقیدت نہیں۔ پھر

فرمایا کہ عقیدت اور محبت جدا جدا ہیں۔ عقیدت کا حاصل حسن ظن ہے اور محبت کا حاصل میلان قلب۔ حسن ظن اور چیز ہے میلان قلب اور چیز۔ کبھی محبت اور عقیدت جمع بھی ہو جاتی ہیں اور عقیدت کے لئے محبت طبعی لازم نہیں۔ البتہ محبت عقلی لازم ہے۔ محبت طبعی میں دل کھنچتا ہے لیکن یہ کیفیت محبت عقلی میں ضروری نہیں۔ لڑکے کو گود میں بھی لیتے ہیں چومتے بھی ہیں۔ عالم کو ایسا نہیں کرتے۔ مگر محبت عقلی اس سے زیادہ نہیں۔ ہنس کر یوں بھی فرمایا کہ بلی کو اپنے بچے کے ساتھ طبعی محبت ہے عقلی کچھ بھی نہیں اور نفع کے لئے عقیدت جس میں محبت عقلی لازم ہے کافی ہے۔ یہ تفصیل تو باعتبار ظاہر کے ہے' لیکن محبت عقلی میں اگر غور کر کے دیکھا جائے تو محبت طبعی بھی ہوتی ہے۔ گو اس کے ظاہر ہونے کے لئے کسی محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ ظاہر میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ سے طبعی محبت نہیں۔ جیسے اپنے لڑکے سے۔ لیکن اگر وہی لڑکا نعوذ باللہ کوئی حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو طبعاً اتنا جوش ہوگا کہ اگر اس باپ کے ہاتھ میں تلوار ہو اور کوئی مصلحت وغیرہ مانع نہ ہو اسی وقت اس کے دو ٹکڑے کر دے۔ یہاں اس کی محبت طبعی سب رکھی رہ گئی اور فرمایا کہ محض محبت طبعی مقبول نہیں۔ ابو طالب کو محض محبت طبعی تھی۔ حضرت اویس ؒ کو محبت طبعی و محبت عقلی دونوں حاصل تھیں۔

(۲۱) انسان امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں ہے :

عرض کیا گیا کہ حضرت ہزارہا عیوب ہیں۔ کبھی عجب ہوتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ۔ کہاں تک ان کا ازالہ ہو سکے۔ فرمایا کہ قصد اذہاب ضروری ہے' ذہاب ضروری نہیں۔ ازالہ کی کوشش اور قصد کرنا چاہئے۔ باقی ازالہ ہو جانا یہ اپنے اختیار کا نہیں ہے۔ انسان امور غیر اختیاریہ کا مکلف نہیں ہے۔

(۲۲) بروں کے ذکر سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے :

اثنائے گفتگو میں احقر نے بے ضرورت عرض کیا کہ آریہ بڑے دشمن ہیں۔ فرمایا کہ دوست کا ذکر کیجئے' دشمن کا ذکر نہ کیجئے۔ جیسا کہ یہ صحیح ہے کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے' ویسا ہی یہ بھی ہے کہ بروں کے ذکر سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے۔ مجھ کو تو ایسوں کے ذکر کے وقت فوراً ظلمت محسوس ہوتی ہے۔ البتہ جہاں کوئی خاص افادہ مقصود ہو وہاں مضائقہ نہیں ہے۔ بے ضرورت ایسا ذکر نہ کرنا چاہئے۔

(۲۳) بزرگوں سے تعلق ہر حال میں نافع ہے :

ایک صاحب سے حضرت کا قول سنا کہ بزرگوں کے ساتھ لگا لپٹا رہنا چاہئے گو خود کچھ نہ ہو۔ ممکن نہیں انجن تو کلکتہ پہنچ جائے اور گاڑیاں جو اس کے پیچھے لگی ہوئی ہیں وہ کلکتہ نہ پہنچیں۔

(۲۴) چبانے میں دائیں بائیں کا فرق نہیں :

عرض کیا گیا کہ آیا سیدھی ڈاڑھ سے لقمہ چبانا افضل ہے۔ فرمایا کہ دونوں سے یکساں ہے۔ جیسا کہ "ض" دونوں ڈاڑھوں سے نکالنا صحیح ہے۔

(۲۵) انسان کے قویٰ باطنہ میں انتہائی قوت ہے :

جنوں کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ یہ لوگ اپنے معتقدین ہی کو ستاتے ہیں اور جو ان کے قائل نہیں ان پر اپنا اثر نہیں ڈالتے۔ پھر خود ہی فرمایا کہ اس میں ایک راز ہے' وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے قویٰ باطنیہ میں جملہ حیوانوں سے زیادہ قوت رکھی ہے۔ چنانچہ من جملہ ان قویٰ کے ایک قوت دافعہ بھی ہے۔ جو لوگ جنوں کے قائل ہی نہیں ان کی قوت دافعہ کام کرتی ہے۔ اس لئے ان پر جنوں کا اثر نہیں

ہوتا۔

(۲۶) بزرگوں کی صحبت سے ظاہری امراض بھی دور ہوتے ہیں

عرض کیا گیا کہ آیا بزرگوں کی صحبت سے مرض ظاہری بھی زائل ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ جی ہاں صحبت کی برکت سے طبیعت میں نور پیدا ہوتا ہے اور نور سے قوت اور قوت مزیل ہو جاتی ہے مرض کی۔

(۲۷) صالح کی مجلس اثر سے خالی نہیں :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ ممکن نہیں کہ بزرگ کی خدمت میں بیٹھے اور اثر نہ ہو۔ جیسا ممکن نہیں کہ تنور کے پاس بیٹھے اور آنچ محسوس نہ ہو۔

(۲۸) اللہ کے نام کی تاثیر ہر حال میں ظاہر ہوتی ہے :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ تھوڑی سی دیر صرف پندرہ منٹ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کر لیا جائے۔ دیکھئے تو سہی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ کھٹائی کا نام لینے سے منہ میں پانی بھر آئے اور اللہ کا نام لینے سے قلب میں اثر پیدا نہ ہو ممکن نہیں۔

(۲۹) نماز کا پابند ہونے کے لئے تعویذ نہیں، تدبیر کی ضرورت ہے :

بر سبیل وعظ فرمایا کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور اس بات کے لئے تعویذ مانگا کہ میں نماز کا پابند ہو جاؤں۔ میں نے کہا کہ جناب اللہ تعالیٰ کے کلام میں تو سب کچھ اثر ہے لیکن مجھ کو تو کوئی ایسا تعویذ لکھنا نہیں آتا کہ اس میں ایک سپاہی لپیٹ کر آپ کو دے دوں اور وہ نماز کے وقت اس میں سے ڈنڈا لے کر نکلے اور کہے کہ اٹھو نماز پڑھو۔ ہاں البتہ ایک تدبیر بتلا سکتا ہوں جس سے آپ چار ہی روز میں پورے پابند ہو جائیں۔ لیکن وہ تدبیر صرف پوچھنے کی نہیں عمل کرنے کی ہے۔ آپ

ایسا کیجئے کہ ایک نماز قضا ہو تو ایک فاقہ کیجئے' دو قضا ہوں تو دو فاقے کیجئے۔ تین قضا ہوں تو تین فاقے' چار ہوں تو چار' پھر دیکھئے جو ایک نماز بھی قضا ہو۔ اور وہ صاحب چونکہ واقعی طالب تھے انہوں نے ایسا ہی کیا' چنانچہ کہتے تھے کہ واقعی تین چار روز میں ہی پورا پابند ہو گیا۔

(۳۰) اللہ تعالیٰ پر توکل :

اسی وعظ میں فرمایا کہ ایک بزرگ نے ایک صاحب کے پیچھے نماز پڑھی۔ بعد نماز امام صاحب نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ ان بزرگ نے کہا ٹھہر جاؤ جواب دیتا ہوں اور یہ کہہ کر نماز لوٹائی۔ ان صاحب نے کہا کہ اب تو دو سوال ہو گئے۔ ایک تو وہی کہ ذریعہ معاش کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ نماز کیوں لوٹائی؟ بزرگ نے جواب دیا کہ جب تو نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو مجھ کو شبہ ہوا کہ شاید تو قرآن مجید کی اس آیت پر ایمان نہیں لایا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ الخ۔ اس لئے میں نے نماز لوٹائی۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اس وعظ کی شرکت کے لئے میں مع اپنے ایک عزیز کے جا رہا تھا۔ راستہ میں عزیز مذکور نے مجھ سے کہا کہ مولوی صاحب سے کوئی ترکیب ایسی تو میں پوچھوں گا کہ جس سے میں نماز کا پابند ہو جاؤں۔

علاوہ بریں مجھ سے یہ بھی سوال کیا تھا کہ مولوی صاحب کا ذریعہ معاش کیا ہے؟ چنانچہ بر سبیل وعظ دونوں سوالوں کے جواب بلا استفسار مل گئے۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ بلا کہے بر سبیل وعظ یا باثنائے گفتگو حضور کی زبان فیض ترجمان سے سوالات کے جوابات صادر ہو گئے ہیں' سبحان اللہ۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال : مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(۳۱) چشتیہ کے ہاں شورش اور نقشبندیہ کے ہاں سکون ہے :

ایک بار دسترخوان پر سرکہ کی میٹھی چٹنی آئی، جس میں نمک مرچ بھی خوب تھا۔ سرکہ کی تیز کھٹائی اور نمک مرچ کا چٹپٹا پن مٹھائی کے ساتھ مل کر عجیب لطف دیتا تھا۔ فرمایا کہ اس میں وہ لطف ہے جیسے کہ نسبت چشتیہ نسبت نقشبندیہ کے ساتھ جمع ہو گئی ہو۔ پھر فرمایا کہ چشتیہ کے یہاں شورش بہت ہے اور نقشبندیہ کے یہاں سکون۔ گویا چٹپٹا پن اور مٹھاس دونوں کے مناسب حال ہے۔

(۳۲) سلسلہ میں داخل ہونے کی برکت ضرور ظاہر ہوتی ہے :

ایک موقع پر فرمایا کہ مثل صحت نسب کے صحت سلسلہ میں ضرور برکت اور اثر ہوتا ہے۔ ایسے سلسلے میں کوئی شخص بیعت ہو تو اگر اس کا پیر کامل نہ ہو تو اس پیر کا پیر کامل ہوگا۔ اگر وہ بھی نہ ہوا تو اس کا پیر۔ غرض اسی طرح کہیں نہ کہیں سے ضرور اس شخص کا کام بن جائے گا۔

(۳۳) شیخ محض واسطہ فیض ہے :

عرض کیا گیا کہ شیخ کا فیض ہزارہا مریدوں کو مختلف مقامات پر ایک ہی وقت میں محسوس ہوتا ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہوگا؟ فرمایا کہ اصل فیض پہنچانے والا تو فیاض حقیقی ہے۔ شیخ محض واسطہ فیض ہوتا ہے۔ جس طرح ابر سے پانی چھت پر برستا ہے اور وہاں سے چاروں طرف پرنالوں میں سے ہو کر بہہ جاتا ہے۔ شیخ کو خبر بھی نہیں ہوتی اور اس کے متفرق مریدوں کو اس کا فیض پہنچتا رہتا ہے۔

(۳۴) علم سے صحبت کا درجہ زیادہ ہے :

فرمایا کہ علم زیادہ مقصود نہیں، بلکہ اثر علم مقصود ہے۔ اور یہ بزرگوں کی

صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ البتہ علم معین ہوجاتا ہے۔ صحابہ کرام سب پڑھے لکھے نہ تھے لیکن محض صحبت آنحضرت ﷺ نے ان کو اعلیٰ درجہ کمال پر پہنچا دیا تھا۔

(۳۵) تصوف میں اصل اخلاق ہے :

فرمایا کہ لوگوں نے آجکل کثرت نوافل کو تصوف سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اصل چیز تصوف میں اخلاق ہیں۔

(۳۶) گذشتہ صدی کے مجدد حضرت سید احمد شہیدؒ تھے :

ایک بار احقر نے عرض کیا کہ کسی کا مجدد ہونا رائے سے معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمایا کہ جی رائے سے کیا ہوتا اس کی علامات ہیں۔ مجدد شروع صدی میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ فیض اتم اس کا اس صدی کے شروع میں ظاہر ہو۔ گو وہ پہلی صدی میں پیدا ہوا ہو۔ اور اس کے کلام میں اثر ہوتا ہے۔ اس کو وہ بات سوجھتی ہے جو اس کے بڑے بڑوں کو نہیں سوجھتی۔ وہ ہر ہر جزو دین میں اصلاح کے لئے دخل دیتا ہے۔ مجدد کی شان انبیاءؑ کی سی ہوتی ہے۔ اس سے جو بد اعتقاد ہوتا ہے وہ برکات باطنی سے محروم رہتا ہے۔ بس مجدد کا منصب صرف اتنا ہے کہ لوگوں نے جو دین میں گڑبڑ اور کمی بیشی کردی ہو اس کو دور کرکے یہ دکھادے کہ دین کی اصلی صورت یہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اس سے خواہ مخواہ اس کی اصلاح ہی ہوجائے۔ عرض کیا گیا کہ آیا ایک وقت میں کئی مجدد بھی ہوتے ہیں؟ فرمایا کہ کیا کئی کئی ڈپٹی کلکٹر نہیں ہوتے عرض کیا کہ مجدد کو اپنے مجدد ہونے کی خود بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ کوئی بی-اے پاس کرے تو کیا اس کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس نے بی-اے پاس کیا ہے۔ لیکن مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں چاہیے' کیونکہ اعتبار خاتمہ کا ہے اور حسن

خاتمہ سوائے پیغمبروں کے کسی کا یقینی نہیں۔ استفسار کیا کہ پچھلی صدی کے مجدد کون تھے؟ فرمایا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی۔ انہوں نے بدعات کی بہت بیخ کنی کی اور جہاد بھی کیا۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی بابت فرمایا کہ گمان مجددیت کا نہیں بلکہ قطبیت کا ہے۔ دوسرے موقع پر اس صدی کے مجدد کے استفسار پر فرمایا تھا کہ مثلاً حضرت مولانا گنگوہیؒ ۔ میں نے عرض کیا کہ حضور پیشتر فرما چکے ہیں کہ گمان مجددیت کا نہیں بلکہ قطبیت کا ہے۔ فرمایا کہ جی ہاں غالب شان قطبیت کی تھی۔

(۳۷) بزرگوں کی برکت سے جگہ بھی با اثر ہو جاتی ہے :

ایک بار مولانا محمد یعقوب صاحب نے اپنے استاد سے نقل فرمایا کہ مولانا ریلوے پلیٹ فارم پر کسی مقام پر جا بیٹھے۔ بیٹھتے ہی لطائف ستہ جاری ہو گئے۔ حیرت ہوئی کہ یا اللہ! کیا معاملہ ہے؟ معلوم ہوا کہ فلاں بزرگ ریل کے انتظار میں اس جگہ بیٹھے رہے تھے' یہ اس کا اثر تھا۔ بزرگوں کی برکت سے جگہ بھی با اثر ہو جاتی ہے۔

(۳۸) وقوع کرامت پر ڈر بھی لگتا ہے :

ایک بزرگ کی کرامت کے ذکر کے وقت میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسی حالت میں ان بزرگوں پر یہ سوچ کر کیا کیفیت طاری ہوتی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ذلیل بندوں کی کتنی پاسداری مدنظر ہے۔ فرمایا کہ جی کیفیت بھی طاری ہوتی ہے' لیکن ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں بہ طور استدراج کے نہ ہو' امتحان نہ لیا جا رہا ہو۔

(۳۹) حاجی صاحبؒ فن تصوف کے مجدد تھے :

ایک موقع پر فرمایا کہ میں تو حضرت حاجی صاحبؒ کو اس فن خاص یعنی تصوف کا مجدد کہتا ہوں۔ حضرت نے فن کو بہت ہی سہل کر دیا ہے۔ برسوں کی راہ کو

ہفتوں کی راہ بنا دیا ہے۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ میں تو حضرت حاجی صاحبؒ کے سلسلے کو بے نظیر سمجھتا ہوں۔ دو مشہور بزرگوں کا کچھ حال بیان فرماکر کہا کہ ہندوستان میں حق کچھ ہمارے حضرات ہی میں منحصر سامعلوم ہوتا ہے۔

(۴۰) انسان کی تخلیق کا اصل مقصد بندگی ہے :

تحقیقات جدیدہ کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ یہ سب کچھ کام نہ آئے گا۔ کچہری میں کوئی اہلمد اپنے منصبی کام کو چھوڑ کر اگر اس تحقیقات میں لگا رہے کہ یہ عمارت کب بنی ہے؟ بجٹ کتنے کا تیار ہوا تھا؟ یہ قمقمے جو لٹکے ہوئے ہیں کہاں سے آئے ہیں تو ظاہر ہے کہ جب حاکم کام کی جانچ کرے گا اس کا یہ کہہ دینا اس کی ہرگز براءت نہ کر سکے گا کہ جناب میں اس کچہری کی عمارت کی تحقیقات میں لگا رہا تھا۔ اہلمد کو اس تمام قصے سے کیا بحث' اپنے اصلی کام میں مشغول رہنا چاہئے۔ البتہ اگر حاکم بروقت جانچ اس کا کام اچھا پائے تو تعجب نہیں کہ خوش ہو کر خود ہی اس کو ساری کچہری کی سیر کرا لائے اور سب تحقیقات پر مطلع کردے۔ چنانچہ بعض بزرگوں کو کشف کونیات ہوا ہے۔ حضرت حافظ رحمتہ اللہ علیہ ہم کو کیسی مشفقانہ نصیحت اور کام کی بات تعلیم فرماگئے ہیں :

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معمارا

(۴۱) یہ فتنوں کا دور ہے :

فرمایا کہ آج کل کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے کہ ایک فتنہ کو دبائے تو سو فتنے اور کھڑے ہو جاتے ہیں۔

(۴۲) اپنے عیوب کی فکر کرنی چاہیے :

فرمایا کہ ہم لوگوں کی اوروں کے چھوٹے چھوٹے عیوب پر نظر ہے اور اپنے بڑے بڑے عیوب دکھائی نہیں دیتے۔ اپنے بدن پر سانپ، بچھو لپٹ رہے ہیں ان کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور دوسروں کی مکھیاں اڑانے کی فکر ہے۔

(۴۳) لا الٰہ الا اللہ کہنے کا مطلب پورے دین کا پابند ہونا ہے :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ آج کل ترقی کا زمانہ ہے۔ لوگ ہر چیز کا ست نکالنے لگے ہیں۔ پیشتر بڑے بڑے قدحے کڑوی کڑوی دواؤں کے پینے پڑتے تھے۔ کیسی دقت تھی۔ اب چونکہ ست نکل آئے ہیں، ایک بوند دوا کی بڑے بڑے قدحوں کا کام دیتی ہے۔ کیسی آسانی ہوگئی ہے۔ ایسے زمانے میں بھلا دین کیوں بچتا۔ اس کا بھی لوگوں نے ست نکالا ہے اور ایسا ویسا نہیں نہایت معقول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول حدیث سے ثابت۔ یعنی مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ بس لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے اور جنت میں داخل ہو جایئے۔ لیجئے سارے بکھیڑوں سے بچ گئے۔ نہ نماز کی ضرورت نہ دیگر ارکان واحکام کی حاجت، نہ کوئی اور پابندی۔ بس لا الہ الا اللہ کہا اور جنت میں پہنچ گئے۔ کیسی آسانی ہوگئی۔ کیسا نفیس ست نکل آیا۔ لیکن حضرت یہ بھی خبر ہے کہ ست اس چیز کا نکلا کرتا ہے جس میں فضلہ ہو اور اگر کوئی ست کا ست نکالنا چاہے تو پھر وہی سارے کا سارا ست ہی نکل آئے گا۔ اسی طرح چونکہ دین میں کچھ فضلہ ہی نہیں، اس لئے اگر آپ دین کا ست نکالیں گے تو اس میں سارے کا سارا ہی دین نکل آئے گا۔ سو جناب اس لا الہ الا اللہ کو آپ نے دین کا ست تجویز کیا ہے۔ اس میں تو سارا ہی دین آگیا۔ اس کی میں یہ مثال دیا کرتا ہوں کہ ایک شخص کا اس کے ماں باپ نے نکاح کر دیا۔ قاضی صاحب نے

پوچھا تو نے فلاں عورت کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ اس نے کہا ہاں قبول کیا۔ بس نکاح ہو گیا۔ کچھ دن تو میاں بیوی ماں باپ کے سر رہے۔ جب لڑکا کھانے کمانے لگا۔ ماں باپ نے کہا بھائی بس اب علیحدہ رہو' کھاؤ پیو' خوش رہو۔ میاں صاحب نے علیحدہ مکان لیا۔ دونوں جا رہے۔ اب بیوی نے فرمائشیں شروع کیں کہ گیہوں لاؤ' برتن چاہئیں' کپڑے منگاؤ' فلاں چیز نہیں۔ غرض ایک لمبی فہرست گنا دی۔ میاں صاحب گھبرائے۔ آخر کہنے لگے کہ میں نے تو نکاح میں تجھے قبول کیا تھا' ان سب بکھیڑوں کا تو اقرار نہ کیا تھا۔ لڑائی ہونے لگی۔ محلے کے عقلاء جمع ہو گئے۔ آخر شوہر کو ہی سمجھائیں گے کہ بھائی تیرے اس کہنے میں کہ میں نے تجھ کو اپنے نکاح میں قبول کیا اس کی ساری ضروریات آگئیں۔ سو جناب اسی طرح آپ کے اس لا الہ الا اللہ کہنے میں تو جتنی ضروریات دین ہیں سب کی سب آگئیں۔ ایک چیز بھی اس سے باہر نہیں۔ لا اِلٰہ الا اللہ کا قائل ہونا گویا پورے دین کا پابند ہونا ہے۔ سب کچھ اس میں آگیا۔

(۴۴) ترک صلوۃ کافرانہ فعل ہے :

فرمایا کہ یہ جو حدیث میں ہے کہ من ترك الصلٰوۃ متعمدًا فقد کفر۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ وہ واقعی کافر ہو گیا' بلکہ کافروں کا سا کام کیا۔ گویا نماز کا قصداً ترک کرنا شان اسلام سے بعید ہے۔ جس طرح کسی شریف کو اس کے کسی فعل پر چمار کہہ دیں۔ اس سے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ سچ مچ چمار ہی ہو گیا بلکہ مثل چمار کے حرکت کی۔

(۴۵) نعت رسول ﷺ کے ساتھ اتباع رسول ﷺ بھی ضروری ہے

بیان فرمایا کہ ایک صاحب نے جو نعتیہ اشعار کے بہت شائق تھے مجھ کو اپنا

خواب لکھا کہ ان سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ہم اپنی تعریف سے خوش نہیں ہوتے بلکہ جو ہمارا اتباع کرے اس سے خوش ہوتے ہیں۔ سو واقعی اگر کوئی شخص کلکٹر کے پاس جاکر روز لمبی چوڑی تعریفیں کر آیا کرے لیکن احکام جو وہ صادر کرے ان کی ہمیشہ نافرمانی کرے اور ایک نہ بجالائے تو اس کی ساری تعریف محض خوشامد سمجھی جائے گی۔ بلکہ بجائے خوشی کے اس کو الٹا غصہ دلائے گی کہ دیکھو میرے سامنے تو ایسی باتیں بنا جاتا ہے اور جو میں حکم دیتا ہوں اس کی تعمیل کچھ نہیں کرتا۔ کیسا نامعقول اور مکار شخص ہے۔ اس خواب سے مولود خوانوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو نعت گوئی میں تو اس قدر غلو کرتے ہیں اور اتباع کا کچھ خیال نہیں۔

(۴۶) مصلحت کی وجہ سے بعض محارم شرعی سے بھی پردہ کرنا چاہئے

ایک موقع پر فرمایا کہ عورتیں گو غیروں سے پردہ کرتی ہیں مگر اپنوں سے پردہ نہیں کرتیں۔ حالانکہ زیادہ خرابی اپنوں ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ رات دن کے گھر کے آنے جانے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے جتنے غیر محرم عزیز قریب ہوں ان سے پردہ لازمی ہے۔ بلکہ فقہاء نے بہ مصلحت بعض محارم شرعی سے بھی پردہ ضروری قرار دے دیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ محارم شرعی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن سے طبعی نفرت ہوتی ہے۔ اور ویسے کوئی بیل جانور ہی ہے تو دوسری بات ہے۔ مثلاً ماں بہن وغیرہ۔ ان کی طرف طبعاً میلان نہیں ہوتا۔ دوسری قسم وہ ہے جن سے محض نفرت شرعی ہوتی ہے جیسے جوان داماد، جوان ساس، سوتیلی ماں، بیٹے کی بیوی وغیرہ۔ ان رشتوں میں محض رشتہ کی وجہ سے شرعی حرمت ہے۔ ورنہ اگر بہو بیٹے کے نکاح میں نہ آتی تو خود باپ اس سے نکاح کرسکتا تھا۔ اسی طرح سوتیلی ماں اگر باپ کے نکاح میں نہ آتی تو اس سے خود بیٹا نکاح کرسکتا

تھا۔ لہٰذا ایسی صورتوں میں کوئی طبعی نفرت نہیں، صرف شرعی ممانعت ہے۔ سو چونکہ ایسی حالت میں مفسدہ کا احتمال بعید نہ تھا، چنانچہ ایسے ناگفتہ بہ واقعات ہوئے ہیں۔ اس لئے فقہاء نے ایسے محارم شرعی سے بھی پردہ کرنے کا حکم لگایا ہے۔ بلکہ بعض نے یہاں تک احتیاط کی ہے کہ چچا اپنی جوان بھتیجی کو بھی بے حجابانہ نہ دیکھے، کم از کم وہ اپنے لڑکوں ہی کے لئے تجویز کرنے کی نظر سے تو اسے دیکھے گا۔ پھر فرمایا کہ میرے والد اس پردہ کے معاملہ میں بہت اہتمام رکھتے تھے۔

(۴۷) زمانے کا مذاق بدل گیا :

بر سبیل وعظ بیان فرمایا کہ زمانے نے کچھ ایسا پلٹا کھایا ہے کہ پچھلے لوگ عبادت چھپا کر اس لئے کیا کرتے تھے کہ کہیں شہرت نہ ہو جائے اور اب اس لئے چھپا کر کرتے ہیں کہ کہیں لوگ طعن نہ کریں۔

(۴۸) حضرت شہیدؒ پر توحید کا بے حد غلبہ تھا :

فرمایا کہ ایک رسالے میں دیکھا ہے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کو تصور شیخ تعلیم فرمایا تو سید صاحب نے عرض کیا کہ یہ تو شرک ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا :

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزل ہا

سید صاحب نے جواب دیا کہ اس شعر میں تو معصیت کے بارے میں حکم ہے۔ اگر آپ معصیت کے لئے فرمائیں تو خیر کرلوں گا۔ پھر توبہ کرلوں گا۔ لیکن تصور شیخ تو شرک ہے۔ شرک ہرگز کسی حال میں نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تمہارے مناسب سلوک ولایت نہیں ہے۔ تم

سلوک نبوت کے شایاں ہو۔ چنانچہ سید صاحب کی تربیت سلوک نبوت پر فرمائی گئی اور صرف تیرہ روز میں سب مقامات طے ہو گئے۔ سبحان اللہ! اس سے شاہ صاحبؒ کی بھی جامعیت ثابت ہوتی ہے۔ سید صاحب پر مذاق توحید بے حد غالب تھا۔

ف : بقول بعض ے سے مراد وہ امور لئے گئے ہیں جو صورتاً معاصی ہیں۔ چنانچہ حضرت سید صاحب نے جو جواب میں فرمایا کہ اگر آپ معصیت کے لئے فرمائیں تو کرلوں گا۔ اس سے بھی مراد ایسے ہی امور ہوں گے ورنہ حکم شیخ پر بھی معصیت کی اجازت نہیں اور تصور شیخ جو علی الاطلاق شرک فرمادیا۔ اس سے بھی وہ امور مراد ہیں جو صورتاً شرک ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت سید صاحب پر مذاق توحید بے حد غالب تھا شرک کی ظاہری صورت کو بھی گوارا نہ فرمایا۔

(۴۹) توجہ کا تعلق قوت خیالیہ سے ہے :

مذکورۂ بالا ارشاد کے بعد فرمایا کہ الحمدللہ میں نے بھی کبھی تصور شیخ نہیں کیا۔ کیونکہ تصور شیخ میں اپنی پوری توجہ کو شیخ کے واسطے مجتمع کرنا ہوتا ہے اور اس درجہ کی توجہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہی حال مرید کو توجہ دینے کا ہے۔ اس میں بھی ہمہ تن متوجہ ہوئے بغیر نفع نہیں ہوتا۔ اور ایسی کامل توجہ ایک مخلوق کی طرف کرنا اس سے خدا تعالیٰ کے سامنے شرم آتی ہے۔ البتہ حق تعالیٰ سے دعا کرنا اور خلوص کے ساتھ تعلیم و تلقین کرنا یہ طریقہ سنت کے موافق ہے اور بہت نافع ہے۔ رہی توجہ تو اس کا تعلق محض قوت خیالیہ سے ہے جو مشق سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کو مقبولیت سے کچھ نسبت نہیں۔ البتہ چونکہ اچھے کام میں صرف کی جاتی ہے اچھی ہے جیسے کشتی و پہلوانی کہ فی نفسہ عبادت نہیں۔ لیکن اگر اعداء دین کے مقابلہ میں اس سے کام لے حسنہ ہے۔ باقی غیر مسلم تک بھی اس کو حاصل کر سکتا

ہے۔ کوئی غیر متقی بھی اگر کسی کو دین کی توجہ دے تو گو وہ خود ایسا نہیں لیکن توجہ کے اثر سے دوسرے کے قلب میں دینداری پیدا کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے اثر کو بقاء نہیں ہوتا۔

(۵۰) درود شریف بالذات قرب ہے :

عرض کیا گیا کہ جس طرح حضور پر نور سرور عالم ﷺ کے احسانات کی مکافات کسی درجے میں درود شریف سے متصور ہے' اسی طرح اگر اپنے شیخ کے لئے کوئی چاہے تو کیا کرے؟ فرمایا کہ دعا۔ عرض کیا گیا کہ مثل درود شریف کے کوئی خاص دعا تجویز کرلینا کچھ خلاف تو نہیں۔ فرمایا کہ درود شریف کو تو خود بالذات قرب فرمایا گیا ہے۔ ایسا اعتقاد اس دعا کے ساتھ جائز نہیں۔ البتہ مطلق دعا میں جو قرب ہے وہ اس دعا میں بھی ہے۔ لیکن درود شریف کی تو ذات قرب ہے۔ ایسا اعتقاد اس دعا کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے۔

(۵۱) تکمیل توبہ کے لئے آثار رشد و صلاح کا ظہور بھی ضروری ہے

ایک شخص کے خط کے بارے میں فرمایا کہ اس میں بڑی گندی اور بے حیائی کی باتیں لکھی ہیں۔ اپنے فسق و فجور کا اعلان کیا ہے۔ تمام کفریات بھری پڑی ہیں۔ اگر اہل اسلام کو قدرت ہوتی تو یہ کم بخت گردن زدنی ہے۔ اسی خط کے حوالے سے دار پر چڑھا دیا جاتا۔ عرض کیا گیا کہ باوجود توبہ کر لینے کے بھی دار پر چڑھا دیا جاتا۔ فرمایا کہ معمولی توبہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا ورنہ ہر بدمعاش کہہ لے کہ توبہ ہے اور چھوٹ جائے۔ ایسا شخص جو توبہ کرتا ہے اس کو محبوس رکھا جاتا ہے۔ جب تک کہ آثار رشد و صلاح کے اس سے ظاہر نہ ہوں اور یہ امید نہ ہو جائے کہ آئندہ بھی یہ ایسی حرکت سے باز رہے گا۔ اور یہ حکومت سے ہو سکتا ہے۔ پس ضرورت اس کی

ہے۔ پھر فرمایا کہ حکومت کا ڈر ایسی چیز ہے کہ کانپور میں میں نے ایک طالب علم کو جو غصیارہ تھا مدرسے سے نکال دیا۔ اس کا خط میرے پاس آیا کہ میں آپ کے پاس عنقریب آؤں گا اور اپنے ساتھ سنکھیا بھی لیتا آؤں گا۔ اگر آپ مدرسے میں رہنے کی اجازت نہ دیں گے تو آپ کے سامنے بیٹھ کر سنکھیا کھالوں گا۔ دوسرے تیسرے روز وہ آئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سنکھیا بھی لائے ہو۔ اس پر کچھ نادم ہوئے۔ میں نے کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تھانے میں اس خط کو بھیج کر میاں کا اقدام خودکشی میں چالان ہی نہ کرایا ہو۔ یہ سن کر وہ فوراً چلے گئے۔ حکومت کا ڈر ایسی چیز ہے۔

(۵۲) اخلاق رذیلہ کے مقتضاء پر عمل نہ کرے :

فرمایا کہ جبلت کا افعال سے تعلق نہیں اخلاق سے تعلق ہے۔ یعنی اخلاق جبلی ہوتے ہیں اور ان میں انسان مجبور ہوتا ہے۔ وہ اس کا مکلف نہیں کہ اخلاق رذیلہ کی جڑ کو زائل کردے' البتہ ان کے مقتضاء پر عمل کرنا یہ موجب مواخذہ ہے۔ پس اخلاق رذیلہ سے اگر افعال رذیلہ کا تقاضا ہو اس کے مقتضاء پر عمل نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ مواخذہ اعمال پر ہے نہ کہ اخلاق پر جبکہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ ہو۔

(۵۳) علماء کو فتویٰ دینے میں نرمی نہ کرنی چاہئے :

مولانا کی خدمت میں مظفر نگر سے ایک خط آیا۔ لفافے ہی کو اوپر سے دیکھ کر بعض قرائن سے فرمانے لگے کہ بازار کی مسجد کا قصہ معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بولے کہ بازار والی مسجد کے متعلق جمعہ ہونے کے بارے میں بہت نزاع پیش آیا۔ حتیٰ کہ دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق جمعہ قائم ہونے سے اس

میں مانع تھا کہ جب جامع مسجد موجود ہے تو کیوں بے ضرورت قائم کیا جائے اور فریق ثانی قائم کرنے کے درپے تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ ایک صاحب میرے پاس بھی استفتاء لئے ہوئے اور اس پر مہریں کرائے ہوئے لائے تھے اور کہا کہ آپ بھی دستخط کردیجئے۔ میں نے کہا کہ فتوے سے کیا ہوتا ہے۔ کیا کسی کو وہاں جمعہ پڑھنے پر مجبور کرسکتے ہیں۔ کیا آپ کے یہاں عدالت ہے کہ آپ مجبور کردیں گے۔ آپ تو جواز کی صورت قائم کرکے فتوے لیتے ہیں۔ فریق ثانی دوسری شکل قائم کرکے عدم جواز پر فتویٰ لے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ علماء بدنام ہوں گے اور فرمایا کہ عوام نے علماء کو بدنام کردیا کہ صورتیں بدل بدل کر مسائل کے جواب لیتے ہیں۔ ادھر علماء کے نرم اخلاق نے عوام کو بہت جرات دلادی اور خیال کرلیا کہ یہ تو سیدھے لوگ ہیں جیسے جی چاہے گا ان سے فتویٰ لے لیں گے۔ اسی بناء پر علماء کو ذلیل سمجھنے لگے۔ علماء کو چاہئے کہ ایسے نرم نہ بنیں۔ چنانچہ وہ شخص بہت سے علماء سے دستخط کرا کر لائے تھے اور مقصود ان کا صرف اپنے نام کی مسجد کی رونق بڑھانا تھا۔ تعدد جمعہ کے مسئلے سے کوئی بحث نہ تھی۔ اگر فی الواقع تعدد سے بدون نفسانیت بحث ہوتی تو ان کے استفتاء پر دستخط کردیتا۔ کیونکہ ضرورت کے موقع پر تعدد جمعہ جائز ہے۔

(۵۴) نااہل کو کتاب نہیں لکھنی چاہئے :

اس کے بعد مولانا ضمن میں اور باتوں کے فرمانے لگے کہ اب لوگوں نے بعض تحریروں میں سے باتیں منتخب کرکے اور کتاب تصنیف کرکے تجارت شروع کردی کہ ان کا منصب اس کا نہ تھا۔ فرمایا کہ دنیا کو ذریعہ دنیا کا بنایا جائے تو مضائقہ نہیں مگر لوگوں نے یہ کر رکھا ہے کہ دین کو ذریعہ دنیا کا بناتے ہیں۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ اخیر میں ان کی سخت بدنامی ہوئی۔ حتیٰ کہ عوام اور

ان کے ہم عقیدہ بھی برا کہنے لگے۔ چنانچہ ان کے بعض معتقدین سے ملنا بھی ہوا تو وہ کہتے تھے ان کے دماغ میں خلل ہو گیا۔ فرمایا کہ کتاب امہات الامت میں بڑی گستاخی کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ بڑی خیر ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کی بیٹی تھی بیٹا نہ تھا۔ اگر بیٹا ہوتا تو پسر نوح سے کم نہ ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بارے میں گستاخیاں کی ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے جا امور لکھے ہیں۔ اس کا ایک رد دیکھنے سے یہ باتیں معلوم ہوئیں اصل کتاب ملی نہیں۔

(۵۵) تصوف حاصل کرنا فرض ہے :

مولانا سے سوال کیا گیا کہ کیا تصوف حاصل کرنا فرض ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہاں ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: واتقوا اللّٰہ حق تقاتہٖ کہ اللہ سے حق ڈرنے کا ڈرو۔ اسی کا دوسرا اصطلاحی نام تصوف ہے۔ صیغہ امر کا ہے جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اس پر بعض نے شبہ کیا ہے کہ یہ تو منسوخ ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ پر سخت گزری اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق ڈرنے کا کون ڈر سکتا ہے۔ یہ تو طاقت سے باہر ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ فاتقوا اللّٰہ ما استطعتم۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت پہلی کے لئے ناسخ ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ اس سے منسوخ ہونا حسب اصطلاح اہل اصول کے لازم نہیں آتا کیونکہ سلف کی اصطلاح میں لفظ نسخ کا اطلاق مطلق تغیر پر آتا ہے۔ گو وہ بیان تفسیر ہی ہو۔ چنانچہ بیان بھی یہی ہے کہ ظاہراً اِتَّقُوا اللّٰہ حق تُقَاتِہٖ سے فوری مستفاد ہوتا تھا۔ اور یہی صحابہؓ پر شاق ہوا۔ اس کی تفسیر کے لئے دوسری آیت نازل ہوئی۔ یعنی حسب استطاعت اس کا اہتمام رکھو، فی الفور تحصیل درجہ کمال کا مامور نہیں۔

(۵۶) مختلف العقائد لوگوں کے جلسے میں شرکت نہیں کرنی چاہئے :

اٹاوہ سے خط آیا کہ حضور جلسے میں ضرور شریک ہوں اور اس جلسہ میں قادیانی اور شیعہ وغیرہ بھی شریک ہوتے تھے۔ اور خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر حضور سب کے ساتھ شریک نہ ہوں تو اوروں کی تقاریر کے وقت حضور کو وہاں نہیں رکھیں گے۔ حضور علیحدہ رہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ لوگ اس قدر نہیں سمجھتے کہ جن مخالفین کو مدعو کیا اور مقتدائے جلسہ بنایا کل کو اگر وہ اپنے عقائد سکھانے لگیں تو اس کے انسداد کا کیا طریق ہوگا؟ لوگ اس قسم کی کارروائی صرف شہرت اور نمود کے لئے کرتے ہیں۔ مخالفین کا اسلامی جلسوں میں کیا کام؟ سوائے ضرر کچھ نہیں ہوتا اور اگر میں جلسے کے وقت شریک بھی نہ ہوں تو یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ گمراہی پھیل رہی ہو اور میں اسی شہر میں حجرے میں بیٹھا رہوں۔ مولانا نے جواب یہ لکھا کہ کیا آپ میرے وعظ کا جلسہ اس کے بعد نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کریں تو میں آ سکتا ہوں۔

(۵۷) محبت کی کشش عقیدت سے زیادہ ہے :

مولانا نے فرمایا کہ مجھ کو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ عقیدت خیالی چیز ہے' ذرا میں زائل ہو جاتی ہے اور محبت زائل نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک شخص نصرانی کی لڑکی پر عاشق ہو کر نصرانی ہو گئے تو ان کے ان مریدوں نے جو عقیدت مند تھے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دوسرے مرید جو ان کے ساتھ محبت رکھنے والے تھے خبر پا کر بہت سے لوگوں کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچے اور رات بھر اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کی اور شیخ کی حالت درست ہو گئی۔ دیکھئے کہ باوجود نصرانی ہونے کے بھی ساتھ نہ چھوڑا اور ان کو نفع پہنچایا۔

(۵۸) فقراء ہمارے محسن ہیں :

ایک سائل کے سوال پر لوگوں نے تنگ دلی ظاہر کی۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ لوگ حمال ہیں۔ آخرت میں تمہارے مالوں کو لے جانے والے ہیں۔ اس پر تو اگر اجرت بھی لیں تو بجا ہے۔ اگر یہ سب اس پر اتفاق کریں کہ کسی سے مت لو تو کون تمہارے مالوں کو آخرت میں پہنچائے؟

(۵۹) مطلب اس کا کہ اپنے شیخ سے دوسرے کو افضل نہ سمجھے

حاجی صاحب نے فرمایا کہ یوں جانے کہ زندہ بزرگوں میں مجھ کو اس سے زیادہ نفع پہنچانے والا میری سعی سے مجھ کو دوسرا میسر نہیں ہو سکتا۔

(۶۰) اعزہ سے ملنا ترک نہ کرے :

اعزہ سے ملنا کیا سنت ہے؟ مولانا نے فرمایا: ہاں۔ کیونکہ صلہ رحمی ہے۔ اگر وہ بداعمال ہوں تو بھی اپنی جانب سے بغرض صلہ رحمی ملنے میں کچھ حرج نہیں۔ قطع تعلق اور اپنے کو کھنچا ہوا رکھنا اچھا نہیں۔ خواہ وہ امراء ہی کیوں نہ ہوں۔ ترک تعلق مناسب نہیں۔ اور اگر وہ اعزہ تمسخر دین کا کرتے ہوں تو اس کو چاہئے کہ ان کو سمجھائے کہ میں آپ صاحبوں کے پاس بسبب رشتہ داری آتا ہوں۔ آپ ایسا نہ کریں ورنہ میں نہیں آنے کا۔ اگر نہ مانیں تو نہ جائے۔ باقی اجنبی امراء سے ترک تعلق اچھا ہے۔ ہاں اگر وہ خود بلائیں تو چلا جائے یا وہ خود اپنے یہاں آئیں تو ان کا اکرام کرے۔

(۶۱) مبتدی کے لئے وعظ کہنا مناسب نہیں :

فرمایا کہ بعض محققین نے مبتدی سلوک کو وعظ سے منع فرمایا ہے' کیونکہ

اکثر مواجب عجب و کبر و ریاء کا ہو جاتا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ وسوسہ عجب و کبر و ریا اور چیز ہے اور خود عجب و کبر و ریاء اور چیز۔ پہلا غیر اختیاری ہے اور دوسرا اختیاری۔ پہلے پر مواخذہ نہیں' دوسرے پر مواخذہ ہے۔ کام اپنا کرتے رہے اور وساوس کی کچھ پرواہ نہ کرے۔

(۶۲) میلاد میں قیام کی حقیقت :

فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب ؒ فرماتے تھے کہ جو لوگ میلاد میں قیام کرتے ہیں اس کی وجہ ایجاد یہ معلوم ہوتی ہے کہ کسی وقت میں حضور ﷺ کی پیدائش کا ذکر ہو رہا ہو گا کہ کوئی اہل دل وہاں موجود تھے غلبہ حال اور وجد میں وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر لوگوں نے اس کو طریقہ کر لیا اور غلو کرنے لگے اور بدعت کی حد تک پہنچا دیا۔

(۶۳) غیر کی نقالی باعث ذلت ہے :

فرمایا کہ تعلیم جدید والوں میں تقلید حکام نے یہاں تک اثر کیا ہے کہ ایک حاکم اتفاق سے کسی قدر لنگڑا تھا تو بعض طلباء انگریزی بھی اس کی چال کو پسند کر کے لنگڑا کر چلنے لگے تھے۔

(۶۴) ہر کس و ناکس بیعت کا اہل نہیں :

فرمایا کہ لوگوں نے بیعت کو خراب کر دیا ہے' کچھ قیود رکھنی چاہئیں۔ یہ نہیں کہ جو آئے انکار ہی نہیں۔ اس وقت میں مصلحت یہی ہے۔ چنانچہ میں نے شرائط اسی غرض سے طبع کرا رکھی ہیں' کیونکہ زبانی بار بار کہنا دقت طلب ہے۔ جو آیا ایک پرچہ اس کو دے دیا۔ اگر منظور کر لے گا تو بیعت سے انکار نہیں' ورنہ جاؤ۔ یہ اچھا ہے کہ بجائے سو کے دس ہوں اور ہوں کام کے اور سفر کی مریدی اچھی

نہیں۔ اس لئے کہ سفر میں میری پوری حالت اور پوری کیفیت مرید پر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس کے کہ لوگوں کو ہاتھ پاؤں چومتے دیکھ کر یا وعظ سن کر بیعت کرلے اور کوئی بات نہیں۔ یہاں اگر پورا حال میرا کھل جائے گا جس کو عقیدت راسخہ ہوگی وہی بیعت کرے گا اور جوئی کوئی آئے گا طلب صادق سے آئے گا اور پختہ ہوگا۔ البتہ کوئی ضعیف ہو یا عورت ہو یا معذور ہو تو سفر میں بھی مضائقہ نہیں۔ اور جو لوگ بدون آئے بیعت ہونا چاہیں بوجہ خرچ وغیرہ نہ ہونے کے تو ان کو مناسب ہے کہ خط بھیج کر بذریعہ خط کے، بعد طے ہونے شرائط کے بیعت ہو جائیں۔

(۶۵) لیلتہ القدر کے اکثر حصہ کی عبادت کل کی طرح ہے :

فرمایا کہ لیلتہ القدر کی تمام رات میں فضیلت ہے اور اکثر حصہ شب میں عبادت کرنے سے کل رات کا ثواب ملتا ہے۔

عرض کیا گیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ اس شب میں سب چیزیں سجدہ میں ہوتی ہیں کیا یہ سچ ہے؟ فرمایا کہ کبھی ایسی حالت کسی کو مکشوف ہو جانا بعید نہیں، چنانچہ ہماری پھوپھی صاحبہ نے ایک بار در و دیوار وغیرہ کو گرا ہوا دیکھ کر غل مچایا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شب قدر مکشوف ہوئی تھی۔ یا روشنی کا پھیلنا یہ بھی کبھی ہو جاتا ہے۔ مگر ضروری نہیں جیسا کہ مشہور ہے۔ ہاں یہ بات دائم ہے کہ اس شب میں قلب کے اندر ایک سرور اور عبادت میں دل لگنا پایا جاتا ہے۔ اس حالت میں کہ جب چیزوں کا گرا ہوا ہونا یا انوار کا پھیلنا مشاہد ہو تو اس سے یہ نہیں کہ اس رات کو جس میں یہ ہو اس رات پر جس میں یہ نہ ہو کچھ فضیلت ہو۔ ہاں البتہ اس حالت میں دل لگنے کی حالت زیادہ ہوگی اور توجہ قلبی میں اضافہ ضرور ہوگا، کیونکہ ایسے

احوال کو دیکھ کر توجہ ہوتی ہے۔

(٦٦) سفرِ حج سفرِ عشق ہے :

فرمایا کہ سفرِ حج میں لوگ بہت بہت پریشانیاں اٹھاتے ہیں، سخت دقتیں پیش آتی ہیں۔ یوں چاہئے کہ پختہ ہو کر سب کاموں کو اللہ کے سپرد کردے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت آسانی سے سب امور طے ہو جائیں گے۔ چنانچہ ہمیں بہت سہولت رہی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ بڑے بڑے امراء و زنی اسباب کو اپنی کمروں پر لادتے تھے۔ نوکروں نے بھی ان کو جواب دے دیا۔ لوگ روپے کے زعم میں آجاتے ہیں، یہ غلطی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس سفر کو سفرِ عشق سمجھے۔ پھر سب تکالیف راحت معلوم ہوں گی۔

(٦٧) منشیات کی تیاری میں اعانت گناہ ہے :

عرض کیا گیا کہ آب کاری کی ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ناجائز ہے، کیونکہ اعانت علی المسکرات ہے۔ اس بارے میں بعض انگریز مسلمانوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ مسلمان شراب شاذ و نادر پیتے ہیں۔ اس لئے نقصان سرکاری نہ ہوگا۔

(٦٨) حقہ نوشی بعض برکات سے محرومی کا سبب ہے :

فرمایا کہ حقہ نوش کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا بیان ہے کہ اس کو زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اول تو نصیب نہیں ہوتی۔ اگر ہو بھی تو ہم کلامی نہیں ہوتی۔ اور فرمایا کہ اس کی بابت کوئی حدیث تو ہے نہیں۔ ایک شخص کا قصہ فرمایا کہ اس نے امام زین العابدینؒ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ حضرت حقہ کیسا ہے؟ جواب دیا کہ کالا غلام۔ سائل نے عرض کیا کہ حضرت آپ بدون ورود اثر ایسا سخت حکم

فرماتے ہیں' کیونکہ آنجناب ﷺ کے وقت میں تو یہ تھا نہیں۔ خادم نے رائی خواب سے کہا کہ خاموش ہو آپ کا فرمانا رسول ﷺ کا فرمانا ہے۔

پھر مولانا نے فرمایا کہ کوئی دلیل شرعی تو اس پر ہے نہیں' خواب ہے۔ لیکن کچھ برائی ہے ضرور۔

(۶۹) احکام الٰہی کی بے وقعتی بے دینی ہے :

فرمایا کہ بعض اصول فطرت پرستاں (نیچری) یہ ہیں : (۱) حب جاہ و مال دین کو ضائع کر کے۔ (۲) متمدن قوموں کی باتوں کو تعلیم کرنا بمقابلہ شریعت کے۔ (۳) سائنس پر ایمان اور اس کی وقعت اور احکام الٰہی کی بے وقعتی۔

چنانچہ بعض مسائل میں کہا کرتے ہیں کہ یہ بات سائنس کے خلاف ہے۔ بعض مقامات میں یہ کیفیت ہے کہ جو شخص داڑھی رکھتا ہے تو اس کے پیچھے مقراض لئے ہوئے پھرا کرتے ہیں اور موقع پر چھوڑتے نہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے تمسخر کیا کہ یہ اعلان کر دیا کہ میرے لڑکے کا عقیقہ ہے۔ دو بکرے منگا کر ذبح کئے اور داڑھی ایک شخص کی کتری اور پھر کھانا دوست احباب کو کھلایا اور کہا کہ یہ داڑھی کا عقیقہ تھا۔

(۷۰) کھوٹے پیسوں کو کھروں میں ملا کر دینا جائز نہیں :

سوال کیا گیا کہ کھوٹے روپے کا یا گھِس روپے کا کمی سے چلانا درست ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ کنڈے دار اور کھوٹے یا گھِس کا چلانا کمی سے درست ہے۔ عرض کیا گیا کہ اور روپیوں میں ملا کر چلانا کیسا ہے؟ فرمایا کہ اطلاع دینا ضروری ہے۔ بعد اطلاع خواہ وہ کمی سے لے لے یا رعایت سے رکھ لے جائز ہے' دھوکا نہ ہو۔ اگر دل میں یہ ہو کہ دکھانے اور اطلاع کرنے سے نہ لے گا اور دوسرے روپوں میں

ملا کر چلایا اور اس نے حسن ظن کی وجہ سے رکھ لیا تو یہ بھی درست نہیں۔ بات صاف کردے۔

(۷۱) مرشد کے پاس کم از کم ۴۰ دن رہے :

عرض کیا گیا کہ مرشد کے پاس کم از کم کتنی مدت رہنا چاہئے؟ فرمایا کہ بزرگوں نے مختلف مدتیں متعین کی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں دو سال تھے۔ حاجی امداداللہ صاحب کے یہاں چھ ماہ۔ اور یہ اختلاف بوجہ اختلاف زمانہ کے ہوا کہ اب فرصتیں کہاں ہیں۔ میرے یہاں مدت چالیس یوم ہیں۔

(۷۲) متبع سنت ہی کامل ہے :

فرمایا کہ بہت سے فقراء صوفیوں کی صورت بنائے پھرتے ہیں اور میلے کچیلے اور نشہ کے شوقین اور گالیاں بکتے ہوئے جن کو لوگ پہنچا ہوا خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ وضع حق تعالیٰ کو پسند ہوتی تو انبیاءؑ کو ایسی ہی وضع میں بھیجتے اور ان کے ایسے حالات رکھتے۔ معلوم ہوا کہ جس وضع اور حالات میں انبیاء آئے وہی مطلوب ہے' دیگر حالات مطلوب نہیں ہیں۔ مقصود تو آپ ﷺ کی اطاعت ہے۔ جو شخص آپ ﷺ کا پابند ہو وہی کامل ہو سکتا ہے۔ اب دوکاندار پیروں نے عجیب عجیب جال پھیلا رکھے ہیں۔ عوام ہیں کہ ایسوں کے فوراً معتقد ہو جاتے ہیں۔

(۷۳) شادی نہایت آسان چیز ہے :

شادی کے متعلق فرمایا کہ جو کام نہایت ہی سہل تھا اس کو لوگوں نے سخت دشوار بنا دیا' وہ کیا ہے شادی۔ صحابہؓ کے وقت میں ایسی خیال کی جاتی تھی جیسے اور کھانے پینے کی باتیں ہیں۔ دیکھئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا نکاح ہوا اور

حضور ﷺ تک کو خبر نہ ہوئی۔ حضور ﷺ نے کپڑے پر زرد داغ دیکھ کر پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اِنِّی تَزَوَّجْتُ الخ۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ تک کو خبر نہیں کرتے تھے۔ نکاح ایسی سستی چیز ہے کہ کچھ بھی نہیں لگتا۔ صرف ایجاب و قبول دو شخصوں کی موجودگی میں ہوتا ہے اور مہر بھی اس وقت ادا کرنا ضروری نہیں۔ کھانے پینے اور دیگر امور میں تو بالفعل اخراجات کی حاجت پڑتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جب یہاں بعض شادیوں میں رسومات ملتوی کیں تو لوگ میرے بھائی منشی اکبر علی صاحب کے روبرو میرے شاکی ہوئے کہ مولوی صاحب بہت سختی کرتے ہیں۔ اس میں کیا خرابی ہے۔ کھانا وغیرہ ہوتا ہے' اس میں کون سی قباحت ہے۔ میرے بھائی ہیں عاقل۔ انہوں نے کہا کہ ہماری مثال اور مانع کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک فوٹو دیوار پر چسپاں ہے مگر دو شخص تو کروٹ سے دیکھ رہے ہوں اور ایک شخص بالکل سامنے سے۔ ظاہر ہے کہ سامنے والا جیسا اس کے سراپا کو دیکھ سکتا ہے کروٹ والے نہیں دیکھ سکتے۔ تو ایسے ہی ہمیں خرابی پورے طور سے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ واقف کار ماہر دین پر ظاہر ہو سکتی ہے۔ اس لئے انہی کی بات عقلاً بھی ماننے کے قابل ہے۔

(۷۴) حضرت حکیم الامتؒ کو تائید نبوی ﷺ حاصل تھی :

فرمایا کہ اصلاح الرسوم میں جو تفصیل رسومات کے بارے میں ہے تو مجھ کو رسومات زمانہ کا پورا علم کیسے ہو سکتا تھا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ میرے پیر بہنوں میں ایک زیادہ سن والی بی بی تھیں۔ انہوں نے یہ سب تفصیل لکھوائی ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص صالح نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مجمع میں تشریف رکھتے ہیں اور آپ سے ان مسائل کے باب میں سوال کیا گیا تو حضور ﷺ نے

باواز بلند فرمایا کہ اشرف علی نے جو کچھ لکھا ہے سب ٹھیک ہے۔ اور آہستہ سے یہ فرمایا کہ اشرف علی سے کہئے گا کہ ان باتوں کے لئے یہ وقت مناسب نہیں۔ پھر فرمایا کہ میں سمجھا کہ زور سے فرمانا موافق حکم شرعی ہونے میں نص ہے اور آہستہ فرمانا قرینہ ہے۔ اس کے مشورہ ہونے کا اور یہ خواب اس وقت کا ہے جبکہ بعض تصانیف پر کہ منجملہ ان کے اصلاح الرسوم بھی ہے۔ لوگوں میں شورش پھیل رہی تھی۔

(۷۵) نزع میں شدت و سہولت کا تعلق قوت مزاج سے ہے :

عرض کیا گیا کیا نزع ہر شخص کو زیادہ ہوتا ہے؟ فرمایا کہ نہیں ' بلکہ یہ قوت مزاج و طبیعت و شدت تعلق روح مع الجسد پر مبنی ہے۔ جو قوی لوگ ہیں ان کو شدت ہوتی ہے۔ ضعفاء کو اس قدر نہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سختی ہوئی۔ چونکہ آپ قوی المزاج بھی تھے اور بوجہ شفقت کے امت کے ساتھ تعلق بھی شدید تھا۔ کچھ کافر و مومن کی اس میں تخصیص نہیں کہ جس سے شدت نزع پر مومن پر بدگمانی اور سہولت نزع پر کافر کے کمال کا شبہ ہو۔

(۷۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دیکھنے کی لطیف توجیہ :

فرمایا کہ آئینہ میں صورت جب تک نظر آتی ہے جب تک کہ آنکھ کسی دیکھنے والی کی کھلی ہوئی ہو ' کیونکہ نظر آنے کی حقیقت یہ ہے کہ شعاع آنکھ سے نکل کر آئینہ پر پڑ کر پھر رائی کی طرف لوٹتی ہے۔ اس لئے صورت نظر پڑتی ہے جب نگاہ نہ کی تو شعاع نہ نکلی تو پھر نظر آنے کا کوئی سبب نہیں۔ غرض آئینہ میں جو نظر آتا ہے وہ کوئی مبائن چیز نہیں ' بلکہ اس چہرے پر نگاہ لوٹ کر پڑتی ہے۔ جب مرئی سے اپنی شعاعوں کا تعلق علت ہے رویت کی۔ پس اگر کسی شخص کو یہ قوت حاصل ہو کہ سیدھی شعاعوں کو مقوس کر سکے تو اس کو پیچھے سے بھی مثل سامنے کے نظر

آئے گا۔ چنانچہ صوفیہ کے بعض اشغال میں سر نظر آنے لگتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ پیچھے سے بھی دیکھتے تھے اور اس کی وجہ میں بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کے پیچھے سر میں دو سوراخ تھے' ان سے نظر آتا تھا۔ تو اس کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ممکن ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شعاعوں کے مقوس بنانے کی قوت مرحمت فرمائی تھی۔ جب آپ قصد فرماتے دیکھ لیتے آگے کا قصد فرماتے۔ آگے دیکھ لیتے اور پیچھے کا قصد کرتے۔ پیچھے نظر فرمالیتے۔ ہر شخص میں یہ قوت نہیں اس لئے نظر نہیں آتا اور اس توجیہ کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے نقل فرماتے تھے۔

(۷۷) چھ لاکھ آدم پیدا کرنے کا مطلب :

فرمایا کہ حدیث خلق اللّٰہ سبحانہ ست مائۃ الف آدم۔ (اللہ تعالیٰ نے چھ لاکھ آدمی پیدا کئے) مطلب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی کو عالم شہادت میں ظاہر کرنے چاہتے ہیں تو پہلے اس کی تمہیدات کو پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کا ظہور کرنا چاہا تو آپ سے پہلے چھ لاکھ تمہیدات پیدا کیں۔ ہر ایک کا نام آدمؑ تھا اور وہ لطائف غیبیہ تھے جنس عناصر سے نہیں۔ یہ خلاصہ ہے حضرت مجدد صاحبؒ کی تحقیق کا۔

(۷۸) انسان روح کا نام ہے جسم کا نہیں :

حضرت مولانا مد ظلہم کی ایک عزیزہ عرصہ آٹھ ماہ سے بعارضہ دق مبتلا تھیں اور بندے نے بھی علاج کیا تھا۔ ان کے انتقال پر بعضے لوگ بعض ورثاء کا انتظار کرنے کو تیار تھے۔ حضرت مولانا نے تاکیداً ارشاد فرمایا کہ موافق شریعت کے دفن میں جلدی کرنی چاہئے اور فرمایا کہ انتظار کسی کا اس لئے کیا جاتا ہے کہ وہ آکر دیکھے لیکن وہ کس چیز کو دیکھے گا کہ مریضہ تو یہاں سے رخصت ہوگئیں۔ وہ یہاں کہاں

ہیں، ان کا تو ڈھانچہ رہ گیا ہے اور یہ قالب مغائر ہے اس شخص کی حقیقت کا جب وہ شخص یہاں نہیں تو غیر چیز کے دیکھنے کے لئے انتظار کرنا محض عبث ہے۔ چنانچہ انتظار ملتوی کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ شریعت نے حقائق پر نظر رکھی ہے۔ انسان جس کا نام ہے جب وہ نہ رہا تو قالب کو رکھنے سے کیا فائدہ؟ انسان حقیقت میں روح ہے نہ جسم۔ جسم روح کو اٹھائے ہوئے ہے، جیسے پالکی گاڑی میں کوئی سوار ہو، اسی طرح جسم حامل روح ہے۔ جس چیز کو انسان انا کہتا ہے وہ روح ہے نہ جسم۔

رسول اللہ ﷺ کا امور دنیا میں مشغول ہونا توجہ الی الحق سے مانع نہیں

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا امور دنیا میں مشغول ہونا مانع توجہ الی الحق نہیں ہوتا۔ کیونکہ رسول جو افعال بھی کرتے ہیں حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ اس لئے ہر موقع میں یہی خیال ہوگا کہ جو فعل بھی ہو حکم کے موافق ہو اس لئے ہر وقت استحضار رہے گا۔

(۸۰) انبیاء علیہم السلام کا بکریاں پالنا تربیت کے لئے ہے :

فرمایا کہ انبیاء کے بکریاں پالنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کو سخت اور نرم مزاج لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ جس میں نہایت تحمل کی حاجت ہے۔ اس لئے انبیاءؑ پہلے سے تحمل کے عادی بنائے جاتے ہیں کہ بکریاں پالنے کا حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ بکریوں میں ہر قسم کی بکریاں ہوتی ہیں۔ وہ مختلف جوانب میں پھیل جاتی ہیں اور چرواہا تحمل کر کرکے ان کو جمع کرتا اور بٹورتا ہے اور ان کی اذیت کا متحمل ہوجاتا ہے۔ اسی طرح لوگ انبیاء سے بھاگتے ہیں اور تکالیف دیتے ہیں اور انبیاءؑ ان کو تحمل کے ساتھ اپنی طرف لاتے ہیں اور نیز بکریوں میں مسکنت کا مضمون ہے ان کے پالنے والے میں بھی مسکنت پیدا ہوجاتی ہے۔ جس طرح اونٹوں میں رہنے کا یہ اثر

ہے کہ اس کے نگہبان سخت مزاج ہوتے ہیں۔

(۸۱) تصور شیخ دفع خطرات کے لئے تعلیم کیا جاتا ہے :

فرمایا کہ تصور شیخ کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ شیخ کا خیال اس عقیدہ سے کرنا کہ شیخ کا تصور واسطہ ہے قبول عبادت کا۔ جس طرح بعضے لوگ اس کی صورت جسیمہ کو بھی اسی طرح کا واسطہ بناتے ہیں۔ بہت لوگوں کو یہ دیکھا ہے کہ اہتمام کر کے نماز یا وظیفہ ایسی جگہ پڑھتے ہیں جہاں شیخ آگے بیٹھا ہو یا خدا کو بصورت شیخ سمجھنا سو یہ تصور تو شرک ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شیخ کا خیال باندھنا اس قصد سے کہ شیخ کے واردات اس کے واردات ہو جائیں' یہ مباح ہے اور یہی تصور مستقل شغل ہے۔ صوفیہ کے نزدیک اسی کو رابطہ کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میری طبیعت اس سے نفور ہے اور وہ نفرت ایسی ہے جیسے بعض کو اوجھڑی سے نفرت ہوتی ہے۔ جس کو کراہت طبعی سمجھئے اور وجہ نفرت یہ ہے کہ اس تصور میں بالکل مستغرق ہو جانا پڑتا ہے تو اس سے طبیعت منقبض ہو جاتی ہے کہ مخلوق کی طرف ایسی توجہ مستغرق ہو جس کے ساتھ دوسری توجہ جمع نہ ہو سکے۔ ایسی توجہ خاص حق ہے اللہ تعالیٰ کا۔ تیسری صورت ہمارے حضرت کے یہاں تھی (یعنی حاجی امداد اللہ صاحب" مہاجر مکی) وہ یہ کہ اس تصور کو عبادت نہ سمجھے نہ واسطہ جانے' بلکہ تصور صرف خیال جمع کرنے کے لئے ہو کہ جس سے دفع خطرات ہو جائے اور جب خطرات دفع ہو جائیں پھر اس کو ترک کر دے اور اس میں شیخ ہی کی تخصیص نہیں۔ جس چیز کے بھی تصور سے یہ بات حاصل ہوتی اسی کا تصور کافی ہے۔ مگر جس سے تعلق محبت والفت کا ہوتا ہے اس کا تصور دوسرے تصورات کے دفع میں حساً زیادہ نافع ہوتا ہے۔ سو چونکہ شیخ سے ایک خاص قسم کا علاقہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا

تصور اس غرض کے زیادہ مناسب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شیوخ کا معمول تھا کہ جب کوئی ان شیخ کے پاس بیعت ہونے جاتا تھا تو شیخ اس سے پوچھتے تھے کہ کسی پر عاشق بھی ہو۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ عاشق کا خیال ایک ہی جانب ہوتا ہے۔ اس لئے توجہ الی اللہ کرنے کے لئے صرف ایک خیال دفع کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ وہ شیخ کی ذرا سی توجہ سے دفع ہو کر توجہ الی اللہ سے مبدل ہو جاتا ہے۔ اگر خیالات بہت سے ہوں تو اس میں زیادہ مشقت اٹھانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ بعض شیوخ نے بھینس تک کا عشق مرید کو بتلایا۔ البتہ عشق ناجائز کی تعلیم کے لئے اجازت نہیں۔ بعض لوگ تصور شیخ کی بابت معترض ہوتے ہیں۔ مگر ان کو تفصیل معلوم نہیں اور نہ اس کا اندازہ ہے کہ جائز قسم میں کیا حکمت ہے۔ بات یہ ہے کہ :

در نیابد حال پختہ ہیچ خام

شیخ جو بات مناسب مرید کے دیکھتا ہے اس پر عمل کراتا ہے اور اگر شبہ ہو کہ دفع خطرات جب ہر تصور سے ہو سکتا ہے تو حق تعالیٰ ہی کا تصور کیوں نہ کیا جائے۔ جواب یہ ہے کہ اللہ میاں چونکہ غائب ہیں ان کا تصور بعض کو جمتا کم ہے۔ اس لئے دفع خیالات کے لئے موثر کم ہوتا ہے۔ اور اگر کسی شخص کو ایسا ہو کہ صرف اللہ میاں کا تصور دافع خیالات ہو سکے تو اس شخص کو کوئی حاجت تصور شیخ کی نہیں۔

(۸۲) بیماری وغیرہ کے لئے عملوں کے موثر نہ ہونے کی تحقیق :

فرمایا کہ بعض عمل جو لوگ بیماری وغیرہ کے لئے کرتے ہیں ان میں جو آیات ہیں اس کے موثر نہ ہونے کی وجہ باوجودیکہ کلام حق موثر ہونا چاہئے یہ ہے کہ ان کا اثر جو شریعت میں موعود ہے وہ بلاشبہ یقینی ہے اور وہ آخرت کا ثواب ہے اور جو آثار ان کے ہم نے مثل بیماری وغیرہ کے دافع ہونے کے تجویز کر رکھے ہیں جن کا

وعدہ نہیں ہے وہ یقینی نہیں ہیں' نہ کلام اللہ وغیرہ اس لئے اترا ہے۔ یہ جدا بات ہے کہ کبھی یہ اثر بھی مرتب ہو جائے۔ مگر یقینی نہیں' نہ اس کا وعدہ ہے اور جو ان میں آیات نہیں ہیں ان میں جواب ہی کی حاجت نہیں ہے۔ ان کے کسی قسم کے اثر کی کوئی دلیل یقینی نہیں۔

(۸۳) مہمان کو کسی قدر کھانا برتن میں چھوڑ دینا چاہئے :

فرمایا کہ بعد کھانا کھا لینے کے برتن صاف کرنے کی بابت جو مسنون طریقہ مشہور ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ پیالہ صاف کرلینا چاہئے اس کے متعلق ایک تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ یہ اپنے گھر کے لئے ہے اور اگر مہمان ہو تو بہتر یہ ہے کہ کسی قدر کھانا برتن میں چھوڑ دے۔ تاکہ میزبان یہ نہ سمجھے کہ مہمان نے پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور اس کا دل برا ہو۔ کیونکہ اگر کسی قدر کھانا بھی برتن میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو میزبان سمجھتا ہے کہ مہمان بھوکا نہیں رہا۔ پھر فرمایا کہ لوگوں نے معاشرت کے بارے میں غور کرنا چھوڑ دیا۔ شریعت نے طرز معاشرت بھی نہایت مکمل بتایا ہے جن پر عمل کرنے کا ایک سہل طریقہ یہ ہے کہ تھوڑا وقت اس لئے معین کرلے جس میں غور کیا کرے کہ مجھ سے کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچتی۔ دوم اس میں غور کیا کرے کہ جو معاملہ میں لوگوں سے کرتا ہوں اگر کوئی میرے ساتھ کرے تو میرا کیا حال ہو۔ اگر اپنے اوپر ناگوار ہوتا ہو تو یہ سمجھے کہ دوسرے کو بھی ناگوار ہوگا۔ اس لئے ایسے امور کو چھوڑ دے۔ جب کوئی اس طرح سوچنے اور خیال رکھنے کی عادت ڈالے گا تو عقل کو آئندہ ایسے امور کے دریافت کرنے میں رسائی ہوتی جائے گی' پھر غلطی کم ہوگی۔

(۸۴) تلاوت کی کیسٹ کو بے وضو چھونا جائز ہے :

سوال آیا تھا کہ گراموفون کی جس پلیٹ میں کلام اللہ بھرا ہوا ہو اس کا بے وضو چھونا درست ہے یا نہیں؟ مولانا نے تحریر فرمایا کہ اگر اس کے نقوش ممتاز ہوں کہ ان کو صرف دیکھ کر معلوم ہو سکے کہ یہ فلاں آیت ہے تو بوجہ اس کے دال علی الحروف القرآنیہ ہونے کے اس کا حکم مثل مصحف کے ہے اور اس کا بے وضو چھونا جائز نہیں ہوگا۔ یا اب ایسی صورت نہ ہو لیکن آئندہ زمانے کی ایجاد میں ایسا ہو جائے کہ ایسا امتیاز ہونے لگے تو اس وقت درست نہ ہوگا۔ اور اگر نقوش میں ایسا امتیاز نہیں تو ان کی مثال حافظ کے دماغ جیسی ہوگی جس میں کلام اللہ منقش ہے۔ جس طرح اس کے دماغ کو چھونا جائز ہے ایسے ہی اس کا چھونا بھی درست ہوگا۔

(۸۵) حضرت موسیٰؑ کو نظر آنے والا نور مخلوق بلا واسطہ تھا :

آبہہ میں یہ سوال کیا گیا کہ وادی ایمن میں موسیٰؑ کو جو نور نظر آیا وہ اگر نور مخلوق نہ تھا تو رویت میسر ہو گئی تھی۔ پھر رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ کی درخواست کی کیا وجہ، اور اگر نور مخلوق تھا تو موسیٰ علیہ السلام میں اور ہم میں کہ دوسرے انوار مخلوقہ کو مثل نور شمس و قمر دیکھتے ہیں کیا فرق ہوا۔ جواب دیا کہ وہ نور غیر مخلوق نہ تھا مخلوق تھا۔ مگر چونکہ مخلوق بلا واسطہ تھا اس لئے اس کو بہ نسبت دوسرے انوار کے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ تلبس و تعلق تھا کہ اس تلبس زائد سے اس کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا یعنی ایک معنی میں نور حق کہنا بھی صحیح ہے۔ جیسے کلام لفظی کہ ماتریدیہ کے نزدیک گو مخلوق ہے مگر اس خاص تلبس کی وجہ سے اس کو کلام اللہ کہنا صحیح ہے۔ بخلاف کلام زید و عمرو کے کہ اس کو کلام اللہ کہنا جائز نہیں۔ پس سب اشکالات رفع ہو گئے۔

(۸۶) ناپاک کلوخ سے دوبارہ استنجاء کرنا جائز نہیں :

ایک شخص نے سوال کیا کہ کلوخ سے جب استنجا کیا تو وہ ایک ہی دو قطرے لگنے سے ناپاک ہو گیا تو اس کے بعد ناپاک کلوخ سے استنجا لازم آیا اور وہ بہ تصریح فقہاء ممنوع ہے؟ جواب دیا کہ مجلس واحد جامع اشتات ہے اخیر تک کی تطہر حکم میں تطہیر واحد کے ہے۔ اس لئے مجموع کے بعد وہ حکم کراہتہ استنجا بالنجس کے ظاہر ہو گا۔ یعنی دوسری مجلس میں اس کا استعمال جائز نہ ہو گا۔

(۸۷) نماز' تلاوت اور ذکر کے درجات میں تفاوت ہے :

ایک مجلس میں اس کا نکتہ بیان کیا کہ پارہَ اکیس کی پہلی آیت میں تلاوت اور صلوۃ کو تو بصیغہ امر فرمایا اور ان کی کوئی فضیلت بیان نہیں فرمائی اور ذکر کو بعنوان فضیلت ذکر فرمایا اور اس کا امر نہیں فرمایا۔ نکتہ یہ ہے کہ تلاوت اور صلوۃ تو فرض ہے۔ گو اتنا فرق ہے کہ صلوۃ فرض عین ہے اور تلاوت قرآن فرض کفایہ۔ کیونکہ اصل فرض قرآن کا محفوظ کر لینا ہے جو مجموعہ امت پر فرض ہے اور وہ موقوف ہے تلاوت پر۔ اس لئے وہ بھی اسی طرح پر فرض ہوگی اور بعد ضرورت ظاہر ہونے کے بیان فضیلت کی ضرورت نہیں۔ اس کے ایقاع کے لئے بیان ضرورت ہی کافی ہے بخلاف ذکر کے کہ ماسوائے قرآن اور اذکار صلوۃ کے اور بقیہ اذکار بالمعنی المتبادر للذکر فرض نہیں۔ اس لئے صیغہ امر کا تو فرمایا نہیں' لیکن فضائل اس لئے بیان کئے کہ غیر ضروری ہونے پر نظر کرنا سبب ترک نہ ہو جائے۔ کیونکہ استماع فضائل سبب ہو جائے گا فعل کا۔

(۸۸) نذر معلق کی ناپسندیدگی عارض کی وجہ سے ہے :

اس سوال کے جواب میں (کہ احادیث سے نذر کی عدم پسندیدگی معلوم ہوتی

ہے اور نصوص فضائل وفائے نذر سے اس کا اطاعت ہونا معلوم ہوتا ہے خصوص بعد انضمام لا نذر فی معصیت کے) فرمایا کہ ردالمحتار میں نقل کیا ہے کہ یہ ناپسندیدگی نذر معلق کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ اس کی تعلیل فَاِنَّ النذر لا یرد من القدر شیئًا اس کی صاف دلیل ہے۔ جب اس سے مطلق نذر کا طاعت ہونا لازم نہیں آتا پھر نذر معلق میں بھی عدم پسندیدگی عارض کی وجہ سے ہے۔ اس سے نفس نذر کے طاعت ہونے میں کوئی قدح نہیں ہوتا۔

(۸۹) رؤیت ہلال میں تار کی خبر معتبر نہیں :

درباب رؤیت ہلال تار کی خبر مقبول نہ ہونے پر اس سوال کے جواب میں (کہ تار پر لاکھوں روپیہ کا کاروبار ہوتا ہے۔ اگر وہ معتبر نہ ہوتا تو اس پر ایسا اعتماد کیوں ہوتا) فرمایا کہ سیشن کے مقدمہ میں شہادت یا حکم سزا بذریعہ تار صحیح کیوں نہیں؟ کیا دین کی قیمت نفس سے بھی کم ہے۔ پس اموال کے ابتذال سے نفس اور دین کا ابتذال لازم نہیں آتا۔

(۹۰) کلالہ کی آیتوں میں تفسیری نکتہ :

قرآن مجید میں دو آیت فرائض کے متعلق جس میں کلالہ کا حکم مذکور ہے ایک عجیب نکتہ بیان کیا۔ ایک آیت یہ ہے: وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ۔ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ (الآیۃ) دوسری آیت یہ ہے: اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ۔ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ۔ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ

مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔

سب کا اجماع ہے کہ پہلی آیت میں اخوۃ واخوات اخیافیہ کا حکم مذکور ہے اور دوسری میں اعیانیہ وعلاتیہ کا اور دلیل اس کی ہمارے لئے اجماع ہے اور اہل اجماع کے لئے پہلی آیت میں قراءت بزیادہ مِنْ اُمٍ ہے۔ نکتہ یہ بیان کیا گیا کہ غور کرنے سے خود قرآن میں بھی اس کا قوی اور قریب قرینہ ہے۔ وہ یہ کہ پہلی آیت سے کچھ اوپر سہام ابوین کے مذکور ہوئے ہیں۔ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ۔ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ۔ فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (الآیہ) پس اس میں ماں کو ہر حالت میں ذی فرض فرمایا ہے اور فرض دو قسم کا ہے: سدس اور ثلث اور باپ کو ایک حالت میں ذی فرض اور ایک حالت میں عصبہ فرمایا ہے۔ آگے آیات کلالہ میں بھی ایک جگہ اخوۃ واخوات کو ہر حال میں ذی فرض قرار دیا ہے۔ سدساً وثلثاً اور یہی حالت تھی ان کی تو یہ قرینہ اس کا ہے کہ یہ من الام ہیں کہ ان کا حکم مستفاد ہوا ماں سے اور دوسری جگہ اخوۃ اور اخوات کو بعض حالات میں ذی فرض اور بعض حالات میں عصبہ قرار دیا ہے۔ اور یہی حالت تھی باپ کی اور یہ قرینہ ہے اس کا کہ یہ اخوۃ واخوات باپ میں تو ضرور شریک ہیں خواہ مع الاشتراک فی الام خواہ بدونہ۔

(۹۱) مراقبہ موت پر دوام نہ کرے :

مراقبہ موت کا ایسا شخص ہر روز نہ کرے جس پر اس کے دوام سے یہ اثر ہو کہ وہ ایک معمولی بات ہوجائے۔ اس کی تائید حدیث لا تجعلوا بیوتکم قبورًا سے ایک خاص تفسیر پر ہوتی ہے کہ گھروں میں قبریں نہ بناؤ کہ اس سے قلب پر تذکر موت کا خاص اثر نہیں رہتا اور چونکہ اس تفسیر کو کسی نے رد نہیں کیا

اس لئے اس مضمون کا فی نفسہ صحیح ہونا ثابت ہوگیا۔ اور اس کی مثال طبیات میں ایسی ہے کہ کشتہ یا اور کوئی دوائے حار و قوی پر اگر دوام کیا جائے اثر نہیں کرتا۔ اور ایسے شخص پر دوسری دوا تو اثر کرتی ہی نہیں۔ مگر یہ ان مراقبات میں ہے جو مقصود نہ ہوں بلکہ واسطہ مقصود ہوں۔ جس طرح دوا کہ مقصود نہیں ہوتی اور مراقبہ موت بھی ایسا ہی ہے کہ واسطہ ہے مقصود کا یعنی ذکر آخرت کا اور عجب نہیں اکثروا فرمانا اور دَوِامُوانہ فرمانا اسی سبب سے ہو۔ بہ خلاف ان مراقبات کے جو خود مقصود ہوں۔ جیسا کہ مراقبہ حق تعالیٰ کے کمالات اور انعامات کا وہ مثل غذا کے ہیں جن پر دوام مقصود ہے۔

(۹۲) ایک آیت کی صحیح تفسیر :

اَجَعَلَ الالِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا سے بعض غلاۃ فی التوحید نے اپنی توحید مزعوم پر استدلال کیا ہے کہ کفار اہل لسان کے اس انکار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صاحب وحی کا دعویٰ سب آلہہ کو الہ واحد کے ساتھ متحد قرار دینے کا تھا۔ جواب یہ ہے کہ یہ جعل تصییر کے لئے نہیں کہ مفید مدعائے مذکور ہو بلکہ اس کا حاصل مفعول اول کا ابطال اور مفعول ثانی کا اثبات ہے۔ اس محاورے کی نظیر حدیث ہے:

من جعل الهموم هما واحدًا هم الاخرة كفاه اللّٰه همومه كلها۔

ظاہر ہے کہ حدیث میں اتحاد ہموم کا ہم واحد کے ساتھ مقصود نہیں بلکہ ہموم دنیویہ کی نفی اور ہم آخرت کا اثبات مقصود ہے۔

(۹۳) طعام اہل نار شجرۃ الزقوم ہے :

ایک عالم ہندی مولدا و مکی مسکناً نے سوال کیا کہ مکہ مکرمہ میں برشومی کھائی جاتی ہے جو کہ زقوم ہے اور قرآن مجید میں اس کو طعام کفار فرمایا ہے'

جس سے اس کا غیر قابل اکل ہونا معلوم ہوتا ہے ' ورنہ تعذیب ہی کیا ہوئی؟ جواب دیا گیا کہ ماکول ثمرۃ الزقوم ہے اور طعام اہل نار شجرۃ الزقوم ہے۔ چنانچہ مصرح ہے۔ اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْم۔

(۹۴) فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ کی تفسیر :

ایک صاحب علم نے سوال کیا کہ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ الى خَرَّ مُوْسٰى سے معلوم ہوتا ہے کہ خرور بعد تجلی کے ہوا۔ پس رویت ثابت ہوئی۔ پھر لَنْ تَرَانِی کے کیا معنی؟ جواب یہ دیا کہ یہ تقدم زمانی نہیں تقدم ذاتی ہے۔ پس تجلی اور خرور میں کوئی زمانہ نہیں ہوا جس میں رویت ہو۔

(۹۵) صدقات واجبہ کے علاوہ بھی مال میں مستحقین کا حق ہے :

حدیث میں اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقًّا سوی الزکوۃ کے دعوے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استشہاد آتی المَالَ الخ سے مروی ہے۔ اس کے ضمن میں ایک بار بیان کیا گیا کہ یہ اضحیہ و صدقہ فطر کے بھی علاوہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اضحیہ میں تو کسی کو ایتاء ہی ضروری نہیں اور صدقہ فطر میں ایتاء کا جواز عام نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ہاشمی ذوالقربٰی کو دینا چاہے درست نہیں اور فضیلت ایتاء کی قرآن شریف میں عام ہے ہر موہن کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حقوق غیر موظفہ ہیں۔ یہ مضمون امداد مجروحین ترک کی تائید میں بیان کیا گیا تھا۔

(۹۶) بیع باطل سے بچنے کی صورت :

جو لوگ انبہ وغیرہ کی بیع باطل قبل پھل آنے کے کرتے ہیں جس کا فساد آئندہ کے خریداروں تک بھی پہنچتا ہے کیونکہ سب کو خریدنا حرام ہو جاتا ہے اس کی ایک اصلاح ایسی سہل بتلائی کہ کچھ بھی دشوار نہیں۔ وہ یہ کہ جب پھل خوب

آجائیں پھر وہ متعاقدین زبانی اس عقد کی اسی ثمن پر تجدید کرلیا کریں تو بائع کو ثمن اور مشتری اول کو اور اسی طرح دوسرے خریداروں کو بھی پھل حلال ہوجائیں۔ گو متعاقدین پر اول بار کے عقد باطل کی معصیت رہے لیکن ان مفاسد سے تو نجات ہوجائے۔

(۹۷) روپے کے لین دین میں کمی بیشی جائز نہیں :

کمی بیشی نوٹ کے متعلق یہ شبہ کیا گیا کہ جب بدلین ہم جنس نہ ہوں تو کمی بیشی جائز ہونا چاہئے۔ جواب دیا کہ یہ بیع نہیں ہے جو نوٹ کو بدل قرار دیا جائے۔ بلکہ حقیقت اس کی حوالہ ہے اور نوٹ اس کی سند ہے۔ پس بدلین روپیہ کے سوا کچھ نہیں۔

(۹۸) بدعتی کی مدارات جائز ہے :

ایک صاحب علم نے سوال کیا کہ حدیث میں من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام آیا ہے۔ اور اکثر مبتدعین اہل جاہ کی توقیر کرنی پڑتی ہے۔ جواب دیا کہ یہ توقیر نہیں ہے بلکہ مدارات ہے جس میں دینی مصلحت ہے یا دنیوی مفسدہ کا دفع ہے۔ حدیث میں حضور ﷺ کا ایک شخص کی نسبت بئس اخو العشیرة فرمانا اور پھر حاضری کے وقت الان لہ القول کی حکایت اور حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں ان من اشر الناس من ترکه الناس اتقاء فحشه فرمانا اس کی دلیل ہے۔

(۹۹) وسوسہ باعث غم نہیں ہونا چاہئے :

وسوسہ میں غم کرنا خلاف شرع ہے کہ حدیث میں تسلیہ بلکہ بشارت مصرح ہے۔

(۱۰۰) طریق صحیح پر چلنے کا تعین بھی بہت بڑی راحت ہے :

أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ کا نعمت عاجلہ ہونا نہایت پاکیزہ مثال سے بیان کیا گیا کہ اگر کوئی پشاور کا جانے والا کلکتہ کی گاڑی میں بیٹھ جائے اور اس کو معلوم ہو جائے تو کیسی کچھ پریشانی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ہنوز مقصود پر نہ پہنچا ہو مگر طریق صحیح پر چلنے کا یقین بھی بہت بڑی راحت و نعمت ہے۔

(۱۰۱) قاب قوسین کی توجیہ :

قاب قوسین کی توجیہ جو بعض نے قابا قوس کے ساتھ کی ہے اس کی مثال ہماری زبان میں یہ ہے کہ طالب علموں نے پڑھا کہ الفاظ میں تو مضاف الیہ یعنی علم کی جمع بنائی گئی مگر مقصود مضاف کی جمع ہے۔ گویا مجموعہ مضاف و مضاف الیہ کو مفہوم واحد قرار دے کر اس کی جمع بنائی گئی۔ اسی طرح سے قاب قوسین کو سمجھ لیا جائے۔

○ مجادلات معدلت ○

(حصہ سوم)

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں جسد عنصری کے ساتھ معراج ہوئی

بر سبیل وعظ فرمایا کہ ایک صاحب نے رام پور میں مجھ سے دریافت کیا کہ معراج کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا جناب رائے تو کسی اہل رائے سے پوچھئے۔ ہاں یوں کہئے کہ تمہارا اس باب میں مذہب کیا ہے۔ چنانچہ میرا مذہب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری میں اس جسم کے ساتھ معراج ہوئی۔ اس پر ان صاحب نے کہا کہ ایسا تو کبھی ہوا نہیں۔ میں نے کہا کہ اگر اس کی کوئی نظیر ہوتی تو اس نظیر کے ماننے کے لئے بھی آپ کی رائے کے موافق کسی نظیر کی ضرورت ہوتی۔ پھر اگر کہیں اس کی انتہا نہ ہو تو تسلسل لازم آئے گا اور اگر انتہا ہو جائے تو وہ مرتبہ ایسا ضرور ہو گا کہ جس میں نظیر کی ضرورت نہ ہو گی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ معراج ہی کو آپ ایسا سمجھ لیجئے۔

۲- کافر کے لئے ابدی عذاب میں کوئی ظلم نہیں :

بر سبیل وعظ فرمایا کہ کافر کو جو ابدی عذاب ہے اس میں کوئی ظلم نہیں، کیونکہ کافر اللہ تعالیٰ کی ہر ہر صفت کے حقوق کو ضائع کرتا ہے اور اس کی صفات لامتناہی ہیں اور خود ہر صفت کے حقوق بھی غیر متناہی ہیں۔ تو چاہئے تو یہ تھا کہ ہر

صفت کے انکار پر لامتناہی سزا ہوتی اور پھر ہر صفت کے حقوق پر اسی طرح غیر متناہی سزا ہوتی' پھر زیادتی کہاں ہوئی؟ بلکہ ایک معنی کر کے کمی ہے۔ بغاوت کی سزا قید دائمی ہی ہوتی ہے جس قسم کا دوام حکام ظاہری کے اختیار میں ہے یعنی تاحیات وہ اپنے باغیوں کے لئے مقرر کرتے ہیں اور جس قسم کا دوام احکم الحاکمین کے اختیار میں ہے یعنی ابدی وہ اپنے باغیوں کے واسطے تجویز فرمائیں گے۔ اس میں ظلم اور زیادتی کچھ بھی نہیں بلکہ عین عدل ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کافر کا عزم تو یہی ہوتا ہے کہ خواہ کتنی ہی عمر ہو وہ کفر ہی پر رہے گا' یہاں تک کہ اگر ہمیشہ بھی زندہ رہے تو کافر ہی رہے گا۔ لہٰذا اس کے اس عزم موبد پر عذاب موبد دیا جائے گا۔

۳- ہدیہ ملنے کا وسوسہ اشراف نفس میں داخل نہیں :

ہدایا کے بارے میں ایک بار فرمایا کہ ایک بزرگ عالم صاحب ارشاد نے مجھ سے ایک اشکال پیش کیا کہ یہ تو ثابت ہے کہ ہدایا کی کسی کو نگرانی اور انتظار ہو تو لینا خلاف سنت ہے۔ آخر جو لوگ ہمیشہ پیش کرتے رہتے ہیں وہ جب آتے ہیں تو قلب میں خیال تو ضرور ہوتا ہے کہ یہ پیش کریں گے۔ پھر اس انتظار کے ساتھ اس کا قبول کرنا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ میں نے (یعنی ہمارے حضرت مولاناؒ نے خود) عرض کیا کہ جناب انتظار تو یہ ہے کہ توقع کے پورا نہ ہونے کی صورت میں افسوس اور دل میں شکایت پیدا ہو۔ نرا خیال اور احتمال انتظار نہیں ہو سکتا۔ پس دیکھنا یہ چاہیئے کہ آیا اگر وہ شخص جس سے توقع ہے کچھ نہ دے تو کوئی افسوس یا ملال ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو تو انتظار مانع قبول ہدیہ ہے۔ ورنہ وہ محض وسوسہ اور خیال تھا۔ اس جواب کو سن کر وہ بزرگ بہت خوش ہوئے اور بہت ہی دعائیں دیتے رہے۔

۴۔ معصیت معاصی کی نحوست سے آتی ہے :

ایک بار عرض کیا گیا کہ لوگ جو بعض گھوڑوں وغیرہ کو منحوس سمجھتے ہیں اس کی بھی کوئی اصل ہے۔ فرمایا کہ جی کچھ نہیں سب واہیات ہے۔ اس پر تو میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ کسی حبشی کو راہ میں ایک آئینہ پڑا ہوا ملا۔ اٹھا کر دیکھا تو اپنی ہی صورت نظر آئی۔ فوراً پٹک دیا کہ لاحول ولا قوۃ کیسی بھدی سی شکل ہے۔ اسی لئے تو کوئی اس کو یہاں پٹک گیا ہے۔ آئینہ تو صاف شفاف تھا۔ اس کے اندر اس حبشی کو اپنی ہی بری صورت نظر پڑی اور اس آئینہ کا قصور سمجھا۔ اسی طرح ہم لوگوں کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔ مصیبت تو آتی ہے اپنے معاصی کی نحوست سے اور اس کو منسوب کر دیتے ہیں بے گناہ جانوروں کی طرف کہ فلاں گھوڑا ایسا منحوس آیا یا فلاں جانور فلاں وقت بول دیا' اس لئے کام نہ ہوا۔ اس پر عرض کیا گیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شگون بد دل میں کھٹکے تو فلاں دعا پڑھے۔ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید اس میں کچھ اثر ہو اور اس کے ازالہ کے لئے یہ دعا بتلائی گئی ہو۔ فرمایا کہ یہ محض رفع تردد اور حصول اطمینان کے لئے ہے اور اس سے کسی اثر کا اثبات لازم نہیں آتا۔ فال نیک لینے کی جو اجازت ہے تو اس کی بابت استفسار کیا گیا۔ فرمایا کہ وہ بھی موثر نہیں بلکہ فال نیک کا حاصل صرف یہ ہے کہ کوئی اچھی بات پیش آئی اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ گمان نیک رکھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میرا کام ہو جائے گا۔ اور فال بد کو اگر اسی درجے میں کوئی سمجھے تو اس کا حاصل یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ پر بد گمانی رکھے اور اللہ تعالیٰ پر گمان نیک رکھنا بہت اچھا ہے۔ اور بد گمانی ناجائز۔ اس لئے فال نیک کی اجازت ہوئی اور فال بد کی ممانعت۔

۵- اللہ تعالیٰ کو کلام کے لئے کسی آلہ کی ضرورت نہیں :

فرمایا کہ ایک ہندو جو اپنے گروہ میں عابد کہلاتا تھا میرے پاس مع اپنے ایک پنڈت کے آیا اور یہ سوال کیا کہ آپ لوگ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہتے ہیں۔ حالانکہ کلام بے زبان کے ہو نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ کے زبان ہے نہیں۔ پھر اس نے کلام کیسے کیا؟ میں نے جواب دیا کہ ہم کو کلام کے لئے زبان کی ضرورت ہے' لیکن خود زبان کو کلام کرنے کے لئے زبان کی ضرورت نہیں۔ وہ خود اپنی ذات سے کلام کرتی ہے۔ اسی طرح ہم کان سے سنتے ہیں لیکن خود کان اپنی ذات سے سنتا ہے۔ اس کو کسی اور آلہ کی ضرورت نہیں۔ ہم کو دیکھنے کے لئے آنکھ کی حاجت ہے لیکن خود آنکھ کو کسی دوسری آنکھ کی ضرورت نہیں' وہ اپنی ذات سے دیکھتی ہے۔ تو جب زبان اس پر قادر ہے کہ بے زبان کلام کرے تو اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کلام کے لئے کسی آلہ کی ضرورت نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ صفت کلام خود اس کی ذات میں موجود ہے۔ کلام خود اس کی ذات سے بلا زبان صادر ہوتا ہے۔ وہ ہندو اس جواب سے بہت خوش ہوا اور اپنے ہمراہی سے کہا کہ دیکھو اس کو علم کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس سے پہلے کبھی میرے ذہن میں یہ جواب نہیں آیا تھا۔ الحمدللہ اسی وقت منجانب اللہ یہ جواب میرے ذہن میں آیا۔

۶- یہود و نصاریٰ دنیا و آخرت میں مغضوب علیھم ہیں :

عرض کیا گیا کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّالِّیْنَ میں مغضوب سے مراد مغضوب فی الدنیا ہے یا مغضوب فی الآخرت؟ فرمایا کہ دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مغضوب علیہم یہود پر اطلاق فرمایا گیا ہے جن پر دنیا میں بھی غضب کیا گیا ہے مثلاً مسخ وغیرہ۔ عرض کیا گیا کہ پھر ضالین میں بقرینہ مقابلہ غضب فی

الآخرت کی نفی ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جی نہیں کلام مجید میں صفت غالبہ کے اعتبار سے عنوانات اختیار کئے گئے ہیں۔ مغضوب علیہم یہود کے لئے فرمایا گیا ہے۔ ان میں صفت مغضوبیت غالب تھی۔ کیونکہ باوجود علم کے محض شرارت و عناد کی رو سے مخالفت کرتے تھے۔ ایسے لوگ زیادہ مورد غضب ہوتے ہیں۔ اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ ان میں صفت ضلال غالب تھی' کیونکہ عیش پرستی وغیرہ کی وجہ سے دین سے غافل اور بے پروا تھے۔ لہٰذا ضالین میں ان کی صفت ضلال کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ گو مغضوب فی الاخرۃ وہ بھی ہوں گے۔ دوبارہ استفسار پر فرمایا کہ قرینہ ضالین سے تو مغضوب علیہم میں غضب فی الدنیا مراد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ضالین کا ضلال بالمعنی المذکور دنیا میں واقع ہوا تھا۔

۷- دعا اور توجہ متعارف الگ الگ ہیں :

ایک موقع پر اشکال پیش کیا گیا کہ توجہ متعارف کو کاملین اکثر ناپسند فرماتے ہیں۔ حالانکہ دعا میں بھی تو توجہ ہوتی ہے۔ دعا کے بعد جو اثر ہوا اس کو بھی توجہ ہی کا اثر کیوں نہ کہا جائے' کیونکہ آخر دعا میں اس حالت کو جو دوسرے کے واسطے وہ خدا سے مانگ رہا ہے' اس دوسرے کے اندر مثل موجود کے تصور کرتا ہے۔ پھر اس حالت کا در اصل بعد کو موجود ہو جانا قوت خیالیہ پر کیوں نہ محمول کیا جائے۔ مقبولیت دعا ہی کیوں سمجھا جائے؟ فرمایا کہ توجہ کے تو خاص طریقے ہوتے ہیں۔ بغیر اس طرح کئے اثر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ توجہ میں قصد فاعلیت لازمی ہے اور دعا میں یہ مطلق نہیں ہوتا۔ بلکہ خلاف اس کے اپنے آپ کو محض عاجز اور محتاج سمجھ کر خدا تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ آپ فلاں میں یہ حالت پیدا فرمادیں۔ دعا میں تو سرا سر اپنے عجز کا اقرار ہوتا ہے' اس میں قصد فاعلیت کہاں؟ اس لئے دعا کو توجہ متعارف میں

داخل نہیں کرسکتے۔

۸- احکام کی علتیں دریافت کرنا دل میں حق تعالیٰ کی عظمت کم ہونے کی دلیل ہے :

احکام کے علل چھانٹنے کے متعلق مولانا نے فرمایا کہ صاحبو! دین کو لوگوں نے تختہ مشق بنالیا کہ لوگ اپنی رایوں کو احکام میں دخل دیتے ہیں اور ان کی علتیں گھڑتے ہیں اور علماء سے بھی اس طرح سوال کرتے ہیں کہ یہ امر اس طرح کیوں ہے؟ سود لینا کیوں حرام ہے؟ فلاں بات کس لئے منع ہے؟ پھر فرمایا کہ میں نے ایک موقع پر اس کے متعلق یہ بیان کیا تھا کہ یہ بات تو مسلم ہے کہ اگر کسی مکان میں ماہرین علوم جدیدہ بیٹھے ہوں اور انجینئر صاحب آن کر یوں کہیں کہ فوراً اٹھو یہ مکان گرا چاہتا ہے تو کچھ بھی تامل اٹھنے میں نہ کریں گے اور علت نہ پوچھی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ وہ جانتے ہیں کہ وہ ایسے فن سے واقف ہیں جس کو ہم نہیں جانتے۔ اس لئے اس کے حکم کی قدر کی جاتی ہے اور اس لئے اس کے کہنے کے موافق کرنے میں تامل نہیں کرتے۔ نہ علت تلاش کرتے ہیں نہ اس سے علت پوچھتے ہیں' بلکہ حکم کی تعمیل کے واسطے تیار ہو جاتے ہیں۔ یا سول سرجن صاحب آکر کوئی دوا بتائیں تو اس میں کچھ بھی چون و چرا نہیں کرتے۔ جانتے ہیں کہ یہ اس فن کا ماہر ہے۔ سمجھنے کی بات ہے کہ جس فن سے یہ لوگ واقف نہیں اس میں لم اور کیف سے کس لئے دخل دیتے ہیں۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ جناب وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ علماء میں اختلاف ہے' ہم کس کی مانیں کس کی نہیں؟ اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو دوسری بات ہوئی۔ اصل گفتگو تو غیر فن میں دخل دینے پر تھی۔ وہ تو طے ہوگئی۔ یہ اعتراض آپ مستقل طور پر کیجئے۔ تو جواب

اس کا یہ ہے کہ اختلاف کہاں نہیں اور کن دو میں نہیں؟ وکلاء لوگ ایک ہی واقعہ میں ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں۔ اطباء اور ڈاکٹروں میں اختلاف رائے ہوتا ہے، مگر وہاں کوئی نہیں کہتا کہ ان میں اختلاف ہے ہم کس کا علاج کریں۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ جو امر کسی کو کرنا ہوتا ہے اور اس کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اس میں خلاف کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ ایک کو راجح قرار دے کر اس پر عمل کر لیتا ہے۔ چنانچہ صحت جسمانی کی چونکہ قدر ہے، اس میں کسی کے خلاف کی پرواہ نہیں، اس کو برابر کرتے ہیں۔ دین کی پرواہ اور قدر نہیں، اس سے حیلے تلاش کرتے ہیں اور میں نے میرٹھ کے جلسے میں سو جواب کا ایک جواب عرض کیا تھا کہ جن کو قانون شریعت میں شبہات ہیں وہ چالیس یوم کے لئے ہمارے پاس آئیں اور وقتاً فوقتاً بیان کر کے ان کے جوابات ہم سے لیں اور خالی الذہن ہو کر سنیں اور پھر خلوت میں تامل کریں۔ اگر تحقیق حق کا ارادہ ہوا تو ان شاء اللہ شبہات بھی جاتے رہیں گے اور اصلاح بھی ہو جائے گی۔ اور قلب کا علاج بھی ہو جائے گا۔ بات یہ ہے کہ جان جیسی عزیز ہے اگر ایمان بھی ایسا ہی عزیز ہو تو علاج کی فکر کی جائے۔ ایمان کو عزیز نہیں سمجھتے اس کی قدر نہیں۔ اس لئے اس میں ایسے شبہات نکالتے ہیں اور علل ڈھونڈنے کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی کی عظمت مانع ہوتی ہے اس کے احکام کی علت ڈھونڈنے سے۔ اس کی نظیر ایسی سمجھ لیجئے کہ ایک تو کوئی دوست برابر کے مرتبہ کا حکم کرے تو اس کی علت پوچھتے ہیں کہ تم نے یہ حکم کس لئے دیا اور ایک حاکم کی طرف سے کوئی حکم صادر ہو تو ہرگز علت نہیں پوچھتے۔ وجہ یہ ہے کہ دوست کی عظمت اتنی قلب میں نہیں۔ ایک معمولی چیز ہے اور حکام کی عظمت ہے۔ اس لئے حجت نہیں کرتے۔ سو جب خدا تعالیٰ کے احکام کی علل

دریافت کی جاتی ہے اس سے تو شبہ پڑتا ہے کہ ان کے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت نہیں ہے۔ غرض محکوم ہونے کی حیثیت سے علل دریافت کرنا عقلاً بے ہودہ امر ہے۔ ہاں طالب علمی کی حیثیت سے بہ غرض تحقیق فن مضائقہ نہیں۔ مگر وہ منصب صرف طالب علموں کا ہے۔ چنانچہ طلباء اور شاگرد اساتذہ سے بڑی بڑی حجتیں کرتے ہیں۔ سو اس کے لئے تعلیم فن کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس اگر ترتیب وار پڑھو' پھر اپنے وقت پر جو امر سمجھنے کا ہے وہ سمجھ لیں اور خود آجائے گا دریافت کی ضرورت بھی نہ ہوگی۔ خیال تو کیجئے کہ کلکٹر کا منادی آکر جب حکم سے اطلاع کرتا ہے تو کوئی علت نہیں پوچھتا۔ افسوس ہے کیا علماء کو بھنگی سے بھی زیادہ ذلیل سمجھنے لگے ہیں۔ علماء درحقیقت منادی کرنے والے اور ناقل احکام ہیں' خود موجد احکام نہیں۔ اس لئے ان سے علتیں پوچھنا حماقت نہیں تو کیا ہے؟ پھر جب آپ نے ایک فن کو سیکھا نہیں اور آپ اس سے محض ناواقف ہیں تو آپ کو سمجھانا بھی تو ایسا ہی ہوگا جیسے ایک سائیس کو اقلیدس کی اشکال سمجھانے لگیں تو وہ کیا سمجھے گا؟ اس کی تدبیر تو یہی ہے کہ پہلے اس کو اقلیدس کے مبادی سکھاؤ کہ جو اشکال کے موقوف علیہ ہیں' پھر شکل سکھاؤ تو خوب سمجھے گا۔ علماء آج کل اپنے حلم کی وجہ سے لوگوں کی رائے پر چلنے لگے ہیں جس سے عوام کو جرات بڑھ گئی ہے' ایسا نہیں چاہئے۔ علماء کیا نوکر ہیں کہ بے فائدہ دماغ خالی کریں۔

۹۔ علماء سے تعلق رکھنے سے شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں :

فرمایا کہ میں سہارن پور گیا' ایک صاحب آئے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بہشتی زیور کے ایک مسئلے پر جھگڑا کر چکے تھے اور مولانا کے سمجھانے پر بھی ان کی سمجھ میں نہ آیا تھا۔ جب میں پہنچا تو ان صاحب نے مجھ سے بھی کہا کہ

اس مسئلہ کی وجہ بتلایئے؟ میں نے جواب دیا کہ کیا آپ اور سب مسائل کی وجہ سمجھے ہوئے ہیں یا بعض کی نہیں جانتے؟ اگر سب جانتے ہیں تو مجھ کو اجازت دیجئے میں بعض مسائل کی وجہ پوچھوں اور اگر بعض کی نہیں جانتے تو اس مسئلہ کو بھی انہی بعض میں داخل کرلیجئے۔ یہ حضرت تو اٹھ کر چلے گئے۔ پھر دوسرے جنٹل مین صاحب خیر خواہ بن کر آئے اور کہا کہ لوگ علماء کو ان بعض مسائل میں برا کہتے ہیں' ہمارا دل دکھتا ہے۔ آپ ایک جلسہ کرکے ان خاص مسائل کو بیان کرکے لوگوں کو سمجھادیجئے۔ یہ حضرت بڑے خیر خواہ ہو کر آئے تھے۔ میں نے کہا جناب! ہمارے برا کہنے کو تو آپ پیچھے رکھیں' بہت لوگ صحابہؓ کو برا کہتے ہیں۔ اس کا بندوبست آپ نے کچھ کیا؟ اور بہت سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور بہت سے اللہ میاں کو برا کہتے ہیں۔ پہلے آپ اس کا بندوبست کیجئے۔ جب یہ بندوبست آپ پہلے کرلیں گے تو ہم تو پیچھے درجے میں ہیں۔ پھر علماء کے برا کہنے کا یہ بندوبست جو آپ فرماتے ہیں ہم بھی کردیں گے۔ اس پر وہ حضرت کہنے لگے کہ اچھا اگر آپ ایسا ہی کردیں تو ضرر کیا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ بطور حکم کے فرماتے ہیں تو آپ کو حکم فرمانے کا کوئی منصب نہیں ہے اور اگر بطور مشورے کے فرماتے ہیں تو بس آپ مشورہ دے کر سبکدوش ہوگئے۔ ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آگے اس کا ماننا نہ ماننا یہ ہمارا فعل ہے۔ آپ بے فکر رہیئے اور اپنے کام پر جایئے۔ وہ بھی چپکے چلے گئے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ملانے بے وقوف ہوتے ہیں۔ جیسے ہم چاہیں گے ویسے کام ان سے لیں گے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ علماء بوجہ اخلاق کے جواب ترکی بہ ترکی نہیں دیتے' ورنہ ایسی چالوں کو تو خوب جانتے ہیں۔ علماء کو بھی مناسب ہے کہ ایسی ڈھیل نہ چھوڑیں۔ لوگوں کو بڑی جرات ہوتی چلی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک اور صاحب نے لکھا

کہ سود لینا کافر سے کیوں حرام ہے؟ میں نے جواب میں لکھا کہ کافر عورت سے زنا کیوں حرام ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ حضرات علماء سے اختلاط نہیں کرتے۔ اگر ایسا کریں تو بہت سے شبہات حل ہو جائیں۔

۱۰- یا شیخ عبد القادر شیئاً للّٰہ کا وظیفہ پڑھنا جائز نہیں :

فرمایا کہ لوگوں نے یا شیخ عبد القادر شیئاً للّٰہ وغیرہ کو تصوف قرار دے رکھا ہے۔ کھلا ہوا شرک ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ مشرک تو نہ ہو۔ میں نے اسی قسم کے صوفی سے کہا کہ وہ پڑھو جس کو پڑھ کر خود حضرت شیخ اس درجے کو پہنچے کہ تم ان کو ندا کرنے لگے۔ درۃ المعارف میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ اس کو پڑھ رہے تھے کہ آواز آئی کہ یوں پڑھو: "یا ارحم الراحمین"۔ اسی درمیان میں ذکر آیا کہ فلاں بزرگ کا انتقال سماع میں جو اجمیر کے میلے میں ہو رہا تھا ہو گیا۔ اس پر فرمایا کہ یہ یقینی نہیں کہہ سکتے کہ محض سماع ہی سے ہوا' بلکہ ان کو اختلاج قلب کا عارضہ تھا اور مختلج فی الفور دورہ اٹھنے پر مر جاتا ہے۔ بوجہ خوش آوازی کے دورے میں ترقی ہو کر انتقال فرما گئے۔ یہ کمال نہیں۔ عرض کیا گیا کہ اسلام خاں کے والد کا انتقال بلبل ہند کے مثنوی پڑھنے پر ہو گیا۔ فرمایا کہ یہ ضعف قلب کی علامت ہے کمال نہیں۔

۱۱- معرفت خداوندی بہت بڑی دولت ہے :

فرمایا کہ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ جناب کو بچپن میں مرجانا اور بے خطرہ جنت میں جانا اچھا معلوم ہوتا ہے یا بالغ ہو کر خطرے کے اندر پڑنا۔ جواب دیا کہ بڑے ہو کر خطرے میں پڑنا۔ اس لئے کہ بلوغ کے بعد حق تعالیٰ کی معرفت تو ہو گی۔ بچپن میں اس سے خالی ہے۔

۱۲- دین کو ضائع کر کے دنیوی ترقی کرنا کوئی کمال نہیں :

یہ جو مقولہ عوام کہا کرتے ہیں کہ اگر سید احمد خاں نہ ہوتے تو مسلمانوں کا نام بھی اب تک نہ ملتا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ ہم ناانصاف نہیں ہیں۔ واقعی دنیوی ترقی اعلیٰ درجے کی کی۔ اس کا انکار کیسے کر دیں۔ مگر دین کو ضائع کر کے ایسا کیا۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جو شخص ان میں رہتا ہے اس میں ہمدردی کا مضمون پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ دیکھنا چاہئے کہ قوم ہے کون؟ سو وہ ان کے نزدیک امراء ہیں اور وہ بھی انہی کے جرگے کے امراء۔ عموماً وہ بھی نہیں اور غرباء کے ساتھ کچھ بھی ہمدردی نہیں جو کہ عدد میں زیادہ ہونے کی وجہ سے مستحق اس کے ہیں کہ ان کو قوم کہنا چاہئے۔

۱۳- توجہ متعارف بین الصوفیاء قابل ترک ہے :

پوچھا گیا کہ صوفیاء کرام پہلے زمانے میں مریدین کو توجہ دیا کرتے تھے۔ اب یہ طریقہ کم دیکھا جاتا ہے' اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ اکثر محققین صوفیاء نے مریدین پر متعارف توجہ دینے کے طریق کو بالکل ترک فرما دیا۔ وجہ یہ ہے کہ اس طریق توجہ میں مریدین کے اندر کسی کیفیت کے القاء کے لئے اس قدر استغراق کرنا شرط تصرف ہے کہ بجز اس القاء کے کسی طرف التفات نہ ہو اور تمام تر خیالات سے بالکل خالی ہو جائے' حتیٰ کہ واقعی اس وقت حق تعالیٰ کی طرف بھی توجہ کم ہو جاتی ہے۔ سو اس قدر توجہ مستغرق خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے' ان کو غیرت آتی ہے اور ان پر سخت گراں گزرتا ہے کہ خدا سے اس قدر غائب ہو جائے۔ اور فرمایا کہ ایک ضرر شیخ کو توجہ متعارف میں یہ ہوتا ہے کہ اپنے تصرفات دیکھ کر چند روز میں عجب پیدا ہو جاتا ہے۔ دوسرا یہ ضرر ہوتا ہے کہ اس متعارف طریق توجہ سے شہرت ہو جاتی ہے اور

جس شہرت کے اسباب مقدور الترک ہوں وہ اکثر مضر ہوتی ہے۔ تیسرا یہ ضرر ہوتا ہے کہ شیخ اگر ضعیف القویٰ ہے تو بیمار پڑ جاتا ہے۔ یہ تین ضرر تو شیخ کو ہوتے ہیں۔ اور مرید کو یہ ضرر ہوتا ہے کہ وہ شیخ پر اتکال کرلیتا ہے اور خود کچھ مجاہدہ وغیرہ نہیں کرتا۔ اس لئے اس کی نسبت محض انعکاسی ہوتی ہے جس کو بقاء نہیں ہوتا۔ جب شیخ نے توجہ موقوف کردی، نسبت جاتی رہی۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ توجہ تو خود حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل کی نسبت حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ: غطنی فبلغ منی الجھد۔ سو اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس غط کو توجہ کہنا محض بے دلیل ہے۔ حدیث سے صرف الصاق بالصدر مع شدت ثابت ہے۔ اس پر دلالت نہیں کہ انہوں نے کچھ تصرف کا بھی قصد کیا جو کہ توجہ متعارف ہے اور ممکن ہے کہ محض یہ الصاق سبب ہو گیا ہو قوت تحمل وحی کا بدون قصد تصرف کے اور اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو ممکن ہے کہ جبرئیل کو بوجہ قوت ملکی توجہ میں اس قدر استغراق کی ضرورت نہ ہوئی ہو جو توجہ الی الحق کو مانع ہے۔

۱۴- بزرگ کے نام کا جانور ذبح کرنا حرام ہے :

شیخ سدو کے بکرے کے متعلق تذکرہ ہوا۔ فرمایا کہ تفسیر احمدی میں جائز لکھا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھ سے جو کوئی دریافت کرنے آتا ہے اور حوالہ تفسیر مذکور کا دیتا ہے تو میں اس سے یہ کہہ دیتا ہوں کہ تفسیر مذکورہ سترہ سال کی عمر میں لکھی ہے۔ وہ ان کا زمانہ کم سنی کا تھا، اس لئے قابل اعتماد نہیں۔ دوسرے میں نے اس پر منبیہ دیکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس صورت محمول ہے کہ جب اراقۃ دم تو اللہ کے لئے ہو اور ثواب کسی بزرگ کو پہنچائے۔ سو اس میں ہمارا اختلاف نہیں۔ مگر عام لوگوں کا طرز عمل اس پر دال ہے کہ خود اراقۃ دم سے مقصود وہی حضرات

ہیں۔ چنانچہ اس کا تجربہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے خوب لکھا ہے کہ جو شخص شیخ سدو کے نام کا بکرا کرتا ہو اس سے یوں کہو کہ ہم سے اس سے دونا گوشت لے کر مساکین کو دے دو اور اس کا ثواب پہنچاؤ، کبھی راضی نہ ہو گا۔ بلکہ یہ لوگ تو سمجھتے ہیں کہ اگر ہم ان کے نام پر ذبح نہ کریں گے تو ہمارا کام تباہ ہو جائے گا۔ ہمارا ستیاناس ہو جائے گا۔

۱۵- تعمیل حکم طبعی تقاضے پر مقدم ہے :

رسول اللہ ﷺ اور دیگر اصحاب کی تصاویر میں نے ایک دفعہ کھتولی میں دیکھی تھیں اور وہ حیدر آباد سے آئی ہوئی تھیں۔ میں نے ان کے احترام کی بابت پوچھا۔ فرمایا کہ قابل احترام نہیں۔ اول تو مطابق واقع کے ہونا ان کا مشکل ہے اور اگر ہو بھی تو اور زیادہ مفسدہ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ حضور ﷺ نے خانہ کعبہ میں سے ابراہیم اور اسماعیل کی تصاویر کے ساتھ مثل دیگر تصاویر کے معاملہ فرمایا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ طبیعت احترام کو چاہتی ہے مگر حکم کے سامنے طبیعت کو دخل دینا نہ چاہئے۔ طبعی تقاضے پر حکم کو غلبہ ہونا چاہئے۔ حکم کے ماننے میں احترام ہے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ اس تصویر کو دیکھے یا نہیں؟ فرمایا نہ دیکھے۔ یہ تو صورت اصلیہ کا عکس ہے۔ خود اصل صورت کی نسبت بھی اگر مثلاً حضور ﷺ اپنے زمانے میں یوں فرما دیتے کہ ہماری صورت مت دیکھو تو بتایئے حکم مقدم ہوتا یا صورت دیکھنا۔ اگر یوں کہا جائے کہ تصاویر دیکھنے سے نقشہ رسول ﷺ قلب میں پیدا ہو گا، اس کے بارے میں یہ ہے کہ حضور ﷺ کے احکام کے ماننے سے قلب میں ایسا نقشہ پیدا ہو گا جیسا مطلوب ہے۔ عاشق کا مذہب صورت پرستی محض نہیں ہے، بلکہ حکم پرستی ہے۔ اگر محبوب یوں کہے کہ ہماری رضا اس میں ہے کہ

صورت مت دیکھو تو عاشق کا حال یہی ہونا چاہئے کہ تعمیل حکم کرے۔ بقول کسی محقق کے :

ارید وصاله ویرید هجری : فاترك ما ارید لما یرید

ہاں اگر صورت دیکھی اور تعمیل حکم دونوں جمع ہو جائیں تو نور علیٰ نور ہے۔ دیکھئے کہ غیر عورت کا دیکھنا باعث فرحت اور سبب مشاہدۂ قدرت خداوندی ہے، مگر حکم ہے نہ دیکھنے کا۔ اس لئے حکم ماننا لازم ہوگا۔

۱۶- اہل حق کے کلام میں ضرورتاً تاویل کی جاتی ہے :

ایک سائل نے پوچھا کہ کتب کے اندر جیسے دیوان حافظ وغیرہ، ان میں بعض الفاظ و مضامین خلاف شرع کیوں ہیں جن سے گمراہی پھیلی اور بہت سے نام کے صوفی معنی لغوی کی طرف لے گئے۔ فرمایا استعارہ ہر زبان میں ہوتا ہے۔ یہ حضرات احوال باطنہ کو شراب وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا کلام مدار استدلال نہیں۔ اگر لغوی معنی پر کوئی شخص محمول کرتا ہے تو جواب میں یوں کہا جائے گا کہ حدیث و کلام اللہ کو استدلال بناؤ اس کو رہنے دو۔ سائل نے کہا تو پھر تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے؟ فرمایا کہ چونکہ ان حضرات کی طرف حسن ظن ہے، اس لئے اس قسم کے الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جاتا ہے۔ سائل نے کہا حسن ظن ہی رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا ایک تو حدیث سے ضرورت ہے: انتم شهداء الله فی الارض۔ دوسرے خود اس میں بکثرت مضامین موافق حدیث و قرآن شریف کے ہیں۔ اس لئے بعض لفظوں کو ظاہر سے پھیرا جائے گا۔ سائل نے کہا انہوں نے ایسے الفاظ کیوں کہے؟ فرمایا کہ غلبہ حال میں بعض الفاظ زبان سے نکل گئے ہیں جن کا محمل صحیح ہو سکتا ہے۔ دوسرے غیر اہل سے اخفاء کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔

اعتراض : کوئی دلیل قطعی ظاہر سے پھیرنے کو چاہیئے۔

جواب : نہیں بلکہ صرف ظن کافی ہے۔ ہاں برا سمجھنے کو دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ باقی گمراہی پھیلنا سو یہ کوئی بات نہیں۔ امام غزالیؒ کی تصانیف سے بعض کو گمراہی ہوئی بوجہ کم فہمی کے اور جب کلام اللہ وغیرہ موجود ہیں عوام اس پر عمل کریں، ان مضامین کو نہ لیں اور برا یا بھلا کہنے سے سکوت کرلیں۔ کسی کو برا کہنا عبادت تو نہیں۔ چنانچہ خود ان حضرات نے لکھ دیا ہے کہ ہماری کتب میں عوام کو نظر کرنا حرام ہے۔ **سائل** : چونکہ حافظ وغیرہ سے عقیدت ہے اس لئے ان کے کلام میں زبردستی اچھے معنی بنا دیئے جاتے ہیں۔ **جواب** : اچھا ہم ایک بد دین رند کا کلام تم کو دیتے ہیں تم اس کو کتاب و سنت پر منطبق کردو۔ میاں جو چیز کلام میں ہوتی نہیں وہ کہاں سے آسکتی ہے۔

۱۷- زندہ کو بھی ایصال ثواب جائز ہے :

ایک سائل نے پوچھا جیسے مردے کو کسی چیز کا ثواب پہنچانے سے پہنچتا ہے، آیا زندہ کو بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟ فرمایا پہنچتا ہے۔ مثلاً کسی نے کلام پڑھ کر ثواب پہنچایا۔ سائل نے پوچھا دلیل اس کی کیا ہے؟ فرمایا وہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ ایک مسجد عشار مشہور تھی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا تھا کہ کوئی ایسا ہے کہ جاکر اس میں دو رکعت پڑھے اور کہہ دے کہ ھٰذا لابی ھریرۃ۔

۱۸- تمام امور کی ذمہ داری علماء پر ڈالنا زیادتی ہے :

فرمایا کہ جب کوئی نئے خیال کے شخص علماء پر کسی امر کا دباؤ ڈالتے ہیں اور علماء کو مطعون کرتے ہیں کہ علماء کچھ ہمت نہیں کرتے اور خود وہ ان سے کسی امر

کے طالب ہوتے ہیں تو میں ان کے ذمہ بھی ایک پچر لگا دیتا ہوں۔ ان کے متعلق کوئی خدمت مقرر کرکے۔ بس پھر وہ سانس بھی نہیں لیتے۔ بات یہ ہے کہ ان کی باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں' خود کچھ بھی کرکے نہیں دیتے۔ علماء ہی پر طعن کرنا آتا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے کہا کہ علماء نیا علم کلام اس زمانے میں کیوں مرتب نہیں فرماتے۔ میں نے کہا بسم اللہ علماء اس کے لئے تیار ہیں مگر آپ بھی تو شریک ہو جیے۔ بولے ہم کیا کریں۔ میں نے کہا علماء اپنے کرنے کا کام کریں اور آپ اپنے کرنے کا کام کیجئے۔ وہ یہ کہ چند بڑے عہدہ داروں کو لیجئے اور فی کس پچیس تیس روپیہ ماہوار معین کراکر پہلے مخالفین کی کتب کافی طور سے منگا کر جمع کیجئے اور اس کے بعد کئی ماسٹر مترجم رکھ کر ترجمہ کرائیے اور پھر علماء کو ملازم رکھ کر ان کا جواب لکھا کر طبع کرائیے۔ اگر علماء اپنے کار منصبی سے انکار کریں تو ان کے کپڑے اتار لیجئے گا۔ میں اس کا ذمہ کرتا ہوں۔ اس پر وہ صاحب ٹھنڈے ہوگئے۔ یہی حال ہے ان حضرات کا کہ سارا بار علماء پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں ایک قصہ بیان کیا کرتا ہوں۔ ایک بادشاہ نے ایک ہاتھی کسی غریب کو دے دیا۔ وہ غریب کھانے کو کہاں سے لاتا اور بادشاہ کی طرف سے خبر گیری نہ تھی۔ اس غریب نے مجبور ہوکر ایک ڈھول ہاتھی کے گلے میں ڈال دیا کہ وہ بازار میں پھرتا اور لوگ اناج وغیرہ اس کو دیتے۔ بادشاہ کے یہاں خبر ہوئی کہ حضور کا ہاتھی اس طرح مانگتا پھرتا ہے اور اس میں حضور کی ذلت ہے۔ بادشاہ نے اس غریب کو بلا کر کہا کہ یہ کیا کیا۔ اس نے کہا کہ حضور نے ہاتھی تو دیا مگر یہ خیال نہ کیا کہ میں کھانے کو کہاں سے دوں گا' اس لئے میں نے ایسا کیا۔ تو یہ حضرات علماء کو وہ ہاتھی بنانا چاہتے ہیں کہ مانگو اور کھاؤ۔ خدمت کا بار بھی علماء اپنے ذمہ رکھیں اور چندہ بھی وہی کریں' سب کام وہی کرلیں آپ کچھ نہ

کریں۔ یہ لوگ تو نہایت پست ہمت ہوتے ہیں۔ علماء کے برابر کیا کام کریں گے۔ علماء کی یہ حالت ہے کہ سر میں تو درد ہو رہا ہے اور سبق پڑھا رہے ہیں۔ فتوے لکھ رہے ہیں۔ ان لوگوں کو بجز عیش پرستی کے کیا آتا ہے۔

۱۹- ارواح سے کیفیات ظہور میں آسکتی ہیں :

سوال کیا گیا کہ جیسے جنات کے اثر ڈالنے سے جسم انسان میں تغیرات پیش آجاتے ہیں آیا اس طرح ارواح سے بھی کیفیات ظہور میں آسکتی ہیں۔ فرمایا ہاں ممکن ہے۔ امتناع پر کوئی دلیل نہیں۔ عرض کیا گیا کہ ارواح خبیثہ سے یہ حالت کب ہو سکتی ہے جبکہ وہ ایک موقع پر محبوس اور معذب ہیں۔ فرمایا کہ سب کا محبوس ہونا ضروری نہیں اور معذب ہونے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ایک جگہ محبوس کر کے عذاب ہو۔ دوسرے یہ کہ ارواح خبیثہ کے پیچھے عذاب کا فرشتہ مسلط کیا جائے کہ وہ روح جہاں جائے اس کے پیچھے جوتا سا لئے پھرے اور وہ روح بطور پناہ کے اجسام انسانی کو چمٹتی پھرے اور یہ صرف امکان ہی کا درجہ ہے' باقی غالب یہ ہے کہ شیاطین ہی تصرف کر کے کسی روح کا نام لے دیتے ہیں۔

۲۰- نماز جنازہ میں پچھلی صف افضل ہے :

سوال کیا گیا کہ نماز جنازہ میں صف آخر کیوں افضل ہے؟ فرمایا کہ دو وجہ معلوم ہوتی ہیں۔ شاید وہی ہوں۔ ایک یہ کہ نماز جنازہ نماز تو ہے نہیں بلکہ دعا ہے' جو لوگ پیچھے ہیں وہ گویا آگے والوں کو شفیع گردانتے ہیں۔ پس جتنا کوئی پیچھے ہیں اس کے شفیع زیادہ ہیں۔ اس لئے ان کو فضیلت ہوگی۔ دوسرے جو پیچھے ہیں وہ تشبہ بعبادۃ الصنم سے بہ نسبت آگے والوں کے بعید ہیں' اس لئے فضیلت ہونی چاہئے۔ یہ بات طالب علموں کے سمجھنے کی ہے۔ اصولیین نے حسن و قبح کی بحث

میں اس تشبہ کا پھر اس کے موثر نہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

۲۱۔ مسلمان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کو گوارا نہیں :

سوال کیا گیا کہ اللہ میاں نے مسلمانوں سے سلطنت چھین کر کفار کو کس لئے دے دی۔ حالانکہ مسلمان کچھ نہ کچھ اصول اسلام کے پابند ہیں۔ بخلاف کفار کے کہ وہ ہمہ تن اعداء ہیں اور کسی اصول اسلام کے بہ حیثیت اسلام پابند نہیں۔ فرمایا کہ جو چیز نہایت صاف و شفاف ہو اس پر دھبہ ہونا نہایت ناگوار ہوتا ہے اور جو چیز خود میلی ہو اس پر ناگوار نہیں ہوتا۔ جیسے ٹوپی پر چھینٹ لگ جانے سے اتار کر پھینک دیتے ہیں اور جوتے میں لگ جانے سے کوئی ناگواری نہیں ہوتی۔ ایسے ہی مسلمان دعویٰ محبت کرتے ہیں۔ ان سے ذرا سی بے احتیاطی ناگوار ہوتی ہے بخلاف اعداء کے کہ وہ جب کچھ بھی اصول پر عمل کر لیں تو اللہ میاں ان کو دے دیتے ہیں' اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہی ہیں۔

۲۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح فرمانا بوجہ ضرورت تھا :

سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود رسول ہونے کے مزاح کیوں فرماتے تھے جو خلاف شان رسالت معلوم ہوتا ہے؟ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاح ضرورت کی وجہ سے تھا کہ بوجہ ہیبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ خداداد تھی' طالبین بے تکلف سوال نہ کر سکتے اور اس لئے ان کو فائدہ تامہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاح فرمایا تاکہ ان کو انبساط ہو جائے اور استفادہ سے محروم نہ رہیں اور ایسا مزاح جو سبب ایذا ہو وہ حرام ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں اکثر لوگوں کا معمول ہے۔

۲۳- کلام اللہ یا عمدہ دینی کلام کو ریکارڈ کرنا جائز ہے :

فرمایا کہ گراموفون جو مثل انسان کے باتیں کرتا ہے اگر اس میں گانا بجانا ہو تب تو ظاہر ہے کہ اس کا سننا ناجائز ہے اور اگر کلام اللہ بھرا ہو تب بھی ایک عارض کے سبب یہی حکم ہے' کیونکہ کلام اللہ اس میں بطور لہو و لعب ہوتا ہے اور بھرنے والے کی غرض لہو و لعب کے طور پر نہ ہو تو جائز ہو جائے گا۔ مگر یہ مفقود ہے۔ اکثر لوگ تو راگ بھرتے ہیں اور کلام اللہ بھی اگر احیاناً ہوتا ہے تو لہو و لعب ہی کے طور پر ہوتا ہے۔

۲۴- بغیر پڑھے حدیث پڑھانا جائز نہیں :

ایک صاحب نے پوچھا کہ اگر کوئی فارغ التحصیل عن الحدیث بلا اجازت استاد مشکوۃ و صحاح ستہ سے حدیث بیان کرے اور ان کتابوں کو پڑھائے معتبر و جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اصحاب کتب احادیث نحو ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل و مسلم بن حجاج وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجتمع کر کے کتاب بنا دینا حدیثوں کی ان حضرات کی اجازت سمجھی جائے گی یا نہیں؟

فرمایا کہ بے پڑھے حدیث نہ پڑھائے۔ تدوین سے محفوظ کرنا مقصود ہے نہ غیر ماہر کو شرح حدیث کرنے کی اجازت۔

۲۵- جی۔پی فنڈ کی رقم لینا جائز ہے :

سوال کیا گیا کہ یہ جو گورنمنٹ ملازمین کی تنخواہ میں سے ہر ماہ کچھ مبرا کر کے بعد ملازمت سے علیحدہ ہونے کے وہ جمع شدہ اور کچھ اضافہ دیتی ہے۔ جس کو عوام سود کہتے ہیں یہ کیسا ہے؟ فرمایا جائز ہے اور وہ زیادتی بھی لینا جائز ہے۔ کیونکہ سود تو

جب ہو کہ جب کوئی اپنا مملوکہ روپیہ کسی کو دے اور پھر اس سے مع زیادتی لے اور یہاں ایسا نہیں، کیونکہ جب تک ملازم کی تنخواہ اس کے پاس نہیں آئی اور اس کا قبضہ نہیں ہوا ملک میں داخل نہیں ہوا۔ پس جتنا مہینہ پر اس کو دیا گیا وہ تو اس کا مملوکہ ہے اور جو کاٹ لیا وہ اس کا مملوکہ نہیں۔ جب اس کو ملے گا اس وقت مملوکہ ہو گا۔ اس لئے جو زیادتی اس پر ہو گی وہ محض تبرع ہو گا۔ ہاں اگر بعد قبضہ ہو جانے کے پھر جمع کر کے اضافہ لے تو البتہ سود ہو گا۔ چنانچہ لاہور میں اس کی گفتگو ہو رہی تھی، جب میں نے اس دلیل کو بیان کیا تو سب مان گئے۔
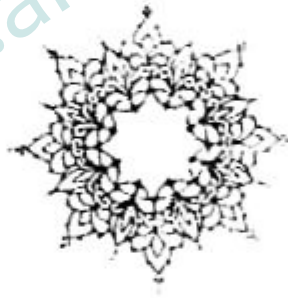
کمپوزنگ : حافظ محمد نعمان حامد
الحافظ کمپیوٹر کمپوزرز، جامعہ خیر المدارس ملتان